

75-4

ادارہ تضییغ میں بھروسہ

APRIL

28/4/75

شکاری  
ڈیوبند  
ماہنامہ

ایڈٹر: عالم عثمانی

خدا کی راہ میں خرچ کرنا  
در اصل خرچ کرنا نہیں بلکہ جمع کرنا ہے

پڑھتے ہوئے بیس ہیئت

2-



سالانہ

بھروسہ

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کیسا در دن اک ہے میری زندگی کا پہ فریضہ جوان سطور کے ذریعہ میں نیسم فاطمہ آپ سے جو تربیت  
 ایڈیٹر اور ماپنے مر جوم شوہر مولانا عامر عثمانی مر جوم کی بیوہ کی جیشیت سے ان کے سارے چاہنے والوں  
 کی اس قیمتی حفل میں اپنے اجڑے ہوئے سہاگ کے پس پیدا نجام دی رہا ہوں — فریضہ اس  
 انہوں دہشاگ، زلزلہ انجیز خبر کی تصدیق کا جو مولانا مر جوم کی مرگ ناگہانی کے سند میں ملک کے ارواد  
 انگر بزرگ اور ہندی پرنس کی حیثیت نے پہلے ہی آپ کو پہنچا کر آپ کے دل درود کی تھاں کر دالا ہو گا  
 لیکن اسے میرے اور مر جوم شوہر کے ذینبی بھائی بہنو! انا للہ وانا الیہ راجعون! — ہمارے  
 یہ رآن جیج کے مقدس ترین الفاظ! حفیض دینا ایسے تمام مواقع پر حضور توکی زبان سے بیشار  
 ہار جسی پھل آرہی ہے۔ آئیں ہم سب ایک بار مل کر اپنے دل کی دھڑکن کے ساتھ دہراں ہیں —  
 "انا للہ وانا الیہ راجعون"!

ہاں! ہم سب اللہ کی چسبت ہیں اور ہم اس امانت کو پھر اللہ ہی کے با برکت ہاتھوں میں  
 سوچنا بھی ہے" — ہم اکھیں دل کی گہرائیوں سے دہراں ہیں تو یقین یقین کہ ان الفاظ میں  
 ہی اجل کے ہاتھ کے ہر کاری گھاؤ کا جاں نواز مر جوم بھی ہے۔ ان الفاظ کی ایمان اور دوستگاری میں جو بھی غلطی  
 رحمت کیا ہے آزاد آزادی ہے کہ انشا اللہ ہر چراغ جسے مر جوم "ناریکیوں میں ایک چراغ" کی جیشیت  
 سے اپنے دل دجگر کے ذینبی ہوئے جلانے تو کئے تھے، ان کی اس حفیضہ ترین بیوہ اور ان کی  
 پروردہ اپنی دادا دوں کے مشترک کر تعاون سے نیز آپ کے فی سبیل اللہ تعاون دہم دردی کی رکنیوں  
 سے اس وقت تک روشن رہے گا جب تک ہمارا معبود چاہے۔

میرے عزیزہ ذینبی بھائی بہنو! اس بارگاں کو اپنے کمزور کاندھوں پر انٹھانے کے لئے  
 آپ سے آپ کی درد بھری دعاؤں کی اتحاد پیش کرتی ہوں۔ آئندہ شمارے پر حب اپنے مر جوم  
 بیوب کا نام غائب پائیں تو انشا اللہ اسی جگہ ان کے عالم دین دام عزیزی حسن الحمد صدیقی  
 فاضل دارالعلوم دلوسند اور مر جوم کی اپنی بیٹی عزیزہ بشری عامر عثمانی ایکم۔ اے بی۔ ایڈیٹر کے دو تاموں  
 میں اپنی روح دوں تی تلکیں کاسامان پا تھیں تھے۔ مجھے خدا کی رحمت سے ان لوگوں کی صلاحیت پر  
 اعتماد ہے کہ ان دو توں کی مشترک کر قدمیم و عدیدیم علمی اہلیت اور قلم انٹھانے کا آیا ہی ورثہ جلد ہی  
 آپ کی دعا اور تعاون سے ایسا نہ گا کہ ہمیں اور آپ کو ایک بار پھر مر جوم سے ربط دل کی  
 یاد میں شکر کے پا کیزہ آنسو اپنے خدا کو نذر کرنے ہوں گے۔

ماہتنا مہم تخلی کے سلسلہ کی مراسلات اور ترسیل نر کے سلسلہ میں فوری طور پر میں ہی مر جوم  
 کی میتم اولاد کی ذمہ داری کا ہر قسم امانت، اخلاص اور اہلیت کے ساتھ ادا کر سنکوں، اُنکی  
 بھت دخلوں کے ہر اقدام کا جواب عدت کی امور علیحدہ حدود کے اندر دے سکوں — یعنی

آپ سے اسی دعا پر اشک بار آئیں کی محتاج ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ کے قریبی شہائے کو مرحوم کے  
ملاٹ، خیالات اور اقتبا سات پر مشتمل "عامر عثمانی متبیر" کی حیثیت سے پیش کردیئی  
آپ کی محبت کا شاید یہی نوزوں نزین جواب ہو گا۔  
از راہ کرم ماہنا مسہ تعالیٰ دیوبند کا زر سالانہ دستالبابات حرب ذیل پتہ پرار سال کریں

### ترسیل ذر کا پتہ

## ماہنا مسہ تعالیٰ دیوبند فیصلہ سہار پور

اشراء اللہ در سالہ کی ضروری فاؤنڈی کارروائی کے نورِ بعد  
تعالیٰ کا ایک قریبی شہزادہ  
مولانا عامر عثمانی کی تادبیخی یادگار ہو گا  
مرنے والے کی نادر ہمہ جنتی زندگی کی خصوصی جھلکیاں — حالات، واقعات اور خیالات  
کا آسمینہ۔

آخری ایام اور آخری غیر مطبوعہ تحریروں کا گھینٹہ۔  
ان کے چاہئے والوں کے نظری خطوط سے شکتے ہوئے خونیں آنسو۔  
اس حادثہ پر ملک و ملت کے پریس کی درد بھری چھینیں۔  
نشر و تظم کے چیدہ چیدہ نہوں۔  
اور دہ سب کچھ جو مرحوم اور حبوب مدیر تعالیٰ کی ایک نہ مٹنے والی تصویر  
دیدہ دل کے سامنے کھینچ سکے۔

### لیکن

اس کی ایسی اذرا نہ تھا دلوں آپ کی پرعلومن دعاؤں کی محتاج ہے :

نیسم قاطمہ (المیہ عامر عثمانی)



امریکہ، انگلینڈ، ناچیریا، کنیڈا، فرانس، انڈو ٹیسٹیا سے پذیر یہ سحری ڈاک دوپنہ بیار یہ سحری ہوائی ڈاک ہے پینڈ۔ بھریں اولیقہ سعدوری عرب، قطعہ وغیرہ سے پذیر یہ سحری ڈاک ایک یونڈوس شلیٹنگز ریجیسٹریشن ہوائی ڈاک تین پونڈ۔

۲۶۰

۱۰۷

فہرست

کے مطہر

اسلامی یلس - ذیپت

ہمیں ہمارے ملکی قصور پر مقنیہ کیا تھا۔ اس پر جو یاد ہے نے انھیں خط لکھا مگر اس کا جواب ہمیں نہ مل سکا۔ بہر حال ی طور پر حاصل ہمیں یہ اغتراف ہے کہ قاتل بطور میں الف عربی میں مستعمل ہے جس کے نظائر فارسی میں صفت میں ہیں کئے ہیں۔ اپنے افلاس ملکی اور فدالت مطالعہ کا آزاد ہمیں پہلے بھی تھا، آج بھی ہے۔ اللہ ہمیں معاف فرمائے اور ان تمام اہل علم کو خدا کے خیر دے جاؤ اور کرم رہنمائی کی زحمت اٹھلتے ہیں۔

اس شہر سے میں قارمین بہت سے اور اق میلے نگ کے پائیں گے۔ اس سے وہ یعنیجہ اخبار کر سکتے ہیں کہ ادارہ نے ازدواج کفایت یہ دھنیا کافی استعمال کیا ہے۔ مگر حقیقت بہ نہیں ہے۔ انھیں یہ سُنکر حرث ہو گی کہ اس کی بھی وہی قیمت ادا کی گئی ہے جو خبلی میں عمران استعمال ہوتے دلے کا غذی کی ادا کی جاتی ہے۔

صورت یہ ہے کہ سرکاری کوٹی میں دلوں طرح کے کافی نہیں دینے گے اور بیٹ میں فرق نہیں کیا گی اب یہ کافی بھی بہر حال استعمال ہوتا ہے۔ نہ استعمال کریں تو کریں کیا۔ ولیے انشا اللہ یہ وہ میں شماروں میں کھپ جائے کا اور زیادہ دن پڑھتی برداشت نہیں کرنی پڑے گی۔

### قیمت کا مسئلہ

یہ کچھ ماه ہم تاریخ میں مشورہ لیا تھا کہ پیچے کی قیمت بڑھا گئی یا صفات گھٹائیں۔ خیال تھا کہ کثرت راست کے مطابق قیصلہ کریں گے۔ لیکن کثرت و قلت کا سوال بھی پیدا نہ ہوا۔ اتنا تک جتنے بھی خط آئے ہیں وہ کلی طور پر اس خواہش کے مظہر ہیں کہ صفات ہرگز نہ کم کرے جائیں۔ قیمت کا اضافہ مناسب ہو گا۔ ہمارے قلم میں طاقت نہیں جو اللہ کے اس فضل و کرم کا حق تشرک ادا کر سکے کہ ہزار دن کمان بھاگیوں کے قلوب میں اس نے تخلی کی ایسا محبت ڈالی ہے

### تحقیح الاغلاط

(۱) پچھے شمارے میں صفحہ ۶۷ پر طاہر نہبی کے شعر میں باول کی جگہ دل پچھپ کیا گتم کھائے باول۔ صحیح ہے۔

(۲) تخلی فوری ۵۴ صفحہ ۶۵ کالم مل۔ پر ابو طالب پروردۃ اللہ کی علامت رسم پچھپ گئی ہے وہ غلط ہے۔ ابو طالب اسلام نہیں لائے تھے۔ لہٰ ارمی اللہ عنہ نہیں لکھا جائے گا۔

(۳) ایک دینار ہوتا دستانی اوزان کے اعتبار سے چار ماٹھ پچار روپی کا ہوتا ہے۔ بھی داک سے دینے ہونے جو ایات میں اگر ہم تے کسی کو اس سے مختلف زدن لکھ دیا ہے تو اسے حساب غلطی نصیر کیا جائے۔ اگر مثلاً دس دینار ہم کی دستم میں شامل ہیں تو ان کا سونا سو تو ہے وہ اسے بننے کا (گویا پونے چار تو ہے) اور اسی کی رائج وقت قیمت یا پھر تناہی سونا دا کرنا ہو گا۔ بعض لکت فقہ میں دینار کا دس زن پچھے اور لکھا ہوا ہے وہ درست نہیں۔ اس پر انشاء اللہ ہم جلد ایک مضمون لکھنے والے ہیں تاکہ سو نے چنانی کے تصاویر رکوڑے کے تعین میں جو غلطی ہمارے بعض تراخی علماء سے ہو گئی ہے اس کی اصلاح ہو۔

(۴) جناب شیم کریمؑ کی "صحیح فاراب" کے تصریے میں لفظ "قتال" پر کچھ بحث کی گئی تھی۔ پھر یہ بحث دسیر ۷۸ صفحہ کے تخلی میں کھی تازہ ہوئی اس کے سلسلہ میں مادرستہ الاصلاح (سرائے میرا کے ایک ذی علم ہر راق نے

چلے گا۔  
 (۲) ”مسجد سے میخال تک“ میں ملا این العرب مکی اس بار دنیا کو موجودہ صدی کے ایک نئے جو دنے شناس کر رہا ہے۔ فتوان ہے  
 ”موجودہ صدی کے دن مجید“

(۱) اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب برطیوی۔

(۲) والاحضرت کتب قضا خان صاحب رکھیلیوی۔

دونوں بزرگوں کی ایمان افسر و کرامتوں کا بھٹڑا یہ برطیوی دوستوں کے لئے خاص الخواص تخفیف۔ آم کے آم سعیقیوں کے آم۔ جھوٹا ثابت کرنے والے کو دہزاد انعام۔ سچا ثابت کرنے والے کو ڈھانی دہزاد انعام

**مولانا مودودی کو سزا کے موت!**

ہمارے بے شمار بھائیوں کو نہیں ہمعلوم ہو گا کہ پاکستان کے جاردوں نے مولانا مودودی کو سزا کے موت کا فیصلہ کی ہے سنادیا تھا اور پھر دنیا کے اسلام کے ذریعہ احتجاج پر اسے چودہ سال یا مشقت میں تیریں کیا تھا۔ یہ یا لصیب جبار وہ بیرون رخاک ہو چکے اور اللہ کے فضل و کرم سے مودودی آج بھی زندہ ہے۔

بہر حال یہ بھی تک سزا جس کتاب پر دی گئی تھی اس کا نام ”تفہما قادیا فی مسئلہ“ اور یہ کتاب پچھے آپ آنے والے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

**پاکستانی حضرات** | پاکستانی حضرات سالانہ خربزاری کے لئے ۲۵ روپے کا منی آرڈر درج ذیل پیش پورنیں :-

مکتبہ سخنانیہ ۲۲۸ میں بآذار پر ہی بخش کا اونی برچی  
 پھر منی آرڈر وصول ہو جانے کی جو دنی کی سیہ دالیں آئے اسے ہمارے پاس لفاف میں بھیجیں۔ پرچہ ہماری ہو جائے گا۔  
 میں بھر تھی اس دیوبنت دیوبنی پی۔ اٹیا

جس کو بے پایا اور انہوں کہ سکتے ہیں اور جانے کتنے ایسے خانہ ان ہیں جن میں تھی پڑھنے کا آغاز دادے نے کیا تھا اور اب پوتے پڑھر ہے ہیں۔ ایسے کبھی حضرات خاصی تعزیز ہیں جو قدر نے ۲۹ مئی ۱۹۷۹ء میں تھی کا پہلا شمارہ خربیدا تھا اور تادم خیریان کا رشتہ اس سے ہوا ہے تعریف صرف اللہ جل شانہ کے لئے ہے۔ تھی کا ایڈیٹر ایک ادنی طالب علم اور گناہ کاربند نفس سے زیادہ کچھ ہیں۔ مولاکی شان ہے کہ اس کی باقیوں میں اس نے کشش رکھی اور ہزاروں بڑوں کے بڑوں میں حسن نظم و دلیعت فراہی کیا ہے کہ اس حسن نظم ہی کی بیلت رووف و رحیم خدا اس ناکارہ کے غیوب اور کمزور یوں ہے چشم پر قلبی فرما کر بخشش عطا فرمادے۔ دھرالغفوراً الوددد والحسن الحسید فعال تھا یہ دینا۔

بہر حال اگلے شمارے سے سالانہ چن ۲۳۷ پر ہو گا اور فی پرچے ڈھانی روپے۔

## کھانی نمبر

ہزاروں بھائیوں کو جس شریت سے اس نسبہ کا انتظار ہے اس کا ہمیں احساس ہے: تابیر کی وجہ صرف سبھی نہیں کہ مُلّتا کو قوالی باز صدیقوں نے برباد کر کے رکھ دیا ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ اس نمبر کے لئے جتنے کافی کی ضرورت یعنی اس کا حصیل ذرا بچھیرے ہیں پڑا ہوا نہ مٹا۔ الحمد للہ اب گھنی سلیجی کی ہے اور تو فتح ہے کہ اگلے سے اگلے ماہ نمبر پیش ہو جائے۔ دیے تھے کے مستقل اور دامگی کا تباہ ختنا صاحب فراش ہیں۔ قارئین ان کی محنت کے لئے دعا فرمائیں۔

## اگلے شمارے میں

(۱) مولانا مودودی کی کتاب سیرت کے کچھ ذریعے آپ تھی میں پڑھر ہے ہیں۔ انشاء اللہ اکثر پرچے میں اس کا باب اول آہا ہے۔ اس کے بعد ترتیب ہی سے سلسلہ

## الخواص

ہر ہی شخصی جس کی شخصیت بھی کہ اس کا کوئی با پہ نہیں تھا بلکہ اللہ نے اس کی ماں مریم بنت علیان کے بطن میں اپنی طرف سے فرشتے کے ذریعہ روح پھونکی تھی اور کسی مرد کے نطفے کے بغیر اس کی ولادت ہر ہی شخصی بھی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حسب حضرت عیسیٰ کا ذکر کرتا ہے تو این مریم کے وصف خاص کی یاد دہائی فوراً اکارادیت ہے۔ ایک دوچھہ تہی قسم آن میں غالباً پسند رہ جگہ الشفیعہ یہ بارہ دہائی کرائی ہے۔ حالانکہ اور کسی بھی پیغمبر کے تذکرے میں ایک بار بھی اس کی ایجاد کرنے والیں کیا پورا قرآن ہر شخص کے سامنے ہے اس میں میسیحیوں ایسا کا نام یہ نام ذکر ہے۔ ایک جگہ بھی نہیں دکھلایا جا سکتا کہ کسی بھی کانزکرہ قلام ابن فلاں کہہ کر کیا گیا ہو۔

جب صورت حال یہ ہے کہ تدبیبات دنادار دھپار کی طرح صاف ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی عیسیٰ این مریم کے الفاظ زبان مبارک سے ادا کریں گے ان کا واحد اور قطعی مصراط و تہیہ ہستی ہو گئی ہے اصطلاحاً یہ صحیح بھی کہا جاتا ہے اور این مریم بھی۔ لہذا کثیر احادیث میں جب آپنے خبروں کی تقبیامت سے پہلے عیسیٰ ابن مریم کا نزول ہو گا تو جس شخص کو احادیث پر اعتماد ہو اسے لادھاً یہ بھی نہیں کہا جائے اور استعلاءً اور تاویل اور جاز و غیرہ کی بیان کو فتحنا لش نہیں۔ قادیانی ان احادیث کو مانتے تو اسلئے ہیں کہ ان ہی کی آخری طبیعت مرزاغلام احمد کو صحیح موعود ہونے کا دعویٰ کرنے کی بنتیا دہائختا ہی۔ مگر مانتے ہیں اپنے مطلب کی حد تک ہیں اور ان میں وارد شدہ تمام تفصیلات کو لالہتی اور مشکلہ خیر قسم کی تاویلات کی آڑ لے کر جملہ تھے۔ مثلاً مرزاق صاحب کا یہ ذمودہ ہم پہلے بھی نقل کریں گے۔

”اللہ تعالیٰ نے یہاں احمدیہ کے تغیری رخص  
میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ یہاں احمدیہ  
سے ظاہر ہے دوسرا نک صفت مریمیت میں  
میں تیر درش پائی..... پھر..... مریم کا طح  
علیجی کی روح مجھ میں نفع کی گئی اور استغفار  
کے رنگ میں جھینے حاملہ پھر ایکا اور آخر کی چینے

دو سرانہ تو نہیں ہے کہ تزویل عیسیٰ کے بارے میں جائز  
داد دہیں ان کے سہلے مرزاغلام احمد صاحب نے سیعہ موعود  
ہونے کا دعویٰ کیا تھیں ان احادیث میں جو دیگر تفصیلات  
بیان کی گئی ہیں ان سب کو نظر انداز کر دیا یا ان کی ایسی  
روکیت تاویلیں لیں کہ عقل دعلم انجیں کسی طرح مستیوں  
نہیں کر سکتے۔

ہمارے سامنے جو کتاب چیز ہے اس میں سادہ لوح مصنف  
نے ہمارا اپنی فاعلیت اور حق پسندی کی وجہ و شناختی میں  
غیر ضروری موسٹگا نیاں تو بہت کی ہیں لیکن یہ کہیں نہیں بتایا  
کہ احادیث میں نازل ہونے والے سیعہ موعود کی جو واضح  
خصوصیات اور تفصیلات آئی ہیں ان کو مرزاغلام احمد پر پیاس  
کرنے کی آخر کیا صورت ہے۔

مثلاً ان احادیث میں تقریباً انزام کے ساتھ عیسیٰ ابن  
موہیم کے الفاظ آئے ہیں۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ قرآن د  
حدیث کی زبان میں یہ اس تھیں شخص کی گئی اور رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے صدیوں قبل متصہب نہیں تھے بلکہ سفر از

مدد اور حمایت تو مزرا کی ترتیگی کا وہ مشترکہ رہا ہے جس کے لئے  
بقول خود انھوں نے الماریوں کی الماریاں کہتا ہوں سے  
پھر دین اور دنیا کے سامنے ہے کہ عیسائیت کو وہ شکست  
تو کیا دینے عیسائیت پر ایمان رکھنے والی انگریز حکومت کی  
حتیٰ المفروض حمایت اور قصیرہ گری کرنے رہے۔ اگر  
معروضے پڑ دا فعات قادیانی حضرات ایسی پیشی بھی  
کہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے علم کلام سے کسی نظریٰ غافیت  
کا رد کیا تھا یا کچھ عیسائی ان کی کتبخانے سے مسلمان بن گئے  
تھے تو ظاہر ہے کہ اس بات کا خبریت کی اطلاع سے کوئی  
تعلق نہیں۔ کچھ افراد کا عیسائیت سے اسلام میں آتے  
رہنا اور ایرہننا چلا آ رہا ہے اور بھی جب کہ مرزا موجود نہیں یہ  
سدھ عتم نہیں ہوا۔ لیکن کیا مرزا غلام احمد کے ہاتھوں علمت  
مرثیجہ اور ابن اللہ کا عقیدہ پارہ پارہ ہو چکا؟  
تا ویلات کی پازیگری کوئی سختی ہی دکھلانے مگر عدیشون  
میں سچ موعود کے جس آفاقی کارناٹے اس کا تلقین  
اور دہم دگان بھی مرزا کی شخصیت کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔  
مرزا پر دلکشی مولہ یالا احادیث میں نیز دلگیر منفرد  
اماڈیث میں یہ آیا ہے کہ سچ موعود کے عظیم کارناٹک سختی  
میں جنگ و جنیہ ختم ہو جائے گا اور مال و دولت کی میراث  
ہو گی کہ اس سے قبول کرنے والا مُوصون ہے نہ ملے گا کیا قادیت  
کے دام فریب ہیں گر قفار ہونے والے بتائیں گے کہ اس شخصیت  
کو وہ مرزا صاحب کی ذات سے کیسے جو رہتے ہیں؟  
عدیشون کی رو سے حضرت عیسیٰ یعنی سچ موعود دجال کو  
قتل کریں گے۔ عقلیٰ کلی حضرات ملکشت فرمائیں کہ کیا  
ان کے مرزا آجھانی یہ کارناٹک انجام دے چکیا اس کی تھبت  
پائے بغیر دینا سچ لسے؟ دجال تو پریزی چیز ہے۔ اگر مرزا صاحب  
کی پیغمبری کو بھی قتل فرمایا ہو تو مطلع کیا جائے۔

"سچ ابن مریم دشمن کے مشرقی حصے میں صفتی  
میتار کے قریب زردنگ کے دلکھڑے قریب تین  
کے ہوئے اور دو قشtron کے پازدہوں پر اپنے

کے بعد جو دس میں سے زیادہ نہیں پادریعہ اس  
الہام کے جو سب سے آخر رہا ہیں انہیں کھجور کے حصہ  
چہارم میں درج ہے۔ مجھے مریم سے عیسیٰ بتا یا گیا  
پس اس طور سے میں ابن مریم مخفیاً" (کشفیٰ فوح مخفی، ناوف ۸)

اہل عقل انصاف قرائیں کہ خود کو عیسیٰ ابن مریم کا مصداق  
بنانے کی یہ رازی کو شمش معقولیت اور ممتازت کے کس خانے  
میں فٹ ہو سکتی ہے۔

ملکوں کے دو افراد اور پازیگر اس طرح کچھ لکھے  
ہئے ہتھانے کے لئے چھوڑتے ہیں مگر یہ چکلنے پر بھی سبقت  
لے گیا۔ سخت ہی ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی خرافات  
پر بھی بہت سے لوگ ایمان لئے لیکن یہ حیرت دور ہو جاتی  
ہے جب یہ نظر آتا ہے کہ شیخ طلان تو وہ فرنگا ہے کہ اس کی  
ملکاریوں اور علیاریوں سے بے شمار لوگ اور بھی سختی ہی احمقانہ  
بیہودگیوں اور لغۇچىوں پر رتکھے ہوئے ہیں۔ مثلاً قبریوں پر  
سبجہ و ریزی۔ بے جان چیزوں کی پہچا۔ بندے کو خدا کا بیٹا  
مانا۔ خدا کے وجود سی سے از کارکر گزنا۔ وغیرہ ذلک۔

کتاب پر نویس نے ادھر ادھر کی پائیں بہت بناں ہیں مگر  
یہ نہیں بتا کہ ان کے مرزا غلام احمد ابن مریم کیسے تو گئے  
عدیشون کے تنہایہ الفاظ اس بات کا اصل ثبوت ہیں لعلیم  
کی تباہی اور دل کے بکاریے بغیر کوئی بھی مسلمان یہ نہیں مان  
سکتا کہ مرزا غلام احمد کا سچ موعود ہونا ممکن ہے۔

مگر بات ان ہی الفاظ تک محدود نہیں۔ حدیث میں  
یا ریاضی بھی آیا ہے کہ سچ موعود جب تازل ہوں گے تو وہ  
مروجہ عیسائیت کا با رکھیہ تیا پانچاگر دیں گے۔ لصرافت  
کے اس طبعتہ ادعا کے کو جو بذیاد سے اکھاڑ پھیتی ہے  
کسح اللہ کے بیٹے ہیں (ان احادیث کے لئے ملاحظہ ہوئیاری  
کتاب الانبیاء۔ مسلم باب تزویل عیسیٰ۔ ترمذی ابوالیفتن  
مسنون الحسن بن حبیل مرویات ابوہریرہ رض)۔

ہتایا جائے کہ کیا مرزا اس کام سے فارغ ہو کر دنیا  
سے تشریف لے گئے؟ ہر یا بھر جانتا ہے کہ انگریزوں کی

بلا کھر کھو ہوئے اتریں گے۔

نیز یہ کہ

”دھاں کو دہ لٹر کے در دارے پر پکڑیں گے  
اور قلن کریں گے“

لیے موجودہ اسرائیل کی راجہماں سے کچھ ہی میں پر  
ہے۔

یا اور اس طرح کی متعار و خاریتی تفصیلات کی جو

قادیانی تاویلات ہماری نظر سے لگزی ہیں وہ تو اس قابل  
ہیں جنہیں کہ کوئی ہوشمند انھیں قابل ذکر کیمیں ہے۔ اگر یہ  
ہمارے مطاعہ کی خامی ہو اور کوئی قادیانی صاحب معقول توجیہ  
پیش فرماتے کہ پوزیشن میں ہوئی خود رہماں کیں۔ میران اور  
گھوڑا دلوں حاضر ہیں۔

مزید توں پر وقت فائح کرنے کے بجائے ہم اخبار

پدر کے مدیر سے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

ہفت روزہ پارقادیان سے نکلتا ہے۔ خدا جانے کیوں  
ادارہ برکجہ عرض سے برا برا پناپر چہ ہمیں پیچھا ہے۔ اس کے  
سرسری مرطا الحصہ سے اور دیر پدر کے خط سے بھی بتا چلا کہ  
کوئی موصوف تخلی کو زیر مرطا الحصہ نہ کھلتے ہیں۔ اب تو وہ باقاعدہ  
خربیدار بھی بن گئے ہیں۔ اور زوری سائنس میں انہوں نے اداریہ  
لکھا:-

”ماہنا محنتی دیوبند کا بڑا بول“

ہم اس لا حاصل ادارہ پر فصل نق کر کے صفحات سیاہ  
کرنا نہیں چاہتے۔ اس میں سوائے لفظی اسراف کے کچھ نہیں  
ہے۔ البتہ مدیر مصروف سے نیز خواہی کے طور پر کچھ خفڑا عرض  
کریں گے۔

آپ نے فرمایا:-

”اسی تو سے برس سے یہاں احرف رات جماعت  
احمدیہ اور اس کے یا نی پر کھڑکے قتوے دے دیکر  
انھیں دائرہ اسلام سے خارج بتانے کی کھربور  
کی شش کرتے رہے مگر احمدی مسلمان کے مسلمان

ہی رہے۔ اس تو کم غقیدے کا معاملہ فالٹا

دل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

فالٹ دوست انہیں جیسی بات ہے۔ یہ بیات

ہے جیسے ایک شخص بلا وضو نماز پڑھے اور مخفی اس پر بیوں کے  
کہتی ہے اس زندگی ہوئی تو اس شخص جواب دے کر تباہی کہنے  
سے کیا ہوتا ہے کسان تو ہو بھی گئی۔ میراعقیرہ ہے کہ بلا وضو نماز  
ہو جاتی ہے اور عقیدے کا تعلق دل سے ہے۔ لہذا تم جھوٹے  
میں سچا۔

اور اے مدیر کرم اسلام ہونا نہ ہونا کوئی ایسی صفت  
نہیں ہے جو سینگ کی طرح مانگے پر آگ آتی ہے۔ نہ وہ ایسی  
صفت ہے کہ جھنگ زیان سے چن الفاظ ادا کر دینا اس کے لئے  
کافی شافی سمجھا جائے۔ عیسائی اپنے آپ کو شرود م سے  
عیسائی کہتے ہیں میکن ہم سب مسلمانوں کا داعویٰ اور ایمان ہے  
کہ وہ حقیقت دین عیسیوی کے پیروں نہیں ہیں۔ تآن میں اللہ  
و ضاحت کرتا ہے کہ میکن کی نہیں دی جھنیں میساً یوں نے  
و خوت دی۔ ان یا طل عقاوی کی نہیں دی جھنیں میساً یوں نے  
دل سے گھر کر دین عیسیوی کا جزو لازم بنالیا ہے۔ آنچبا نے  
جو منافق استعمال زیانی اس کی رو سے تو عیسائی کچھ ہوئے  
اور ہم سب مسلمان جھوٹے۔ اور تعوذ باللہ ما راقی آن بھی جھوٹا۔  
آنچبا کا نہ کہنا کہ احمدی مسلمان ہی رہے ایسا ہمیں  
ہیسے یوں کہا جائے کہ مسلمانوں کے قتوی کفر کے باوجود عیسائی  
عیسائی ہی رہے۔ یا بے دھوڑی بھی ہر قیمتی کیا رہی جائے  
حقیقی کچھ بھی قتوی دیتا رہے۔

آگے آپ نے لکھا:-

”کسی شخص کو اختریار ہیں کہ دوسرے کے عقیدے  
کے پائے میں اپنی ہی مرضی کا فیصلہ دے۔“

چیزیں یہ عقولوں ہی کے لکھنے کا کوئی۔ اس کا مطلب  
اگر یہ ہے کہ علماء نے آپ کے جس عقیدے کو کھڑکی بینیا دیتے یا  
ہے وہ عقیدہ آپ کا ہے ہی نہیں تو یہ سفی رجھوٹ ہے۔ آپ تو  
ذنکے کی چوڑی مزاغلام احمد کرنی اور سچ مسعود کہتے ہیں یہی آپ کی  
جماعت کا سنگ بنیاد ہے۔ بھی وہ یا طل عقیدہ پوچھتے نہوت

رکھتے ہیں یعنی مرز اکوئی اور متعین معلوم دلتے ہیں۔ اسلام کسی کی بھی جاگیر نہیں۔ اسلام کا تقصیلی علم حصیں ہو انجیں علماء کہا جاتا ہے اور علماء کے سوا بھلا کس کو حق ہو سکتا ہے کہ اسلام اور کفر کی حدیث کی رکھے۔ وضاحت فلمئے اور مخلوق خدا کو صراحت قسم دکھلئے۔ حق تو دراصل آپ کو نہیں ہے کہ خود کو مسلمان کہیں۔ آپ یہ دھانداری اختیار نہ کرتے تو علماء بھی آپکی طرف سے زیادہ فکر مندرجہ ہوتے۔ سیکڑوں اور گمراہ تو میں اور ذنف موجود ہیں۔ ایک آپ بھی ہی۔ لیکن آپ نے قلم یہ کیا کہ اسلام سے بننا دی اخراج کے باوجود اپنے مسلمان ہوتے کا ذہن درستی رہے اور برا بر سیستی پڑھ جا رہے ہیں، پھر یا میں ظلم و جارت آپ اٹال علماء کو الزام دیتے ہیں کہ انہوں نے تاخت آپ کے خلاف فتویٰ صادر کیا۔ گویا قرآن و حدیث تو آپ کی جاگیر تھے کہ ان سے جس طرح چاہیں کھیلیں اور علماء کا فضل تھا کہ منہ میں قعنی ملائے بیٹھ رہیں۔ الظاہر کو تو ایک کوڈا نئے یقیناً ایسے ہی وفات کے لئے وشق ہوا ہے آگے آپ نے لکھا:-

”ذریب اور عقیب سے کے بارے میں پہنچنے اپنے طور پر آزاد ہے کسی کو حق حاصل نہیں کہ اس کی مرضی کے خلاف کوئی دوسرا اسلک عقیبے یا ذریب کا فیصلہ کرتا پھرے۔“

عقل کے پیچے ٹھٹھے کر دوئے کا حادروہ آپ نے سنا ہو گا۔ جب بہت ہی بھولے بھالے محروم اکیا اللہ اور رسول نے کفار عرب کے کفر پر نکیر و تحريم کرنے سے پہلے ان اس کی مرضی دریافت کر لی تھی، کیا حضرت موسیٰ نے فرعون سے پوچھا تھا کہ تیری مرضی کیا ہے میں تھے کا قریبون یا نہ کہوں؟

آپ بھول رہے ہیں جس اصول کو آپ نے دنیا بھرا کا ”مسلم“ اصول قرار دیا ہے وہ یہ نہیں ہے جو آپ نے میان کیا بلکہ یہ ہے کہ پہنچنے کو عقیبے اور ذریب کا آزادی حاصل ہے۔ اس میں ادو آپ کے بیان کردہ اصول میں یہاں ذق ہے: تلوار تو آپ پر علماء بھی نہیں امکان رہے ہیں کہ

کے تعلیٰ اور اُن عقیبے کی قدر ہے۔ اس عقیبے سے کہ مالمیں پر جو فتویٰ علمائے دیا وہ اپنی مرضی اور خاتمة زاد رائے کے تختہ نہیں دیا بلکہ وہ صرف قرآن و حدیث کے ناقل ہیں۔ پیشتوی اور فیصلہ تو اللہ اور اس کا رسول صادر کر چکا ہے کہ اللہ کی حدیث اور حجہ کی خاتمیت پر ایمان لانا اسلام کے وہ بنیادی اصول ہیں جن کو پوری طرح تسلیم کے بغیر کوئی آدمی مسلمان ہو یہی نہیں سکتا۔ آپ لوگ اسی لئے بار بار یہ اعلان فرمائے جاتے ہیں کہ ہم خاتمیت کے نکلنے نہیں لیکن اسی کے ساتھ آپ جملے کے ایک بھی پر ایمان لئے ہیں۔ یہم و مشیش ایسا ہی ہے جیسے شکار پور میں ایک صاحب سڑک کی نالی پر بیٹھے پیشہ کر رہے تھے۔ یا ہر کے دو ادی قریب سے گزرے اور ان میں کا ایک دوسرے کہنے لگا۔

”ستاخایہاں احق بنتے ہیں۔“

پیشہ کرنے والے صاحب یہ سنتے ہی تیزی سے اٹھے اور جلدی سے بوئے۔ ”نہیں صاحب پہلے بنتے تھے، اب نہیں بنتے۔“

حالانکہ یہ ارشاد فرمائے ہوئے وہ بھول بھی گئے کہ ان کا پاجامہ قبوں میں اگر اسے ہے!

تو آپ سوچئے کہ رسول اللہؐ کے ختم نبوت کا عقیدہ اور مرسلاً قلام احمد کو بھی نہیں کاٹھیں ایک بھی وقت میں اگرچھ ہو سکے تو دنیا کی ساری دشمنیوں سے نفاذ اور تناقض کے لفاظ نکال دینے پڑیں گے۔ نہیں اور ہمارا کو ایک مانتا پڑے گا۔ دہریت اور اسلام بینی میساوت تسلیم کرنی ہو گئی۔ اور اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ ہم جوچا ہے عقیبہ کھیں کسی اور کوئی حق ہے کہ ہمارے ہمارے میں فیصلہ دے تو یہ بھی عقل والی کہنے کی بات نہیں۔ قرآن نے صرف یہ کہ دوسرے کے عقاید پر کھل کر فیصلہ دیئے ہیں بلکہ متعدد کفار کے نام بھی ثابت دوام کر دیئے ہیں۔ اسلام تبلیغی ذریب ہے تبلیغ کہنے ہی اس کو ہیں کہ صحیح عقاید کی اشاعت اور غلط عقائد کی تزدیز کی جائے۔ آپ حضرات کا حوال یہ ہے کہ دعویٰ تو مسلمان ہونے کا کرتے ہیں مگر عقیبہ ملا بیرون پر خلاف اسلام

ظاہر کی ہے، یہ آپ سے کس دلیا کے نے کہا یا کہ اسلام نے علماء اسلام کے ہونٹوں پر ہبہ میں لگادی ہیں کہ خبردار تم کوئی اپنی رخیال نہ کرنا خواہ امتحان کے کچھ اولاد کیسا ہی نامعقول عقیدہ گھوڑتے اور شائع کرتے رہیں۔ قم گمراہ کرنے والوں کی نشانہ بی مرث کرنا۔ تم فریب کاروں کا فریب مرث کھولنا۔

آپ نے ایک سے زائد یاریہ خیال ظاہر فرمایا ہے کہ عامر صاحب ہندوستان میں احمدیت کی مقبولیت سے شیاطین پر خالف ہیں۔ ہم عرض کرنے میں کھوف سے آخر آپ کی کیام را ہے۔ اگر یہ لفظ اس معنوں میں لاگیا ہے جو ارادہ لفظ "ڈر" سے سمجھیں آتا ہے تو بالکل بے معنی ہے کیونکہ ہماری خیریت میں کیا ذائقہ آستانا ہے۔ اگر ملکیں دنیوں کی تھیں سو سے بڑھ کر ہزار اور ہزار سے بڑھ کر لاکھ دس لاکھ ہو جائے۔ ہمیں جانی یا مانی کوئی بھی نقصان قاریہ نیت کے فروغ سے نہیں۔ پھر خوف کیا ہے؟ اور اگر اس معنوں میں بولا گیا ہے جس کے لئے اندیشہ تشویش اور تکریبے الفاظ مستعمل میں تو یہ شک فلط نہیں ہے۔ جو بھی دین آذی کو پسند ہو گا وہ چاہے گا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ اسے اختیار کریں یا باطل ادیان مٹ جائیں۔ ترانی بیان کے مطابق حضور مسیح علیہ السلام کے کھشتی سے ہمیں بھی غم اور فکر ہے کہ قادریت ان کے غلام کی جیشیت سے ہمیں بھی غم اور فکر ہے کہ قادریت کی باطل آئیہ یا بوجی فروخت نہ لپٹے اور ایک بھی مسلمان قادریت نبنتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد کم کرنے کا باعث نہ بنے۔ اللہ نے ہمیں ایک نسلم اور ایک جریدہ دیا ہے۔ اسلام کا تھوڑا سا علم دیا ہے۔ اس لئے ہم پر یہ زلیخہ عائد ہوتا ہے کہ احقاق حق اور ایطال باطل لئے غافل نہ ہوں۔ اسی فلسفیت کا احساس ہے جسے آپ "بڑا یوں" قارڈے رہے ہیں۔

آپ نے اس خوش فہمی کا اظہار فرمایا۔  
”احمدیت پر کدری افتخار و صدیق و حق و صداقت میں مقبولیت اور اثر و نفعوں کی زبردست فرمت ہوتی ہے  
اس نے باوجود شریعت کی خلافت کے

کیوں تم مرزا کو سچ مدد ہاتھتے ہو۔ انھوں نے کہی ارادہ نہیں کیا کہ قادریوں کو ڈنڈے کے زور سے تباہی عقلاء پر مجید رکھیں۔ ان کا موقف یہ ہے کہ تم جاہے کچھ عقیدہ رکھو چاہے دس نئے پیغمبر رکھو تو۔ چاہے تآن و خاہی کے پھر بھی معنی دکالے جاؤ مگر دنیا کو یہ فریب مرث دو کہ ہم مسلمان ہیں۔

مسلمان وہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بن کری بھی نبی کی بعدشت مکن نہ سمجھے اور قرآن و حدیث سے بیہودگی نہ کرے۔ دنیا میں کبھی کس نے یہ اصول بنایا ہے کہ کوئی شخص یا گروہ وہ سے کسی شخص یا گروہ کے بازے میں اپنی رائے ظاہر کرنے کا جواز نہیں۔ قرآن اور حدیث میں اس کے سوا کیا ہے کہ بعض عقائد کی تحسین اور بعض کی تردید کی جگہ ہے۔ آنہناب کی اس شخص کے بغیر مسلم قرار دینے میں شامل نہیں کریں گے جو خارجہ کے وجوہ کا منکر ہو۔ تو کیا آپ کا یغسل جرم ہو گا اور اس پر یہ کہا جائے گا کہ آپ کو دشمن کے عقیدے اور ماریب کے بارے میں فبصہ دیتے کا کیا حق ہے۔ ہاں یہ آپ پتے صحیح لکھما

”اسلام ہی وہ پیارہ مذہب ہے جس سے شہرخون کو مذہب و عقیدے کی پوری پوری آزادی ایسی جانے کا بر ملا طور پر اعلان کیا ہے۔“

مگر آپ بھول گئے کہ اسلام ہی وہ پیارہ مذہب ہے جو بت پرستوں کو کا فراد و خدا کے منکروں کو ملکی اور ختم نبوت کے باطلیوں کو کوئی قرار دیتا ہے۔ یہ بحث ہم یہاں نہیں اٹھائیں گے کہ مسلمانوں کو ہرگز تو یہ آزادی اسلام نے نہیں دی کہ جو چاہے عقیدہ رکھو۔ مسلمان عقائد کو فلسفیت کرے تو اس کی سزا قتل ہے۔ یہ آزادی کہ جو چاہے عقیدہ رکھو ان لوگوں کے لئے ہے جو مسلمان نہیں ہیں۔

بہر حال اسلام کی دی ہوئی آزادی کو علماء سلب نہیں کرتے بلکہ دیتا بھر کے معترض مسلم اصول کے سخت وہ آپ کے اختیار کردہ عقائد کے بارے میں اسی طرح اپنی رائے ظاہر کرتے ہیں جس طرح اللہ اور رسول نے فحون، ابو جہل، ابو لہب اور دیگر اہل کفر کے بارے میں

دلائل اور علم کلام کے لاجواب اثرات سے بھی  
کم خالق نہیں ہیں؟

ہم عرض کریں گے کہ عامر عنانی کو جو فکر و تشویش ہے  
وہ عام برادران اسلام کی کم علمی اور کم فہمی کی بنا پر ہے۔ وہ  
انتی بصیرت نہیں رکھتے کہ قادیانی پر پینٹنے سے اور علم کلام کی  
خامیوں کا بارہ اور اک کر سکتیں۔ ورنہ جہاں تک قادیانی علم کلام کی  
اور دلائل کی مفہومی کا تقعنٹ ہے عامر عنانی اسکے دبادار سے  
آج تک حرم میں ہے۔ باختلاف کو اگر سی کیا ہے۔ ہم جناب سے  
گز براش کریں گے کہ آئیے ایک مرتب نے سرے سے افہام و فہم  
کر لی جائے۔ افہام و فہم کا طریقہ نہیں ہے کہ ہم جو کچھ اخڑاض  
کریں اسے نظر انداز کر کے آپ دوسرا آگ رکھتے چل جائیں۔  
بجھت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ تیرہوار ایک ایک ایکم کو لیا جائے  
اور منفی و مثبت دوں پہلوؤں سے مختلف کو اگے بڑھا  
جلائے۔ آپ بخوبی کی مختلف حشوں پر نظر ڈالیں۔ ہم صفت  
یہی نہیں کرتے کہ اپنے موقف کے ایجادی دلائل پیش کریں بلکہ  
زینتی مانی اپنے موقف کے جو دلائل پیش کر رہا ہے اس کا بھی  
علمی رکھتے ہیں اور کوئی ایسا لکھتے نظر انداز نہیں کرتے جس سے  
ہمارے موقف پر غبار آتا ہو۔ آپ حضرات کاظمیہ اس کو مختلف  
ہے۔ مثلاً ”قادیانیت کے حبیب و گیریاں“ کا عنوان دے کر  
ہم آپ کے عرض دلائل پر لفڑ کر رہے ہیں۔ آپ کی طرف سے  
دوسرا ایک اپنے موقف کی تائی میں پیش کی گئیں۔ ہم سے علمی و تحقیقی  
دلائل کے ساتھ واضح کیا کر آپ نے ان آیات کا غلام شہود ملیا  
عقلی و فتنی کسی بھی اعتباً کی وہ فہرست نہیں لکھا اور آپ نے اسے  
جو کوئی استرار الیکریا پر عقولیت سے بعید ہے۔ اب ہوتا یہ  
چاہیے کہ یا تو ہمارے اس علمی نقہ، کام عقول جواب لا ایں ورنہ  
ٹسلیم کر لیں کون قلت درست ہے اور ائمہ سمجھی ان آیات سے  
صحیحت نہ پکڑیں۔ مگر آپ لوگ نہ کرنے ہیں وہ بکھر اپنی  
ہانکے چلے جاتے ہیں اور حبیب جی چاہے پھر ان ہی آیات سے  
وہی مفہوم رکانا شروع کر دیتے ہیں جس کی فحیصلہ کن تردید  
ہو چکی۔

دیکھئے آپ کے پاس بتا ہے اور ہمارے پاس تھی۔ اگر

احمدیت کی قبولیت کا دائرہ دیکھنے تھا جا رہا  
ہے۔ چنانچہ دیگر علماء کی طرح عامر عنانی صاحب  
جماعت احمدیہ کی مقبولیت سے اندر ہی اندر  
مرعوب ہیں”

ہم سمجھتے ہیں اگر کسی عقیدے اور مشن کا دامت پذیر  
ہوتا ہی اس کے برحق ہونے کی دلیل ہو تو کیوں نہم تو احمدیت  
و قادیانیت سے لاکھوں گت اٹھو کر برحق ہوتا چاہئے۔ دنیا  
دیکھ رہی ہے کہ خدا کے انکار اور مادت کی پرستش کا یہ فکر و  
عقیدہ روز بروز نشاپھیلتا چلا گیا اور آج تک نہ کرو زمان اسکی  
زلف کے اسیہیں۔ کبی کبی صالک اسی کو دین مملکت بنائے  
ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں بتیرے باطل و فاسد نظریات کا  
روز افزودن ترقی کرنے والوں کا مشاہدہ ہے۔ قبر پری پر نظر  
ڈال لیجئے۔ قبروں کے کسی بھی میلے میں آپ کو بچھپے سال سے  
زیادہ صحیح نظر آئے گا جملی براہمیوں کا بھی بھی حال ہے  
ہر طرف اضافہ ہی اضافہ۔ تو کیا یہ سب ”حق و صراحت“ کے  
جلوے ہیں! کماش آپ نے حقیقت پسندانہ فکر و نظر سے  
کام لیا ہوتا۔ انہیا جب تھی آئے ہیں مخفوق کو سراپا حق قیمت  
ہی کی دعوت دیتے آئے ہیں۔ لیکن معلوم ہے کہ ان میں سے  
اکثر اپنی ہی قوم کی جفاوں اور انہیں کاشکار ہے۔ انکی  
دعوت حق باطل کے شور شریب گم ہو گئی اور ان میں سے کتنوں  
ہی کو اہل باطل نے قتل کر دیا۔ اس سے اس کے سوا کیا تابت  
ہوتا ہے کہ کسی نظریے اور دعوت کا پھیلنا نہ پھیلنا اس کے برحق  
ہونے کا کوئی قطعی ثبوت نہیں۔ احمدیت کو اول تواتر ازیادہ  
فراغ نہیں ہوا جتنا آپ نہ تردد رہے ہیں میکن ہوا بھی ہو تو  
اس سے اس کی حقایقیت کا ثبوت جھیا نہیں ہوتا بلکہ صرف  
یہ ثابت ہوتا ہے کہ شریطان پھر تیادہ ہی کامیابیاں  
حاصل کیتا چلا گیا ہے۔

اپنے اداریہ میں اور جو گل انسانیاں آپ نے کی ہیں نہیں  
نظر انداز کر کے انہیں ہم صفت لکی گل افسانہ پر کچھ عرض کرنا  
چاہتے ہیں۔ آپ نے عامر عنانی کے بالے میں تحریر فرمایا ہے۔  
”وہ جماعت احمدیہ کی طرف سے پیش کردہ نزدیک  
”

## «مصلحان قوم اور مسلمانوں سے کچھ صاف باتیں»

یہ دراصل مولانا ابوالحسن عسلی ندوی کے میظوظ "مسلمان ان پندت سے کچھ صاف ماف باتیں" کے درمیں لکھا گیا ہے اور اسکے مصنف ہیں کوئی صاحب محمد مصطفیٰ اکمل الدین صہبی نقی اختری جعفیں اجتنب اہل سنت و جماعت کے صدر ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ ضلع کرم نگر سے چھاپا گیا ہے اور اس کے مختصر تعارف میں بطور جعفیں و تابیں جو سلطنت رکنا پچے میں لکھی گئی ہیں اس کے لکھنے والے بھی اسی اجتنب کے سابق صدر ہیں ان بزرگ نے اپنے نام کے آگئے ہی۔ اے لکھ کر اس حقیقت کی طرف اشارہ کر دیا کر ان کی وہ عمر عزیز تعلیم کی عمر پہلا فیض ہے علم دین سیکھنے کے بجائے انگریزی اسکول اور کالج میں لگزدی ہے لیکن کتاب پچے کے قابل مصنف کے نام نامی کے ساتھ آگے پچھے کوئی ایسا وصفی لفظ نہیں نظر آیا جس سے اندازہ ہیر سکے کہ وہ عالم دین ہیں یا فالمر دینا۔ قیاس یہی کہتا ہے کہ وہ عالم دین ہر حال نہیں گے بلکہ انگریزی دینی درستگاہ سے ستر فراخ گت حاصل کی ہوتی تو رادا جاؤ اس کا تذکرہ کسی نہ کسی اصطلاحی لفظ نام کے ساتھ ہر درآجاتا اور کتاب پچے کے عنایت ہرات سے سمجھی یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ان گراجی قدر حضرات میں ہیں جو علوم دینیہ میں شاگردی اور عرق ریڑھ کی زحمت اٹھائے بغیر استاد اور مرشد۔ وشق بن پھٹے ہیں۔

"اہل سنت والجماعت" کا اسم میاڑ کبھی ما فی بعد میں ٹراویق اور درفتار تھا۔ اس نام سے ان عالی مقام ہم تینوں کی طرف اشارہ ہوا کرتا تھا جنہوں نے اپنی تحریک میں علوم دینیہ کی تعلیم میں لگا کر فرمان دین سنت سے اصول و عقائد کا علم کلام ایسا ہے اور وہ ایسا ہے۔ جیختس کیا اور زبردست مطالعہ اٹھائی تربیت اچلا کہ پیش روں پر و پیش فرے کے قبیل سے نکلا۔ حقیقت اس کی کچھ بھی نہیں ہے۔

واقعی آپ کا خیال ہے کہ قادیانیت کی جھوٹی نیں معقول و موثرہ لائل کا کچھ سرما یہ موجود ہے تو آئیے ہم نے سرے سے ایک ایک آئیں پر گفتگو کر لیں۔ آپ ہماری تحریر پیدا ہیں تلقن کریں اور ہم آپ کی تحریریں تخلی میں تلقن کریں جائیں گے سب سے پہلا آئیں ہم یہ رکھتے ہیں کہ صحیح مودودی کی آمد والی جن حدیثیں کے بل پر آپ مرزا غلام احمد کو مسیح مسیحو تسلیم کئے بیٹھے ہیں ان میں صاف صاف عیسیٰ ابن موسیٰ صدیم کے تزویل کا ذکر ہے۔ ان کی دیگر خصوصیات پر گفتگو بوری میں ہوگی سب سے پہلے اسی نام کے تعلق ہو افہام و فہیم کو کسی آخری فیصلے تک پہنچایا جائے۔ کسی اور شوشنے سے خلط مبحث نہ ہو اور غیر متعلق شقینہں زیان میباشد لائی جائیں۔ اگر آپ نے قابل قلم ولائل سے واضح کہہ یا کرفتادیاں کے مرزا غلام احمد ہی کو چودہ سو برس پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدیجی ابن مريم کہا تھا تو ہم آپ کی بات تسلیم کر کے دوسرا آئیں ہیں کہ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کے فلاں لازام قتل سے دس دلائل پر جو دہروں تو محض ایک دلیل کے رو ہو جانے سے بقیہ تو دلیلوں کا رذہ نہیں ہو جاتا بلکہ ضروری ہوتا ہے کہ ایک بھی دلیل قابل قبول باقی تر ہے ورنہ جرم ثابت مانا جائے گا۔ اسی طرح قادیانیت کے خلاف جتنے دلائل ہمایہ پیاس موجود ہیں ان سب ہی کو نمبر دار غلط ثابت کرنا آپ کافی ہو گا۔ اور اگر آپ اس پہلے آئیں ہی کی محققوں تو جیسا و تشریح نہ کر سکے تو دوسرا موسیٰ مولانا فیضیان قطعاً بیکار ہوں گی۔ بہت شور ناکر تے فتح کے قادیانیوں کا علم کلام ایسا ہے اور وہ ایسا ہے۔ جیختس کیا اور زبردست سے نکلا۔ حقیقت اس کی کچھ بھی نہیں ہے۔

## پارکنگ و سترن

اس وقت ہمایہ سامنے ایک ۲۹ صفحات کا کتاب پچھے ہے جس کا نام ہے:-

جس پر مولانا موصوف شاڑا نکیکر رہے ہیں۔ مثلاً «مفتی صاحب کی نسبت باطنی تہایت قوی اور نہایت ہی زد اثر طلاق جس پر فدا تو جرمانتے اس کی حالت بدل جاتی..... اب یعنی ارباب باطن مزار مبارک سے اس ذوق و صفات کی کیوں کیوس کرتے ہیں» (اکابرین کائنۃ حملہ ۲۹) اسی کتاب میں میر نویں الیاس صاحب یا فی جماعت تبلیغی کا یہ ارشاد گرفتی موجود ہے۔

«اُن قبرستان کے بزرگ اب یعنی مغلوق خدا کی وہ خارمت انجام دے رہے ہیں جو نکار بزرگوں سے نہیں ہو رہے ہیں۔

(اکابرین کائنۃ حملہ ص ۱۱۳)

پیر «مفتی صاحب کی قبر کے پاس ایک حصہ جیکی بینائی جاتی رہی ان کے قسطنطین سے دعا مانگی اس کی بینائی والیس آئی جس پر وہ اُنکی قبر کو پختہ بنایا، پھر اس کو کٹھا کر درہیان کا حصہ خام اور اطراف پختہ ہے۔

(اکابرین کائنۃ حملہ ص ۱۱۵)

ان اقتباسات کو پیش کر کے کمال الدین صاحب بجا طور پر احتیاج کرنے ہیں کہ عرسوں اور قبوری میلوں غیرہ پر شرک جلی و نفعی کا طعن کرنے والے مولانا میں میان آخر اپنے بزرگوں کے ان نوادرات پر خاموش و مغلمن کیروں ہیں ان سب میں انھیں نویسی کے جلوے کیسے لظاہر نہیں ہیں ان کے خلاف ان کی زبان اعتراض کیوں نہیں ممکن۔ یہم اپنے الفاظ میں کمال الدین صاحب کی گرفت کا غالاصہ بیان کیا ہے۔ میں نہیں معلوم اکابرین کائنۃ حملہ کی کتاب ہے۔ لیکن مولانا الیاس حنفی اللہ علیہ کا اس میں بطور تحسین ذکر ہوتا واضح کرنا ہے کہ یہ مدارے ہی حلقة اور مذہب فکر کے اسلام کا انوار فکر کا فی ہے اور یہ دیدار فیما س پہنچ کے مولانا میان اس سے بے خبر ہوں۔

بہم ذریلیدہ اذکار سے رابط ہے تو قلام شاہ صاحب اور قلام قطب الاولیاء اور قلام شیخ دمرشد سے اور دیستگی ہے تو ایسے علم کلام سے جس میں تآیات ہیں اہادیت یا لمحہ نظرات اولیاء ہیں۔ ملکشیر قات مشارع ہیں، رنگات تصویف ہیں اور ہر وہ پیغمبر ہے جس کی بیناد در درسالت، دور صحابہ و تابعین اور افکار الحمد میں کہیں نہیں ملتی۔ اسی لئے کسی نام یا بخشن کے ساتھ "اہل سنت والجماعت" کا ہائل دیکھ کر آج آپ مانکلف یعنی اخز کر سکتے ہیں کہ یہاں جہل اور سمجھ فتنکری کے مکروہ چہرے کا ایک حسین نقاب ہے جسے رہر کی گولیوں پر چاندی کے درق کی طرح چڑھایا چکھے

مولانا عملی میان روی کی ذات دلا صفات کسی تفہیم کی محتاج نہیں۔ وہ ہندو پاک ہی میں نہیں دینا کے عرب میں بھی الاستاذ کے لقب سے یاد کی جاتے ہیں اور ان کی گونائیں صلاحیتوں سے لاکھوں اشخاص مستائز ہیں۔ ان کی مرح کرنا اگر یا سورج کو چسرا غ و کھانا ہے۔ لیکن عیرتی کے پاک ذات تو یاری تعالیٰ ہی کی ہے اور عصمت انسیا پر ختم ہو چکی۔ ہم انصاف نہیں کریں گے اگر یہ کہیں پڑھ نظر تباچے کے مصنف معطی اکمال الدین صاحب نے مولانا موصوف پر جو گرفت کی ہے وہ بے تکمیل اور لایخی ہے۔ گرفت یہ ہے کہ ایک طرف تو مولانا موصوف سلما توں کے مشترکانہ اذکار داعمال کا اقام کرتے ہیں۔ قبوری ہنگاموں پر شرک دیدعت کا الزام رکاتے ہیں اور دسری طرف دعائیں کا کوئی تو اس نہیں لیتے جن میں خود ان کے بزرگوں اور ان مذکتب فتنک سے تعلق رکھنے والوں سے ٹھیک ٹھیک اسی ہی خیالات دا اذکار کا انہما رہو رہا ہے جن پر موصوف مفترض اور ماقوم کشاں ہیں۔

مثلاً مولانا موصوف کے کتابچے سے کمال الدین رضا نے ایک لمبا اقتباس شیر کیا جو قبوری شریعت کے بیگ دیار پر احتجاج اور نکیر سے پڑیز ہے۔ پھر "اکابرین کائنۃ حملہ" تا می کتاب سے کچھ ایسے نکڑے نقل کئے جن میں وہی سب کچھ ہے

ان حضرات کی تحریر فرمودہ ہیں۔

(۱) قادة المشائخین انجام مولانا سید محمد فرباد پاشا (۲) مولانا سید شاہ نعیم الدین حسینی بنتہ نوازی (۳) مولوی سید نور الدین قادری تمشی فاضل۔

ان حضرات کے امامگرامی کے ساتھ جو خطابات وغیرہ ہیئے گئے ہیں ان سے تو ہمیں دچکی نہیں۔ خطابات ٹھہر کی مایا ہیں جس کا جی چاہیے پہنچ بھر کر جسے چاہیے القاب و آداب سے نواز سکتا ہے۔ ہمیں دچکی ان علمی کارناموں سے ہے جو واقعہ یہ ادازہ کراستہ ہیں کہ کون شخص علم و آگہی اور فہم و دراست کے کس مرتبہ و مقام پر ہے اتنے بزرگوں میں سے کسی کا بھی کوئی ایسا کارنامہ ہمارے سامنے نہیں ہوا۔ سے ان کے علم و تفہیق کا سراغ ہاتھ آئے۔ البتہ تقریبیوں سے ادازہ ہوتا ہے کہ ان کے پاس خوبصورت الفاظ اور خوش فہمیوں کا ذخیرہ تو وافر ہے مگر قرآن و سنت کے انوار ساطعہ اور دلائل روشن کا کوئی سرماہہ نہیں۔ یہ سب حضرات اس خیال پر منفق ہیں کہ خیر القردن کے طور طریق سے یغاوت اور قرآن و سنت کے حکمات سے اخراج کر کجو" قبوری شریعت" مسلمانے ایجاد کر لی ہے وہی عین حق ہے اور وہ پرخیا اسلام کی سرستے بڑی صورت میں ہے۔ حدیث کے تقریبیوں کا سرماہہ اس کا نتیجہ ہوا۔ اور مولانا ناصر طلبہ تصوف و طریقت کے راجح پر کیا طرز قدر پستہ ترملتے ہیں۔

کہنا جو کچھ ہے وہ ہمیں تقریبیوں کا روس سے نہیں بلکہ مصنف سے ہے۔ رب سے پہلے ہم یہ معلوم کرتا چاہیے کہ مولانا علی میاں جیسے شہرہ آفاق عالم و استاد کو درس شریعت دینے والے لاکن مصنف کا اپنا مبلغ علم کیا ہے انھوں نے قرآن و حدیث کو کن استاد و مدرس سے پڑھا ہے۔ اور

در اصل خود مولانا علی میاں تصوف و طریقت سے قریبی تعلق رکھتے ہیں اور غالباً ایک شیخ و سنت کے مرید بھی ہیں۔ پیری مریدی کا سلسلہ حقیقتہ تو ایسا سلسلہ نہیں جو سلام قرآن و سنت سے بے میل ہے اور اس سے دائبستہ ہو کر ایک عالم دین سنکر صحیح سے دور ہو جائے۔ لیکن امت ازاد ماننے اس سلسلہ میں بعض ایسے تصورات داخل کردئے جائیں کہ بڑے طبقے علماء اور اساتذہ بھی انسے آزاد ہوئے بغیر سلوک کی راہ طے نہیں کر سکتے۔ یا انہیں رنگ مل جائے تو کیسے کھین ہے کہ آپ پیاں کی پیکن اور زندگی کا کوئی حصہ آپ کے حلق سے نہ اترے۔ یہ رنگ یا فی کی حقیقت میں داخل نہیں ہے بلکہ اس میں اس طرح حل بوچکا ہے کہ گھوٹ بھرتے وقت وہ گلہاس کی تہہ میں نہیں بیٹھ سکتا شاید بھی وجہ ہے کہ استاد مکرم "مولانا علی میاں" حبۃت علمی شان میں ہوتے ہیں تو توجہ و درعاالت کے سیل میں اذکار و خیالات ان کے قلم پر پھوٹ نکلتے ہیں اور شرک و پاہت کے ان کی زبان تیج روایات بن جاتی ہے۔ لیکن جب اس شان پر تصوف و طریقت کے رنگ کا غلبہ ہوتا ہے تو یہ تپورمان پڑ جاتے ہیں اور یہ فیصلہ کرنا باشوار ہو جاتا ہے کہ مولانا ناصر طلبہ تصوف و طریقت کے راجح پر کیا طرز قدر کہنا پڑتے ہیں وہ یہ ہے کہ کتاب پچھے مصنف نے جن خیالات اذکار اور سوامی عفان کی اسلام کی خوبیں د تعریف کی ہے وہ بہرگز بہرگز اسلام سے مردبوط نہیں ہیں اور جن بزرگوں نے اس کتاب پچھے پر تقریبیوں لکھ کر یہ گلائشانی کی ہے کہ یہ کتاب پچھے صحیح اسلامی عقاید کا آئینہ دار ہے انھوں نے خوب و وقت برداشت کیا ہے۔

تقریبیوں — جو اس کتاب پچھے کے آخر میں شامل ہیں

ظاہر کرتا ہے تو دین میں اس کی کوئی قیمت نہیں ممکن ہوتا۔ اس کی تاویل کریں گے اور تاویل نہ ہو سکے تو اسے دیوار پر دے ماریں گے۔ کیا حقیقت ہے کی ایسے قول کی جو اسلامی مسلمات کے خلاف ہو۔

یہ سب ہم نے اس مفردہ پر کو تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ نہ کوہ دلوں بزرگوں کے ارشادات میں واقعہ گوئی چیز بدعاۃت کے حق میں پائی جاہی ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اول تو ہر ہدہ کتاب میں مختصر نہیں جس کا انتساب شاہ ولی اللہ کی طرف کردیا جائے۔ شاہ صاحب انسان ہی تھے۔ غیر مقصوم اور غیر نبی۔ وہ ماں کے پیٹ سے عالم فاضل نہیں پیدا ہوئے تھے قدرتی تاریخ کے ساتھ رفتہ رفتہ وہ بڑے بنتے گئے اور عظمت کے بلند مقام تک پہنچنے میں انھیں زینہ زینہ بنت ہوئیں پڑا کون کس بنتیا دپر دعویٰ کر سکتا ہے کہ تاریخی ارتقاء کے اس پورے زمانے میں انھوں نے جو کمی رائے ظاہر کی وہ محنت من اور فیصلہ کرنے ہی تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بازار میں ان کی تمعید کیا جائیں ہیں جن میں ایک دوسرے سے متصادم یا تباہی ہوئی ہیں مثلاً المانتماہ فی سلاسل اولیار میں وہ طواف قبر نک کی تعریف و تعلیم دے جاتے ہیں لیکن الیاذ المبین او حجۃ الزانیۃ جیسی کتابیوں میں اس کی سوت مختلف ان کا مسئلہ ہے۔ لہذا ماننا ہو گا کہ اعتماد کے قابل ان کی صرف وہ کتنا پیس میں جو علم و عقل کی پختگی کے بعد لکھی گئیں اور ان میں ز آن و حدیث سے استفادہ کیا گیا۔ ان کی بھی بہ پیشین نہیں کہ جو کچھ ان میں ہے وحی کے درجے میں ہے۔ ہرگز نہیں۔ خطائے فکری کا امکان شاہ ولی اللہ سے لے کر شاہ عبدالعزیز حیلہ فیض کے طبق اجتہادی سے جاتا ہے۔ اور صحابہ فتوح اللہ علیہم السلام کے خطائے اجتہادی سے بالآخر نہیں تھے۔ لہذا زبردة النصائح اور فیارسا طعماً و روشیہ اور اسی نوع کی دیکھی گئیں میں شاہ ولی اللہ بیان شاہ عبدالعزیز اگر ملیں ہوں پر فاتحہ خواتی اور میلا دویجہ کی عدج و ستائش میں کچھ بلکہ جائیں تو اسے دلیل و شہادت کے طور پر دہن پیش کر سکتا ہے جسے دلیل و شہادت کے معنی معلوم نہ ہوں۔ اور جو یہ نہ جانتا ہو کہ فنا فونِ شریعت اس طرح کے اقوال سے

اگر نہیں پڑھا تو کیا اپنے ہی طور پر ان کا گہرا مطالعہ کیا ہے خود کو صدقی اور اشرفتی کو دینے سے تو کچھ نہیں ہوتا۔ آپ قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی، سب کچھ لکھا۔ اتنے ایجن اہل سنت و جماعت کا صدر بن جانا بھی علم و تفقہ کی دلیل نہیں۔ لوگ نواز جملہ ہاں فیل ہو کر وزیر اور مقرر نریخانہ ہیں۔ بعض بڑے لوگ پڑاکری بھی پاس نہیں ہوتے۔ اللہ دے بندہ ہے۔

جخس ہمیں اس نے ہے کہ کتنا بچے میں دعوے تو بہت ہیں مگر کہیں کسی آیت یا حدیث نے کوئی استدلال نہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کھلا حکم ہے کہ اے مسلمانو! جب تم میں کسی مسلمہ پر اختلاف ہو جائے تو قرآن و حدیث کی طرف رجوع کیا کرو۔ فاتح تنازع عتھر فی شیعہ فرد و کل ای اللہ و اس سوں۔

دعووں میں ہر شخص آزاد ہے۔ قادیانی کیا کچھ دعوے نہیں کرتے۔ بریلوں بیلوں ادیوبن بیلوں اور دوسرے سب مرکاتی فکر کے پاس دعووں کے دفتر ہیں لیکن ہر مقولہ زمیں سمجھ سکتا ہے کہ مجرد دعوے کوئی قیمت نہیں رکھتے جب تک ان کے تقویٰ دلائل نہ ہوں۔ ہم نے آج تک ایسا کوئی دعوے کو ساختہ کیا کہ علم ہی نہیں کر دلیل کہتے کہے ہیں۔ انھوں نے بہت نیز ما تقویٰ کیا کہ ایک دو عبارتیں شاہ ولی اللہ اور شاہ عبی الدین عزیز رحمہما اللہ کی نقل کر دیں اور مطہن ہیکے کو دخونی پایہ ثبوت کر پہنچ لگی۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان عوام میں ہیں جو نہیں جانتے کہ دین و شریعت میں دلیل و جوست کے کہتے ہیں اور بزرگان دین کے اقوال کی کیا حیثیت ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ بیان شاہ عبدالعزیز نبی تو نہیں تھے وہ دونوں ما تقویٰ فریب کی شجفیت ہیں حالانکہ دین کی تکمیل و دری رسالت میں ہو چکی اور اسلامی عقائد و فتویٰ ایضاً کا گوشوارہ بخیل القبور میں تیار ہو چکا۔ بعد کا کوئی بزرگ چلے ہے وہ کتنا ہی مقام ہو اگر طریقہ اصول و عقائد کے خلاف کوئی رائے

تائیں میں نقل کیا اور اپنی طرف سے یہ افنا تھے بھی فرمادیا کہ ان حفظلوں میں رسول اللہؐ بھی تشریف لاتے ہیں۔ ہر شخص دیکھ لے کہ یہ صoron تو شاہ صاحب کی عبارت میں موجود ہے۔ تاہم یہ فرض ہی کہ لیا جائے کہ شاہ صاحب ایسا خیال فرماتے ہوں گے تو ہم حصہ مصنفوں اور ان کے تقریب زگاروں سے ہوش کر دیں گے کہ شاہ ولی اللہؐ کا کشف دم کا شفیر قطعاً حجت ہے۔ با تکلیف ممکن ہے کہ شیطان الحفیر دھوکا دے گیا ہے۔ امکان کو تقویت اس بات سے پہنچتا ہے کہ حضورؐ کی ولادت شریفہ اور قبلہ نبوت کی اکثریت سیز روایات ناقابل اعتبار ہیں۔ روایت کو جانچنے کے لئے ایک مستقل فتن موجود ہے۔ کسی بڑے سے بڑے شخص یا اگر وہ کامیڈی یعنی کرلس کر فلاں فنلاں روایات صحیح ہیں کوئی قبرت نہیں اور کتنا اگر اس فتن کی کسوٹی صحبت کی تصدیق نہ کریں ہے۔ میلاد کی حفظلوں میں زیادہ تر ہے بنیاد روایات بیان کی جاتی ہے اور بے بنیاد باتوں کا بیان ایسا کا رخیہ نہیں ہو سکتا کہ فرشتے اسے سر و میں اور انوار میں سکے کی ان پر بارش ہو۔ جھوٹ کی میں فطرت میں سیاہی ہے۔ ہر وہ روایت جھوٹ ہے جسے فتن کی میزان پر وزن قرار دیے۔ اگر راقعۃ یہ الترام کیا جائے کو حفل میلاد میں صرف صحیح و ثقہ روایات بیان ہوں تو حضورؐ کی پیدائش اور قبلہ نبوت کی کراہتوں کا ذکر و بیان گھنٹہ بھر بھی نہیں چل سکتا۔ لہذا رونق حفل کے لئے رطب دیا اس کے دعییر رکائے جاتے ہیں۔ پھر کبیسے ان لیا جائے کہ جھوٹ اور حق کی اس خلائق طبق کو زشتیں کی تھیں و تائید اور اللہؐ کی حیات حاصل ہو گی۔ شاہ ولی اللہؐ صاحبی پر عز و عز عباد اللہ بن مسعودؓ سے پڑھ دکہ تو نہیں ہو سکتے۔ ابن مسعودؓ ان گوں کو سبی سے بھکارا دیتے ہیں جوڑ کر اللہؐ اور دخوانی کے لئے مسجد میں جمع ہونے لگے تھے۔ ساتھ ہمیں یہ بھی کہتے ہیں کہ اے اللہؐ کے بنی واہبی تو رسولؐ اللہؐ کا کھن بھی میلاد نہیں ہوا ابھی سے تم نے بارعات یا زی شروع کر دی! یہ واقعہ قریٰ روایات سے ثابت ہے اور عقیلی ہمیں

منا ترہ نہیں ہوا کرتا۔ ملما حق نے شاہ ولی اللہؐ اور شاہ عبد العزیزؓ پر بزرگوں کے ارشادات کی مناسبت ناولمیں بھی پیش کر دی ہیں لیکن ہم اسرا و درائکو اختیار کر کے وقت برداز کرتا ہیں چاہئے۔ اخلاقی مسائل میں گفتگو کا یہ طریقہ متفق ہے ہمیں کرف آن وحدیت اور ماہرین فتن کے ارشادات سامنے موجود ہیں مگر ہم فلاں شاہ صاحب اور فلاں قطب صاحب کے ملفوظات اٹھائے نئے آرہے ہیں۔ کتاب و سنت اصل ہیں ان کی طرف آؤنا کہ تو ہم اس بات کا غبار پھٹے اور بے ریب سچائی اچھ کرو سامنے آئے۔

شاہ ولی اللہؐ نے فیروز من الحسن میں میں اپنا واقعہ لکھا۔ «جب میں کہہ کر میر میں نکھا تو وہ ولادت النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع ہو کر درود و مشریف پڑھ رہے تھے اور ان واقعات و کلامات کا ذکر کیا جا رہا تھا جو آپ کی ولادت تشریف کے وقت اور قبلہ نبوت کو ہوئے پڑیں ہے تھے تو میں نے دیکھا کہ اچانک فریضیں گیا اور میں یہ بتا نہیں سکتا کہ میں نے اس تو روک اپنے جسم کی آنکھ سے دیکھا یا یا طن کی آنکھ سے دیکھا یہ اللہؐ ہی بہتر جانتا ہے کہ ظاہر باطن کے درمیان کیا معاملہ تھا۔

مزیداً — «جب بیٹا اس معاملہ پر غور گیا تو میں اس حقیقت کو پا گیا کہ وہ انوار ملائکہ تھے جو ایسی مجلسوں میں حاضر ہوتے کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں۔»

نیز — «میں نے دیکھا کہ انوار ملائکہ اور انوار رحمت کا ایک دوسرے سے خلط ملاط ہو رہا تھا۔»

ان عبارتوں کو مصنف نے مخالف میلاد کی تحسین و

لذید بود حکایت در از تر گفته  
افکوس یہ ہے کہ قلات صفات کی بنیان فارسین کو اگلے  
ماہ کا انتظار کرنا پڑے گا۔ کوئی اس غلط فہمی میں مستلانہ ہر  
کز قادیانیت پر توجہ مرکوز کر دینے کے بعد ہم تبوری شریعت کا  
پیچھا چھوڑ دیں گے۔ اس کا پیچھا ان اس وقت تک کیا جائے گا  
جب تک انگلیوں میں قلم پکڑنے کی سکت ہے۔ ہماری ترویز  
کی دعا ہے کہ اے اللہ ز شریعت اجل ہماری روح ایسے ہی وفت  
قیص کرے جب ہمارا ناجیہ قلم تیرتی توحید اور تسبیح پیغمبر کی  
تعلیمات مبارکہ کی حمایت میں بدعات و توهات کے بغیر ادھیر  
رہا ہے۔



• بیانی کا حافظہ  
• امر ارض چشم کا دشن  
• تقریباً جاگیں سالوں سے آزادش کی کسوٹی  
پر پورا اترے والا۔  
• لگتا اور کرکت انہیں۔  
• ایک توڑہ روڑ پے  
• پچھہ ماشہ پارے روڑ پے  
• لاکھ سارے سارے تین روپے  
ایک تور والی تین یا چھ ماشہ والی چھ شیشیاں  
ایک ساقہ طلب کرنے پر لاکھ خرچ معاف  
دار الفیض رحمانی۔ دیوبند (بیانی)

جو الیکھی پیش کے جا گھے۔ تو اے بزرگو اد بجا تیوا اگر مسجد  
میں درود خوانی و ذکر اللہ کے لئے مغل جانا اتنے بڑے صحابی  
کے ترددیک بیعت قرار پاسکتا ہے تو یہ مخالف میلاد کو تے  
معوش سے از کر آئی ہیں کہ ان پر بیعت کا اطلاق نہ ہو جب کہ  
صحابہ اور تابعین اور تبعیج تابعین ان کے قصر تک سے ناہستنا  
تھے۔

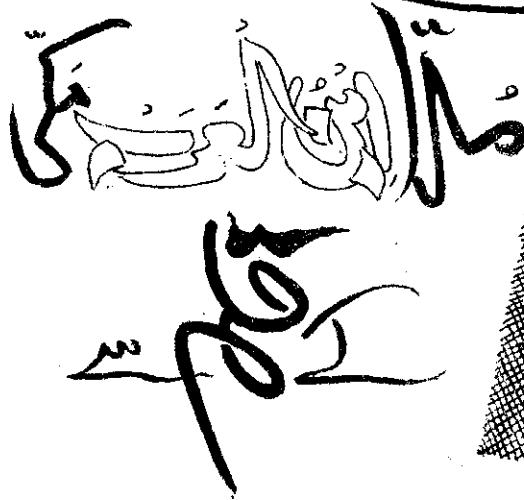
شیطان وہ فذکار ہے کہ جب چاہے جیہہ و عاصہ  
پیغمبر ہر ہی پر فرد اڑھی کے ساتھ کسی بھی شیخ و قطبی کے دپ  
ہیں آسکتا ہے۔ اوھر سے ادھر تک روشنی پھیلا سکتا ہے  
بڑے اطمینان سے کہہ سکتا ہے کہ جاے مریکے بن رے! بچھے  
عبادت معاف کیں کیونکہ تو مقامِ محود پر قائز ہو گیا، اصل نے  
کسی کا بھی کشف یا رویت نیا لی یا خراب دوسروں کے لئے  
ہاں محل جلت نہیں۔ ہم شاہ ولی اللہ کی بزرگی کو جانتے ہیں  
مگر یہ بھی جانتے ہیں کہ بزرگوں کا پیچھا شیطان کچھ زیادہ ہی  
کرتا ہے وہ واقعہ ہے کہ ایک بزرگ کے ذل میں ایک ہی  
پاٹل خیالِ الہبین اپنی شاندار کامیابی ہے کیونکہ لاکھوں  
ارادت درودوں کے میں پڑیں گے اور نیamat تک ایک عیوب ہنر  
بن جائے گا۔ جنہوں نے مجھ کر کیا جائے گا۔ کسی کو تیر کا بھی خال  
چیں آئے گا۔

خرا مولا نا رشیا احمد گنگہی کی قبر کو تور سے بھردے  
خوب کہا انھوں نے کہ  
”یہ عظیبین تو کرشن کھپیا کے سوانگ اور جنم دن  
جیبی ہیں۔“

اس قول پر تخریمِ کمال الدین صدقی اشرفی کی بہت غصہ  
آیا ہے۔ اس غصہ کی جھونک میں انھوں نے جو کچھ لکھا ہوا سپر  
ہم بھی کلام کریں گے اور بتائیں کہ کم صوف اور ان کے  
ہم مسلک حضرات کانیات و مزان دین کے معاملہ میں قدر  
لگ گیا ہے۔

مولانا رشیا احمد گنگہی بیرون کے اکابرین میں ہیں  
انھوں نے اپنے شیخ کی ایک کتاب کو جلا ذالاتھا۔ یہ غصہ بہت  
دچھپ بھی ہے اور حقیقت ازو کھلہ لہا یقول شاعرہ

# ایک نیشنل بیگنی پریڈ پارٹی

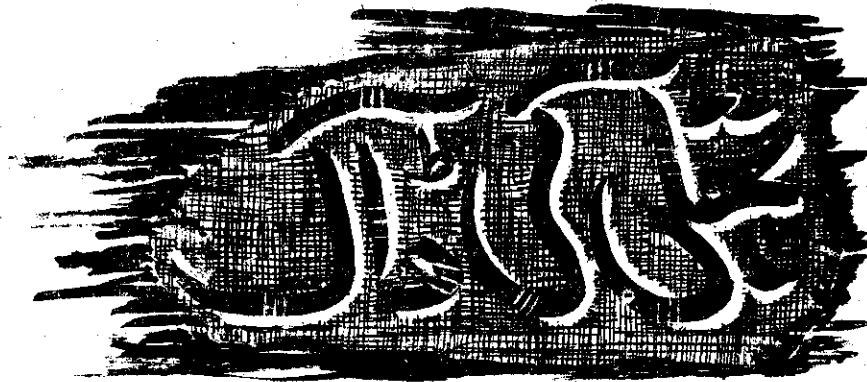


بلخ و شیریں حقیقتیہ لختہ

مزاحکے لباس میں۔

اکی طویل کھانی جاتھیا تھی سچپ  
بھی ہے اور عیرت انگیز ہی۔

عورتوں کی سپری • بینگلور کا مسلم پرستل لاکٹنی یونیورسٹی • من گھر فرست ریڈیشن • اخیارات میں آیات احادیث  
 • کوڑھی کاغذ میرت • زچہ موت • کوڑھی کی امامت • بی عقل یا بے عقل امام • خطبہ جمیع میں  
 خلفاء کے نام اور شاہزاد کے نام • پہلی آیات کے نزول کی بحث • ایک نام کی تحقیق • اہل سنت  
 والجماعت کون ہیں؟ • ترقی • اختلاف صحابہ • حدیث کا حوالہ .



## عورتوں کی مسجد

سوال: انہوں نے محمد عارف بھٹکلی۔

عرض ہے کہ بھٹکل سے شہر بھٹکل میں خالص عورتوں کے لیے  
 مسجد بنانے کا پروگرام جل رہا ہے اور اس تغیری پر وہاں پر کافی بحث  
 بھی مل رہی ہے۔

اس بحث کو آگے پڑھانے سے قبل ہی آپ سے مخاطب ہوں  
 اور عرض ہے کہ دہاں پر غیر مسلموں کا گذر ہوا جہاں پر یہ مسجد بنانے  
 کا پروگرام ہوا ہے۔ چاہیے کتنی ہی احتیاط سے کیوں نہ کام ایسا  
 جائے۔

قدم نماز سے اب تک کے موجودہ زمانہ میں دنیا میں یا  
 ہندوستان میں اسلام کی روشنی میں علماء کے فتویٰ سے  
 کہیں بھی خالص عورتوں کو بآجاعت نماز پڑھانے کے لیے مسجد  
 بنائی کرنی ہے یا بنائے کا حکم ملا ہے۔ بھی تھی یا نہیں؟ اس سلسلے  
 میں اسلام کے احکام اور شریعت کا کیا حکم ہے۔ مہربانی فراز  
 بھلی کے ذریعہ جواب دیجئے فقط۔

## جواب:-

یہ ملت کی تحریک ہے کہ دین پسند طقوں میں بھی کچھ لوگ  
 ایسے یا یہ چار ہے ہیں جو مسلمان خواتین کو مسجدوں اور عبید کا ہوں  
 میں لانا ثواب کا کام تصور کرتے ہیں حالانکہ اسلامی اخلاق اور  
 دینی مصالح کا شکور رکھنے والا کوئی بھی ذمی ہوش سلطان اس  
 کی تکمیل اور معلوم قباحتوں سے بے خبر نہیں ہو سکتا۔

تاریخ یہ ہے کہ زبان رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں عورتوں  
 کو مسجد میں آئے اور خریک جماعت ہوئے کی اجازت تھی مگر باخچوں  
 وقت نہیں۔ صرف فخر اور عشاء میں۔ فخر مخواہ دھیرے ہوا کرنی تھی  
 اور عشاء تو رات کو ہوتی ہی ہے۔ اس طرح یہ توظیہ ہر ہدی کیا  
 کہ عورتوں کا مردوں کی نظر میں آنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پسند  
 نہیں فرماتے تھے۔ اب یہ بھی سمجھنا مشکل نہیں کہ دو وقت  
 حاضری کی اجازت نماز سکھانے ہی کے لیے تھی نہ کہ یہ تباہ  
 کے لیے کہ عورتوں کا مسجدوں میں شریک جماعت ہونا زیاد توب  
 کا کام ہے۔

کا علم ہو جائے۔

### جواب:-

ناچیز کے پاس بھی دعوت نامہ آیا تھا مگر اپنی مصروفیات کی بنار پر نہیں جاسکا۔ مصروفیات کو نظر انداز کے جاتا اگر یہ سمجھتا کہ میرا جانا دین و ملت کے حق میں مفید ہو گا لیکن افادت سمجھتے نہیں آئی اس لیے کیا حاصل ایسی تگ و دو سے جس کے بعد یہ کہنا پڑے ع

نہ خدا ہی بلانہ وصال صنم.....

دیوبند سے اتنے لوگ گئے تھے کہ ان پر بھیر کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اور بھی مقامات سے کم نہ گئے ہوں گے۔ ان سب کے ہوتے مجھ ناچیز کا وہاں ہونا ایک ہی بات بھی۔ خدا کرے کہ وہ وقت اور دوست جو جھوٹا اس کو نیشن پر فر ہوئی ہے ضائع نہ جائے بلکہ دین و ملت کے حق میں باراً و ثابت ہو۔ میرا ناچیز و جزوی بعض نازک طبع حضرات کے لیے کاشا بن جاتا ہے اس لیے بھی جانے سے پرہیز کیا۔ مجھے ایسی کوئی تباہی نہیں ہے کہ لوگ مجھے عالم دین کی حیثیت سے جانیں شاہس کی پرواہ ہے کہ ایک اس طرح کے کو نیشن میں مجھے نہ یا کرو لوگوں نے یہ خیال قائم کیا ہو کہ غامر نالائق کاشا تو اپل علم کی بھی صفائی نہیں ہے۔

لوگوں کا خیال درست ہے اور یہ بھی درست ہے کہ مجھے وہاں نہ دیکھ کر ہت سے ایسے دوستوں "کو دی مرست ہوئی ہو گئی جھیں بڑی گھٹن اور ذہنی اذیت ہوتی اگر میں وہاں جائیں گا۔ اس طرح میں اپنے بعض تو من بجا تیوں کو اذیت سے بچا رہ اور مرست سے بہرہ و رکرنے کا سبب نہ گیا ہوں، یہ بھی کافی خیر ہے۔ آج کو دنیا نفاق اور تنگ دلی اور تعصبات اور خود پرستی اور مکاری کی ہے۔ مجھے ایسی دنیا کی محفلوں اور ہنگامہ آرائیوں سے کہیں زیادہ عزیز اپنا وہ کونہ ہے جہاں یہی کر قلم کے ذرعے میں دین و صداقت اور حق و انصاف کی حیات کر سکتا ہوں۔ ہزاروں تک اپنی باستہ بخا سکتا ہوں اور بدعات و خرافات سے راستہ کرتا ہوں۔ واللہ المعین۔

پھر یہ بھی اندازہ فراہی ہے کہ تقویٰ، یا ک بازی، دینداری اور حفاظت کی لحاظ سے وہ کیسا ہے نظیر دو رخفا۔ حضور صلعم کی موجودگی نے مسلمان معاشرے کو حرام و مکروہ امور سے کس درجہ مستفر کر دیا تھا غیر مسلم بھی کسی عنده گردی کی جرأت نہیں کر سکتے تھے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں شکستوں پر شکستیں کھاچکے تھے۔ ایسے ماہول میں ہور توں کاتاریکی میں شریک ب جماعت ہو جانا کسی فتنے کا باعث نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن حضور ہی کے اقوال شریفہ نے یہ بات کھول دی کہ جماعت عورت یہ واجب نہیں ہے بلکہ عورت کو زیادہ ثواب گھر میں نماز پڑھنے پر ملتا ہے۔ چنانچہ خلفتائے راشدین کے ذور میں عورتوں کا شریک جماعت ہوتا بند ہو گیا اور فخر و عشا بر بھی وہ گھروں ہی میں پڑھنے لگیں۔ اس کے بعد سے آج تک پوری دنیا میں کہیں بھی نکاح ماضی اور شریک جماعت ہوئے کاررواج نہیں۔ تمام علماء و فقیہوں اس پر اتفاق کر چکے ہیں کہ عورتوں کو گھروں ہی میں نمازیں پڑھنے دو۔ مساجد میں بلکہ فتوؤں اور خراںیوں کو دعوت مت دو۔

ایسی صورت میں ہر ذہنی فہم خود فیصلہ کر لے کہ کسی بھی مقام پر اگر کچھ لوگ خاص عورتوں ہی کی مسجد تعمیر کرنے کی فکر میں لگے تو یہ تو سے حماقت اور لغویت کے سوا اور کیا کہیں کچھ زیادہ صحیح عنوان اس کے لیے ہم تو "شیطنت" سمجھتے ہیں۔

گناہ مکار ہو گا وہ شخص جس نے اس غلط کام میں ہاتھ بٹایا

### بنگلور کا علم پر سن لار کو نیشن

سوال:- اسلام احمد عبیدی۔

ابھی بنگلور میں جو مسلم پر سن لار کو نیشن ہوا ہے اس میں ہندوستان کے پیشتر معروف و غیر معروف علماء شریک ہوئے مگر آج جناب نظر نہیں آتے۔ میں اور میری طرح آپ کے ہزاروں اراٹمنڈیو پرچھتے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا آپ کو بلا یا ہی نہیں گیا، یا آپ دعوت کے باوجود خود ہی شریک نہیں ہوئے۔ معاملہ بخی اور انفرادی نہیں اس لیے تحلیل ہی میں جو اس نتیجت فرمائیں تاک آپ کے تمام عقیدت مندوں کو صحیح بات

## من گھر روایتیں

سوال :- از سید ابوبکر حیدر آباد

ایک شیعی مقرر مظفر حسین طاہریون فرماتے ہیں کہ :-

”مسلمانوں کے تمام فرقے اس تاریخی حقیقت پر متفق ہیں کہ دوستوں یا بھروسوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے، طبقہ نسوں میں حضرت فدیحہؓ نے اسلام قبول کیا اور بچوں میں حضرت علیؓ رضی مشرف پر اسلام ہوئے“

حضرت علیؓ رضی کے تعلق سے خطیب اہل بیت نے فرمایا کہ ”اسلام تو وہ قبول کرے گا جو مسلمان پیدا نہ ہو۔“ اور حضرت محمدؐ نے بعد ولادت حضرت علیؓ رضی جب ان کو گود میں اٹھایا تو نو مولود (حضرت علیؓ) نے حضرت محمدؐ کو قرآن سنایا اور اس موقع پر حضرت علیؓ رضی والدہ فاطمہ بنت اسد بھی موجود تھیں“ فاضل مقرر نے جب اس روایت کو سنایا تو ان کے ہم سلک پر ستاروں نے صدائے تھجیں بلند کی اور درود بھی پڑھا۔ میں نے دو تین دن کے بعد عینی مر فروی ۵۷ نے کو طاہر

صاحب گواہیک مراسم اپنے دوست مولیٰ محمد علی صاحب حدری کے ذریعہ روانہ کیا جس کا جواب ہنوز وصول طلب ہے مذکورہ مراصلہ میں نے مذکورہ روایت کی تاریخی سند مانگی تھی آپ سے گزارش ہے کہ از رابہ کرم اپنے ماہنامہ میں مذکورہ بالاروایت کی تاریخی حقیقت مع سند درج فرمائیں۔

## جواب :-

ہمارا خیال یہ ہے کہ فاضل مقرر کو اس روایت میں اتنا اضافہ اور کردیا چاہیے تھا کہ جس وقت نو مولود حضرت علیؓ قرآن سنایا ہے تھے اس وقت میں مظفر حسین طاہری بھی وہی موجود تھا۔ یا اس اضافے پر لوگوں کے بے ہوش ہو جانے کا خطہ و محسوس ہوا ہو تو یوں کہدیتے کہ میری روح عالم ارولح سے یہ نظر صاف صاف دیکھ رہی تھی۔

انہوں نے ایسا کوئی اضافہ نہیں کیا لہذا یہ نامادر سوال خود بخود اٹھ کھڑا ہوا کہ چودہ سو سال پہلے کا یہ نادر واقعہ ان

## جواب :-

جس اندیشے کا آپ نے ذکر فرمایا وہ بے بنیاد نہیں ہے لیکن اشاعت اسلام اور دینی مبارحت کے سلسلے میں خبرات

کے علم میں کیسے آیا۔ آپ اپنے خط کے جواب کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ بھولے بن کی انتہا ہے۔ مجلس وعظ وخطاب کی ایسی روایتیں ثبوت و مستند کی محتاج نہیں ہو اکر تیں۔ ان کا تو بس یہ مقصد ہو اکرتا ہے کہ حصتے لوگ ہے وقوف بن سکیں خاموشی سے بن جائیں۔ جو بن بن سکیں وہ گھر مخصوص۔ سمجھت کی کیا جائش۔ روایتیں ہزاروں گھری کی ہیں۔ ایسی ہی یہ بھی ایک گھرست ہے۔ شیطان ایسی ہی جیزوں سے دماغوں کی ملپید نہ کر دیتا تو دین میں اتنے فرقے کیسے بنتے۔ آپ خواہ مخواہ مجلس عزادار میں گئے۔ یہ مجلسیں صرف ان لوگوں کے لیے ہوئی ہیں جو فرط عقیدت اور غلام غفلت میں بے چون و چرا ہر روایت کو ہضم کرتے ہیں جائیں جیسے ہمارے یہاں جمالیں میلاد میں نظریوں سے فضول روایت پر بھی بے منزرا و غبی لوگ سردد ہستے اور وہ وادہ پکارتے ہیں۔

## اخبارات میں آیات و احادیث

سوال :- از سید سعداللہ حسینی یاد گیر  
(۱) آج کل یہ بات عام ہو گئی ہے کہ اخبارات و رقعاتِ شناوری بیاہ میں قرآن کی آیات، احادیث یا ان کے ترجمے شائع ہو رہے ہیں۔ خصوصاً اخبارات کو دینی معلومات کی اشاعت کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔ اس سے ہوتا یہ ہے کہ اشاعت کا فریضہ ترادا ہو جاتا ہے لیکن دوسری جانب اسی کی بے حرمت ہوتی رہتی ہے کہ ہر شخص ان اخبارات کو اخڑانا محفوظ رکھنے کا تو مکلف نہیں ہوتا۔ تینجاً دونوں باتیں اپنے اپنے معيار پر قائم نہیں رہ سکتیں یعنی (۱) اشاعت (۲) احترام۔ طاہریؓ ہے کہ ان دونوں کا ہر وقت خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ صحیح راستہ اختیار کرنا ہو تو کیا طریقہ کارا غتیار کیا جائے؟۔

یعنی اس کے تعدادیہ والی صلاحیت فاہدگی ہو۔ علاوہ ازیں اسلام کی تعلیم تو نہیں کوچھ شخص جذام یا کسی اور متعددی مرض میں گرفتار ہو جائے اسے ایڑیاں رکھنے کے لئے تن ہنا چھپڑو۔ یہ تضاد حذام سے بھی زیادہ گندی اور مضر ہے۔ کوڑھیوں کے اعزاز اور بہر حال ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔ کھلاتے پلاتے ہیں، قریب رہتے ہیں۔ یہی انسانیت کی تعلیم بھی ہے۔ پھر آخر کوڑھی کی میت کو غسل دینے میں اتنا خوف کیوں؟

حضور نے پناہ مانگی ہے تو ہم اور آپ کہہ ایسے امر افضل سے پناہ نہیں مانگتے۔ پناہ مانگنے کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے محفوظی کھے لیکن جب اللہ کی مشیت لپٹنے کے سلسلان بھائی کو بتلا ہی کر دے تو حضور نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اسے بے یار و مرد کا چھپڑو اور مر جائے تو غسل دینے میں بھی لیت و حل کرو۔

### زخم کی موت

سوال :- ایضاً

یہاں عام طور پر یہ دستور پڑھ لیا ہے کہ وہ عورت جزویگی کے باعث فوت ہو جائے اُس کی قبر میں چالیس گھنٹے پانی والی دیا جائے دریافت پر اس عمل سے نفس سے فلاحتی بتانی کرنی جسے سن کر تعجب ہوا کہ اس شکم کی بات فقہ کی کتب میں دیکھنے میں نہیں آتی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ فقہ کی دیگر کتب میں ہو لیکن چونکہ غلبش کو مٹانا ہے اس لیے اس مستند میں آپ کی جانب رجوع ہوں۔ اُمید کہ اس کا کوئی صحیح حل نکال آئے۔

### جواب :-

میرے لئے یہ نئی اطلاع ہے۔ فدا چانے یہ طریقہ کس عقلمند نے نکالا ہوگا۔ شرعی اعتبار سے اسے ہم ایک فضول رسم کے علاوہ کچھ نہیں کہہ سکتے۔

### کوڑھی کی امامت

سوال :- مرض برص کی امامت کیسی ہے۔ تفصیلی روشنی دیں؟  
جواب :- مستدلہ یہ ہے کہ امام میں ایسی کوئی چیز نہ ہوں جاہیز ہو۔

درسائل کا آیات و احادیث شائع کرنا ایک شریدی ضرورت ہے جس کے بغیر کام نہیں حل سکتا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ قرآن کا پہیٹ ڈاک خانے کے حوالے کر دیا جاتا ہے حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ ڈاک خانوں میں پیکٹوں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ وہ ناپاک ہاتھوں سے بھی گذر سکتے ہیں۔ زمین پر بھی چھٹکے جاسکتے ہیں۔ سچھ جانے کا مرصلہ بھی آسکتا ہے لیکن ان تمام اندیشوریں اور ممکنہ باختوں کے باوجود فقیر اے اسے جائز فرار دیا کیونکہ اس کے بغیر قرآن کی ترویج و اشاعت میں آجھل ٹری دشوار بیان پلیش آتیں ہیں اخبارات و رسائل میں آیات و احادیث کی اشاعت کو حرام نہیں قرار دیا جا سکتا لیکن کچھ ہدایات ضرور کی جا سکتی ہیں۔

ایک تو یہ کہ جو اخبارات و رسائل اصلانہ بپی نزعیت کے نہ ہوں بلکہ زیادہ مowa دعوای دچسی کا دیتے ہوں وہ آیات و احادیث سے احتراز کریں۔ اگر کسی شخصوں میں ضرورت ہی پڑ جائے تو بجائے متن کے فقط آیت نمبر یا رکوع یا سورت کا حوالہ دیں یا شخص ترجیح پڑا کفار کریں۔ ترجیح اور متن کا حکم ایک نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ٹھنے والے مسلمان کسی اخبار کو رد ہی میں بچھنے سے پہلے اس کا جائزہ لے لیا کریں۔ اگر آیات و احادیث سے مزین اور اراق اخنوں نے رد ہی میں سچ دیئے تو اس کی ذمہ داری شائع کرنے والے پہنچ خود ان پر ہوگی۔

### کوڑھی کا غسل میت

سوال :-

جدامی میت کے غسل اور تحریر و تکفین کیسے کی جائے۔ جبکہ مرض بپی ایسا خطناک ہوتا ہے کہ خس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پناہ جا ہی ہے؟

### جواب :-

مرض بے شک متعدد ہے اور کراہت انگیز بھی لیکن یہیں یقین کر لیا گیا کہ بعد میں بھی اس کی وہی خطرناک باقی رہ گئی ہوگی جان نکل جانے کے بعد عین نکن ہے کہ مرض کی بھی جان نکل گئی ہو۔

پیغمبر اے اس لئے کہ اس کے ذریعہ کسی ایسے شخص کی ضرورت پوری ہوتی ہے جو ضرور تہذیب ہو۔ مشاہ کے لئے زبان کا کہنا ہے کہ میرے گاؤں میں ایک ایسے شخص نے لاٹری کا ٹنکٹ خوبیاً خفا کر ڈھیک سے دو وقت کا کھانا بھی اس کو نہیں متنا خفا۔ مگر لاٹری کھلی تو آج لاکھوں کا لامک بن گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ عالم لوگ جو کہتے ہیں کہ لاٹری حرام ہے اس سے بہت سے بوڑھوں بھوں کی آہ لینا ہے یہ غلط ہے۔ کیونکہ ایک ایک روپ سے کوئی مرثیہ جاتا۔ مگر اس سے لکھنے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ تو سرے یہ کہ حکومت کی آمدی میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا اگر کوئی ان فوائد کا انکار کرے قرآن و حدیث سے لاٹری کی حرمت ثابت کرے تو میں مان لوں گا۔

### جواب:-

آپ کے دوست بہت ناممکن معلوم ہوتے ہیں۔ مگر غیریت ہے کہ قرآن و حدیث کا کچھ نہچھ اعتماد و احرازم ان کے دل میں پایا جاتا ہے اور وہ اس پر آمادہ ہیں کہ قرآن یا حدیث سے ثبوت مل جانے پر میں بات مان لوں گا۔

ان سے کہیے کہ بھائی علماء جائز ناجائز اور حلال و حرام کے جو قوانین بیان کرتے ہیں وہ دل سے گھر کر نہیں کرتے بلکہ قرآن و حدیث ہی کی روشنی میں کرتے ہیں۔ اگرچہ متسلسل میں کچھ علماء جواز کا فیصلہ دیں اور کچھ عدم جواز کا تب تو یہ خیال بھی کیا جاسکتا ہے کہ قرآن و حدیث میں اس متسلسل کو صاف صاف بیان نہیں کیا گیا لیکن جن مسائل پر علماء کا اتفاق ہے وہ تو وہی ہیں جن کے بارے میں اللہ یا رسول ﷺ نے صاف صاف فیصلہ صادر کر دیا ہے۔

لاٹری ایسے ہی مسائل میں ہے۔ یہ بلاریب و شک جو اس اور جو کا حرام ہوتا قرآن و حدیث میں صاف صاف بیان بیلند ہوا ہے۔

ایسے دوست کوئی ترجم قرآن میں سیقول کا سیپاہ و کھوں کر یہ آیت دکھلائیے۔  
یَسْتَلُوْنَهُ عَنِ الْخَمْرِ لَهُ رَسُولٌ لَوْلَمْ تَمْسَحْ بَرْجَةً

مقتدیوں کے لیے نفرت و کراہت کا جواز دیتی ہو جواز کا مطلب یہ ہے کہ وہ چیزوں افغانی ہو جوں سے کراہت و حشمت بلیغیت انسان کا مقتنع نہ ہو۔ کوڑھ بہت بُرما مرد ہے لیکن اس کے مختلف آشیخ ہیں بعض مراحل میں یہ بہت کراہت انگریز شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بہر حال اگر امام حرامی ہے اور سہیت و خاتمت و انتی ایسی ہو گئی ہے کہ سلیم الطیب لوگوں کو انقباض و کراہت کا احساس ہوتا ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔

### عقل یا بے عقل امام

سوال:-

بعض المکرر مساجد نما اڑپڑھاتے ہیں۔ پڑھتے نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ جب وہ امامت کرتے ہیں تو اکابر نماز کی ادائیگی میں غیرمعمولی تاخیر فرماتے ہیں۔ حالانکہ نماز جماعت ہلکی کر کے پڑھانے کا حکم ہے اور نفری نماز نیمی انفرادی نماز کو اپنی استطاعت کے مطابق صدر و احکام میں رہ کر طوالت کر سکتے ہیں۔ یہ اس کے بالکل عکس کرنے ہیں۔ یعنی جماعت کی نماز کو غیرمعمولی طوالت اور اپنی انفرادی نماز کو بالکل مختصر یعنی طوفانی رفتار سے ادا کر لیتے ہیں۔ باوجود حکمت و موعظت کے افہام و تفہیم سے بھی یہ اپنی عادت سے باز نہیں آتے۔ ایسوں کی اقتدار کے بارے میں اظہار ائمہ فرمائیں۔

### جواب:-

ایسے لوگ اپنی عقل کی کمی کے باعث مغدوہ ہیں۔ ان کی یعنی عقل انھیں نصیحت قبول کرنے سے روکتی ہے۔ کوئی آدمی خود اپنی منفرد نماز خواہ بھی پڑھے یا مختص لیکن امامت کی حالت میں اخفار ملحوظ رکھنا چاہیے۔ اگر متذکرہ امام با وجود سمجھانے کے باز نہیں آتے تو انھیں چھٹی دیدنی جائے۔

### لاٹری کی شرعی حیثیت

سوال:- از محمد نیس مالیگاؤں

میرے ایک دوست جوئی تہذیب سے متاثر ہیں۔ کہتے

شام سے محروم رہے۔ تو کتنا افسوس کی بات ہے کہ اس شخص نے بغیر کوئی محنت اور تجارت کے اپنے ہی جیسے لاکھوں غربیوں کے روپے پر قبضہ کر لیا حالانکہ حقناستی یہ تھا اتنے ہی سختی وہ لوگ بھی تھے جنہوں نے اسی کی طرح ایک ایک روپیہ دے کر ٹکٹ لیا تھا۔

دوسرے یہ سوچا چاہیے کہ ایک ٹکٹ کی تیمت اگرچہ ایک روپیہ ہوتی ہے لیکن بے شمار لوگ فرد افراد ابہت سے ٹکٹ خرید ڈالتے ہیں تاکہ انعام پانے کا زیادہ سے زیاد املاک پیدا ہو۔ سوسوا اور دودو ٹکٹ خرید لینے کی بھی مثالیں نایاب نہیں ہیں۔ لہذا اس جوئے کو بڑے سے بڑے پانے پر بھی کھلئے کی تجویز شوش وجود ہے۔

تیسرا یہ سوچا چاہیے کہ نفع کی جو شال آپ کے دوست نے دی ہے اس کی رو سے توجہ ری اور رشوت خوری کو بھی جائز ہونا چاہیے۔ ایک غریب آدمی کسی لکھتی کے ہزار روپیے چڑا لینا ہے تو لکھتی کا کچھ بھی نہیں بگڑا اور غریب کا کام بن گیا۔ اسی طرح رشوت کے لین دین میں دینے والے کا مقصد مل ہو جاتا ہے اور لینے والے کی جیب گرم ہو جاتی ہے۔ پھر کیا آپ کے دوست سرتہ درشوت کو بھی ملال قرار دیں گے۔

جبکہ بات لاطری کو جائز کرنے کے لیے کافی ہو تو شراب نوشی کو جائز کرنے کے لیے اور بھی کافی ہوئی چاہیے۔ لاطری میں تو بھی مکلا ہے کہ جتنا انعام دینا ہے اتنے ٹکٹ فروخت نہ ہوں اور حکومت انعام پاٹ کر نقصان میں رہے لیکن شراب کے معاملہ میں یہ بھی امکان نہیں۔ اس کے پرست جاری کر کے تو حکومت نفع کی نفع کما تی ہے۔ پھر کیا آپ کے دوست یہ مشورہ دیں گے کہ سب کو خوب شراب نوشی کرنی چاہیے اور دیجائے کھولنے چاہیں۔

جوئے کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ وہ آدمی کو ملا محنت دلاتے کمالے کے خواب دکھلاتا ہے، سُطھ، رُس، لُٹھ اور جوئے کی دیگر اقسام میں بھی تو ہوتا ہے کہ دا اور پرتوڑی رقم کا اور دفعتاً بڑی رقم جیتے کی امید رکھو۔ یہ ذہنیت محنت مند اقتداریات کے لیے مہلک اور معاشرے کے لیے نباہ کرنے ہے۔

**وَالْمَسِّرَ قُلْ**  
**فِيهَا إِثْمٌ كَبِيرٌ**  
کہہ دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ  
**وَمَنْ أَفْعَمْ لِلْمَنَاسِ**  
ہے اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں  
**وَإِذْمَهَا أَكْبَرٌ**  
کے لیے ادا ان کا گناہ ان کے فائدے  
میں نفع نہیں۔

ہر سچھدا آدمی اس آیت سے اس فیصلہ پر سچ سکتا ہے کہ کسی چیز میں کچھ فوائد کا پایا جانا اس کے جائز ہونے تی دل نہیں بلکہ اندھہ تعالیٰ شراب اور جوے میں بعض فوائد کا ذکر کرتے ہوئے بھی اس لیے حرام قرار دے رہا ہے کہ فائدوں کے مقابلے میں ان کا گناہ زیادہ برائے ہے۔

آپ کے دوست نے لاطری کا جو فائدہ بیان کیا اگر کسے بغیر کسی جنت کے مان ہی لیا جائے تب بھی وہ جو ہونے کی بناہ پر حرام ہی رہتی ہے۔ قرآن ہی فیصلہ دے رہا ہے کہ کسی فائدہ کا پایا جانا جوئے باخرباب کو ملال نہیں کر سکتا۔

لیکن وہ غور کریں تو اندازہ ہو گا کہ فائدہ بیان کرنے میں انھوں نے کم بھی اور بچکانے پر سے کام لیا ہے۔ کروڑوں آدمی لاطری کے ٹکٹ خریدتے ہیں اور انعام صرف گئے چنے لوگوں کے حصے میں آتی ہے۔ باقی سب کی رقم ڈوب جاتی ہے۔ پھر جن لوگوں کو انعام ملتا ہے ضروری نہیں کہ وہ فاقہ کش اور فقریوں کیں ہی ہوں۔ ان کے گاؤں میں اگر کسی مفلس کے نام لاطری تکل آتی تو یہ خاص الافق ہے ورنہ انعام نکلنے کا کوئی معیار نہیں ہے وہ کسی دولتمند کے نام بھی نکل سکتا ہے اور یہی متوسط حیثیت والے گے نام بھی۔ آپ کے دوست کو یہ ایک الافقی شال تو خوب نظر آتی مگر یہ نظر آتی کہے شمار لوگ سالہا سال تک ٹکٹ خرید خرید کر انعام کی امید لگاتے رہتے ہیں اور سوائے مالوںی و نفقان کے ان کے حصے میں بچے نہیں آتا۔

ایک رصیبہ کی کوئی بڑی حیثیت نہیں یہ بات تھیں کہ لیکن اول تو یہ سوچا چاہیے کہ جس شخص کو دو وقت کا کھانا بھی نہیں رہا ہوا اس کے لیے ایک روپیہ بھی خاصی قدر قیمت رکھتا ہے جس شخص کی شال انھوں نے دی اسی حصے اور بھی لاکھوں آدمیوں نے اسی لاطری کا ٹکٹ خریدا ہو گا اور وہ سب

ھقاک بعد فراگت نماز امام صاحب سے دریافت کرتے کہ آپ نے خطبہ میں غلطائے راشدین کا ذکر خیر کیوں نہیں فرمایا۔ امام صاحب جو تجویز جواب دیتے اسے کافر لکھو کر کسی مستند اور معروف دارالافتخار کو بھیجتے کہ اس فتویٰ صادر کیا جاتے جو فتویٰ آتا اسے دل و جان سے قبول کر کے کوئی قدم اٹھاتے۔ غور سے سینے کہ شرعی تو این کیا ہیں۔

خطبہ مجدد میں فرض صرف اتنی بات ہے کہ اشد تعالیٰ کا ذکر بکریا جاتے۔ مثلاً خطبہ کی نیت ہے سچان اللہ الحمد للہ“ کہدیا تو خطبہ کا فرضیہ ادا ہو جائے گا اور نماز جمعہ درست ہوگا۔ دو خطبے پڑھنا اور ان کے درمیان کچھ دبڑھنا، چھپے کو حاضرین مسجد کی طرف رکھنا، رسول اللہ علیہ وسلم پر رحم بھیجا، قرآن کی کوئی آیت شامل خطبہ کرنا اور وعظ و نصیحت کے کچھ مضامین لانا ان میں سے کوئی چیز خطبہ کے لیئے فرض یا ذکر نہیں بلکہ یہ سب حزین سنت ہیں لیکن ان پر عمل کر لیا تو خطبہ کو حسین و نکمل اور حسین و حبیل قرار دیا جائے گا۔ ن عمل کیا تو خطبہ کو حسین و حبیل قرار نہ دے سکیں گے مگر فرضیہ کو پڑھی ادا ہو جائے گا۔ ما خلفائے راشدین یا ازواج مطہرات یا بعض اور صحابہ کے ناموں کا معاملہ تو ان کا شامل خطبہ کرنا سنت بھی نہیں ہے صرف مستحب ہے۔ یعنی ایسا فعل ہے کہ کیا جائے تو توب مل جائے گا زکیا جائے تو کہا اور قصور کچھ نہیں نہ خطبہ میں کوئی نفس آتے گا۔

جب یہ بات ہے تو وہ لوگ جاہل اور غیر مذمود اور قرآن یا تین گے جو یہ فضول یا نیک کر رہے ہیں کہ خطبہ میں خلفائے راشدین کے نام نہ لیتے کی وجہ سے نماز جمعہ ہی نہیں ہوتی۔

اجھی طرح ذہن میں ٹھاکریا جاتے کہ جس طرح شریعت کے کسی حرام کو حلal کر لینا گناہ ہے اسی طرح کسی غیر فرمودی کو فرمودی اور مستحب کو واجب و فرض قرار دے لینا بھی گناہ ہے۔ شریعت نے جس فعل و عمل کو جس درجے میں رکھا ہے وہی درجہ اس کے لیے مناسب ہے اور تم اسے کھاتا ہیں، بڑھاتا ہیں گے تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ خدا نخواستہ شریعت میں کچھ نقصان مختا یا اشنا اور رسول سے بھول ہو گئی تھی جسے اب ہم درست کر رہے ہیں۔

اس میں چند افراد بحث واتفاق سے دوسرے بے شمار افراد کے پیسے پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ جیسے آپ نے لاٹری میں دیکھا کہ کروڑوں انسانوں کی رقم لگی اور چند افراد کو بٹ کئی کیوں بٹا کئی؟۔ محض قرعہ اندازی سے محضاتفاق سے۔ ہٹکٹ پر پر شخص کی مساوی رقم لگی ہوئی تھی۔ لیکن بغیر کسی عقول و صرکے یہ رقم کچھ لوگوں کی جیسوں میں چلی کئی اور باقی سب کیتھے رہ گئے اسی کا نام ہے جو۔ نہ کوئی چیز بھی نہ خوبیدی کی خص رہ پہنچے روپی کو جتنا۔ آپ کے دوست اگرذر ابھی سلامتی عقل کے ساتھ غور فراہمیں تو وہ محسوس کریں گے کہ لاٹری ایک چھلا جو ہے اور جوئے کی حرمت میں کسی شک کی تباہش نہیں ہے۔

### خطبہ جمعہ میں خلفاء کے نام اور نمانے کے بعد دعا۔

سوال:-

ہمارے محلے کی مسجد میں امام صاحب نے خطبہ جمعہ میں جو چاروں خلفاء (ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ) کے نام ہیں وہ نہیں ٹھیک ہے تو نماز کے بعد سب مصلی ان پر بہت ناراض ہوتے اور کہا کہ تم نے چاروں خلیفہ کے نام نہیں لیے اس لیے نماز نہیں ہوتی۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ جماعت میں فرض و سنت نفل پوری ہونے کے بعد امام صاحب کو دعا کرنی چاہیے اس کے بغیر جماعت نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ جماعت کا حکم ہی اس لیے دیا گیا کہ دعا بھی جماعت سے کی جائے۔

جواب:-

ہمارے زمانے کے فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ یہ ہے کہ لوگ اہم سے اہم معاملہ میں بغیر علم و تحقیق کے فتوے اور فیصلے لیتے شروع کر دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ سوائے فساد و انتشار کے اور کیا ہر سکتا ہے۔

آپ نے جن صلیبوں کا ذکر فرمایا وہ بھی اسی جرم کے مذکوب ہیں کہ شرعی مسائل کا علم بالکل نہیں اور نماز جسے اہم مسئلہ میں فتویٰ جھاڑے پلے جائیے ہیں۔ ان کا صحیح طریقہ کاریہ ہونا چاہیے

کے بغیر نماز ہی نہ ہوگی وہ پر لے برسے کا جاہل بھی ہے اور کم عقل بھی اسے تو پر کرنی چاہیے کہ اس نے شریعت پر لازام لگایا اور بغیر علم کے زبان کھولی۔

## ہمل آیات کے نزول کی بحث

**سوال:** ازبیار احمد سونا تھجھجن عظلم گڑھ  
تجلی بابت جنوری صلٹ جواب مل کے تحت جو کچھ آپ نے رقم فرمایا ہے اس سے سائل کی طش نہیں دور ہو سکتی، یہ تو اس بات کا جواب ہوا کہ حضرت جبریلؐ نے اقرائیوں فرمایا، جبکہ اصل خلش ماننا بقاری فرمائے پر یہ اگر قراۃ مت کا مطلب یہی ہے کہ پرے کلام کو سننے کے بعد روح حافظہ پرستم ہونے والے نعموش کو پشم دماغ سے پڑھ کر زبان کی طرف منتقل کیجئے تو اس کے لیے ابتدائی کی کیا ضرورت تھی یہ تو اسی کے بھی بالکل اسکان میں ہے، اس طلب کا جواب ماننا بقاری باعث خلش ہے، اس لیے صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جبریلؐ کوئی تحریر لائے تھے۔ بودودی صاحب نے یہی بات لکھی ہے مگر کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

## جواب:-

اگر یہ مان دیا جائے کہ حضرت جبریلؐ اس پہلی دھی کے آغاز میں کوئی تحریر لائے تھے تو بے شک سائل کی وہ بھجن تو دوڑ ہو جاتی ہے جو لفظ اقراء کے جواب ماننا بقاری سے پیدا ہو رہی ہے مگر جو نئی ابھینیں پیدا ہو جاتی ہیں ان کو یہی خور کر لیا جائے۔

بہلی طریق بھجن یہ ہے کہ آغاز و تھی کی تمام متعلقہ تفصیلات روایتوں میں موجود ہیں حتیٰ کہ جونفسیاتی اور جذباتی وہ عمل حصہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا تھا اس تک کا نقشہ روایات صحیح نہ ہو ہے بلکہ صحیح دیا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ان میں تحریر کا ذکر کیہیں نہیں ملتا۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ پہلی دھی کے نزول کا یہ واقعہ حضور خود اپنی زبان سبارک سے زوجہ محترم حضرت خدیجۃ الکبیریؓ کو سننتے ہیں۔

قدرتی بات تھی کہ اگر جبریلؐ نے کوئی تحریر پیش کر کے اقراء کیا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بھی تذکرہ فرماتے۔ تذکرہ شرفاً اس پر دال ہے کہ تحریر پیش نہیں ہوتی تھی بلکہ جبریلؐ کے پیش فرمودہ

ماہرین شریعت نے یہ قاعدہ بیان کیا ہے:-  
من اصرت علی امر مند و بوجعلہ عزماً ولمر  
یعمل بالرخصة فقد اصحاب منه الشیطون من الانفال  
یعنی جو شخص کسی تحب کام پر اصرار کرے اور لے کے لازمی قرار دے وہ بھروسہ کہ شیطان کے پیختے میں پھنس گیا۔

مستحب کام کو ضروری نہ سمجھ لیتا چاہیے اور کبھی کبھی اسے ترک بھی کر دینا چاہیے جبکہ لوگوں کو یہ غلط نہیں ہوتے لے کر وہ ضروری کام ہے۔

امام صاحب نے اگر اسی نیت سے خلافے راشدین کے نام حبھڑ دیتے ہیں تو کچھ برائیں کیا۔ لیکن اگر وہ خطبہ میں خلافے راشدین کی تعریف پڑھنہیں کرتے تو اگرچہ یہ بُری بات ہے مگر اس سے تمازی پھر بھی کوئی اثر نہیں ٹرا۔ تحقیق کے بعد اگر بُری بات ہو کہ امام صاحب شیعی ذہنیت رکھتے ہیں اور صحابہ کرام خدا مدد انھیں ناپسند ہے تو اپھیں امامت سے ہٹا دینا ہو گا مگر یہ نہ از اپنی جگہ بلاشبہ ہو ہی جس کا ذکر سوال میں کیا گیا ہے۔

**سوال:** دعا کے معنی بھی ایک عجیب بات موجود ہے یہ وہی فتنہ ہے جس کا ہم نے شروع میں ذکر کیا یعنی شریعت سے ناوارغت ہوتے ہوئے بھی زبان چلا دینا۔

نماز سلام پر تکلیف ہو جاتی ہے۔ دعا مالکی نہ مانگنے کا کوئی تعلق نماز کے ہوئے نہ ہونے سے نہیں ہے۔ نماز کے بعد دعا کو فرض یا واجب یا سنت تو کسی بھی عالمے نہیں کہا۔ یہ صرف مستحب ہے اور تحب بھی ایسا کہ بعض اہل علم اسے بعدت تصویر کرتے ہیں یعنی ان کے زدیک یہ نہ بانت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جاعت کے متعلق بعد دعا مالکی ہو یا اس کی ہدایت فرمائی ہو۔ اس کے برخلاف اکثر اہل علم یہ کہتے ہیں اور یہی بات ہمارے نزدیک صحیح ہے کہ نماز کے بعد دعا مستحب ہے۔

مستحب کا مطلب آپ نے جان ہی لیا کہ ایسا عمل جس کا کرنا مغید ہو لیکن نہ کرنا ضرر ہو۔ جاعت کے بعد امام نے دعا نہیں مانگی تو یہ ہرگز نہ کہہ سکیں گے کہ اس نے لگانا کیا۔ رہی نماز تو ہم بتاہی چکے کہ وہ تو سلام پر تکلیف ہو ہی۔ دعا سے اس کے نقص و کمال اور حسن و نفع کا کوئی واسطہ نہیں ہے جس شخص نے یہ کہا کہ دعا

صورت فرض کر لیں تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ حضرت جبریلؑ کے پیشے سے حضورؐ میں تحریر پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی۔ یہ بات ناممکن نہیں ہے اللہ جب جس طرح چاہے کوئی بھی صلاحیت کسی بندے میں پیدا فرماسکتا ہے لیکن اس صلاحیت کا پیدا ہو جانا اُس وصف خاص کا خانہ کر دے گا جسے اُمیت کہتے ہیں یعنی حرف ناشناسی کی حد تک ناخواندہ ہونا، حالانکہ قطبیت میں سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بہتر ناخواندہ رہے۔ کبھی آپ میں تھے یا لکھا ہوا پڑھنے کی صلاحیت موجود نہیں رہی۔ لہذا یہ بات مانی نہیں جا سکتی کہ آپ میں پڑھنے کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہو۔ یوں بھی نہیں مانی جا سکتی کہ ایسی صلاحیت کا پیدا کرنا اللہ اسی وقت پسند فرماتا جبکہ آئندہ بھی سارا قرآن تحریر ایسی اسے بھیجا ہوتا۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ سورہ قیامتہ میں اللہ جل شانہ کیا فرمائے ہے:-

لَا تَحْرِكْ ثَبَهْ  
إِسَانَكَ لِتَنْجَلِهِ  
إِنَّ عَلَيْكَ نَاجِمَةَ  
وَقَرَأَتْ أَنَّهُ فَانِيَّ  
قَرَأَتْ أَنَّهُ فَانِيَّ  
فَزَانَهِ  
(لے نبی) نہ جانا تو اس کے پڑھنے پر اپنی زبان تاکہ بعدی اس کو سیکھ لے۔ وہ تو ہارا ذمہ ہے اس کو یعنی رکھنا تیرے سینے میں اور پڑھنا تیری زبان سے پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتے کی زبانی تو سامنہ رہ اس کے پڑھنے کے

(ترجمہ شیخ المحدثین)

اس سے صراحت معلوم ہوا کہ پورے قرآن کا طرف نزول کیا رہا ہے۔ جبریل کلام خداوندی کو زبان سے پڑھتے تھے اس پر ابتداء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد کر لینے کے خال سے یہ روشن اختیار فرمائی کہ ساتھ ساتھ اس طبقہ دہراتے رہیں۔ ایسا دہراتا جو اگر صدی ہی دل میں ہوتا ہے مگر زبان بھی اس میں حرکت کرتی ہے۔ اللہ کا حکم ملائکے رسول! یہ مت کرو۔ تم سب غور سے سن کرو۔ اس قرآن کو تمہارے حافظے میں محفوظ کر دینا اور پھر تمہیں اس کا اہل بنانا کہ لے دوسروں کو سنائیں گے اسکو ہمارے ذمہ ہے۔ تم اسے بھولو گے نہیں۔ ساتھ ساتھ دہراتے کے بجائے تو صے سے سن لینا ہی کافی ہو۔ یہ آیات نصیط طبعی ہیں اس مرداقر کے لیے کہ جبریل حضور کے

کلام الہی میں لفظ اُقرًا اسی طرح محاواۃ استعمال ہوا تھا جس طرح قرآن میں دیگر سیکرٹوں محاوارات استعمال ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً مانا بتفاری بھی محاواۃ ہی فرمایا تھا دوسری بھجن یہ ہے کہ رسول اللہ حکوم اسی (بے چالکھا) رکھنا اور اس شان و صرف کا اعلان فرمانا اللہ کی معلوم و مسروفت حملت ہے۔ اس وصف نے آپ کی عنکبوتی میں چار چاند رکھا ہے ہیں اور غیر مسلموں کے لیے وسوس و شبہات کا دروازہ بن کیا ہے جناب پڑھنے کو اسی دنیا کو کھول کر بتایا کہ محمد رسول اللہ ناخواندہ ہیں۔ ایسی صورت میں یہ بات قریں میں نہیں معلوم ہوتی کہ اللہ تعالیٰ اپنی وحی تحریر شنکل میں بھیجے جبکہ اس کی کوئی ضرورت بھی لاحق نہیں رہتی۔

تیسرا بھجن یہ ہے کہ اگر وحی کا تحریر اسی بھیجا قرین حملت تھا تو پھر صرف اپنی وحی تک یہ محدود کیوں رہا۔ بعد کا تمام قرآن تحریر اکیوں نہیں جا گیا۔ سب جانتے ہیں کہ قرآن پورا کا پورا حضرت جبریلؑ صرف زبان کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منتقل کر تھے اور تحریر کا کوئی واسطہ موجود نہیں رہا۔

چوتھی بھجن یہ ہے کہ روایت صحیحہ کے موجب ان پہلی آیات کے نزول کے وقت حضرت جبریلؑ نے تین مرتب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا۔ دو مرتبہ آپ نے اُقرًا کا جواب ہی دیا کہ مانا بقاری (میں پڑھا ہوا نہیں ہوں)، تیسرا مرتب بھیجی پر آپ نے کیا کہا یہ روایت میں موجود نہیں ہے۔ اگر تیسرا بازبھی آپ نے مانا بقاری کہا ہوتا تو روایت اسے واضح کرنی۔ صاف ظاہر ہے کہ تیسرا بار آپ نے ان پہلی پانچوں آیات کو زبان سے دہرا دیا ہو گا۔ اس وقت نہ دہرا یا ہوتا ہر حال حضرت ضریح عزر کے آکے دہرا یا ہو گا۔ قرآن میں ان آیات کا شان ہونا قطعی تیں ہے اس بات کی کہ یہ آیات جبریلؑ سے منتقل ہو کر حضورؐ کی زبان پر آئی ہیں۔ اب اس کے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں۔ یا تو یہ کہ آپ کے خال کے مطابق جو تحریر جبریلؑ لائے تھے اسے حضورؐ نے پڑھ دیا ہو یا پڑھ رہ سکے ہوں بلکہ جبریلؑ کی زبان سے ادا شدہ الفاظ آپؑ کے حافظے میں محفوظ رہ گئے ہوں۔

ان میں سے ہر ایک صورت بھجنیں رکھتی ہے۔ اگر پہلی

کے اسمائے گرامی نقل کئے ہیں اس میں ایک نام "مری" آیا ہے۔ بعض قدیم شخصوں میں مری "رماد کے ساتھ ہے جو نک نام نہیں جلوہ ہو سکتا ہے اس لیے تمیں نہ پوسکی۔ اگر آں جناب اس میں رہنمائی دے سکیں تو باعثتِ منوریت ہو۔"

### جواب:-

خط سے آپ کو جواب دے چکا ہوں۔ خیال ہوا کہ بدایہ تجدید اہل علم اور طلباء عربی میں کافی پڑھی جانے والی کتاب ہے اور اس کی کوئی شرح یا کوئی حاشیہ موجود نہیں ہے اس لیے آپ ہی کی طرح بعض اور لوگوں کو یہی اس نام کے مسلسل میں پیشانی ہو سکتی ہے لہذا کیوں نہ پڑا جواب منظر عام پر ہی لے آؤں۔

یہ صحیح نام یہاں "مری" ہے (بخاری نقطہ کی راستے) مزَّی جہاں چھپا ہے غلط چھپا ہے۔ المری ظاہری مذہب کے ایک حدث ہیں جو ابو علی غستانی اور عبد الباقی بن محمد بخاری سے حدیث کی روایت کرتے ہیں۔ ان کا یورانام ہے محمد بن الحسین بن احمد بن محمد الانصاری المری شهرت محمد الانصاری کے نام سے ہے ابن شداد یا ان کے بعد کے مصنفین جب صرف مری یا المری لکھیں تو سمجھ لجھیے کہ یہی علاہری حدث آن کا مشاہدہ ہیں۔ یہ حدث میں پیدا ہوئے اور میراث ہیں میراث میں انتقال کیا ان کی معروف تائیفہ ہے "اجمعین میں صحیحین"۔

کوئی زیادہ تفصیل میں جانا چاہے تو ان کے حالات ابن کشکوں کی اصلة میں ص ۵۲ پر اور زندگانی کی ایصال المکنون صدراول کے ص ۳۷ پر مل جائیں گے۔ بعد ادی ہی کی ہدایۃ العارفین میں بھی جلد دوم کے صفحہ ۸ پر ان کا تعارف موجود ہے۔

جہاں تک لفظ مری دہنوڑ والی زبان سے کا تعلق ہے اس نام کے بھی متعدد علماء گذرے ضرور ہیں اور ان میں شہور ترین شخصیت حافظ جمال الدین یوسف بن المری کی ہے لیکن یہ تو پیدا بھی اب رشد کے بہت بعد ہوتے ہیں۔ غالباً ساتوں میں بھری کا نصف آخر ان کا زمانہ ولادت ہے جبکہ اب رشد عملی رحمت ساتوں میں صدی بھری کے آغاز سے بھی پہلے دنیا سے سدھارنے کے ضرورت بخوبی کہ بدایہ التجدد پر بھی کوئی حاشیہ عربی ہی اس

سے منے قرآن کو تحریر انہیں پیش کرتے تھے، زبانی سناتے تھے۔ اب اگر یہ فرض کر لیں کہ پہلی پانچ آیات تحریر پیش ہوتیں ہوں تو فرشتے کے سچھنے نے حضور میں تحریر پڑھنے کی صلاحیت پیدا کر دی تو آخر کیا فائدہ ہو اس صلاحیت سے اور کیوں صرف چنان بذریعی آیات کے لیے اللہ نے تحریر کو پڑھنے کی صلاحیت اور اگر دوسری صورت میں یعنی تحریر کو پڑھنے کی صلاحیت نہ پیدا ہوئی ہو بلکہ جریل کی زبانی قراءہ ہی نہیں آیات کو حضورؐ کے سینے میں محفوظ کر دیا ہو تو تحریر اور بھی لا حاصل ہو جاتی ہے۔

پڑھنے کی سچھنے کا افراجریل کا اپنا نہیں اندھ تعالیٰ کا الفاظ اور حکم ہے۔ کیا یہ بات قابل فہم ہے کہ جو اللہ حضورؐ کا ناخواندہ ہونا نہ صرف جانتا ہو بلکہ آپ کو زندگی بھرنا خواندہ ہی رکھنے کا فیصلہ کر سکتا ہو وہ ہی پانچ آیات بشکل تحریر پڑھ جو اور کہے کا انھیں پڑھو، پڑھو۔ یہ فرمائیں کہ میں پڑھا ہو انہیں ہوں تب بھی وہی حکم دہراتے کہ نہیں ضرور پڑھو۔ زبان سے دہراتے میں ہر سب خوف جو رکاوٹ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آ رہی تھی اسے دُور کرنے کے لیے تو پڑھنے کے حکم کی تکرار نہیں سمجھی جاسکتی ہے کیونکہ کسی صلاحیت کے نہ پائے جانے کا سوال نہیں پیدا ہوتا تھا مگر جو صلاحیت موجود ہیں تھی وہ تو نکل حکم سے نہیں پیدا ہو سکتی تھی۔

یہ ہے اُن الحجنوں اور رشمکاں کی تفصیل جو تحریر والامفوڑہ قبول کرنے کی شکل میں پیدا ہوتی ہے۔ مولانا مودودی نے پیش کی تقبیاس فرمایا کہ تحریر پیش کی گئی ہو گی لیکن ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ آپ یا سائل اگر متذکرہ الحجنوں کا کوئی حل تلاش کر سکتے ہیں تو شوق سے کر لیں۔ یہ کوئی ایسا مستلزم نہیں ہے جس میں سہیں یہ اصرار ہو کہ آپ اور سائل ہماری ہی رائے کو قبول فرمائیں۔ البتہ یہ نہ بھولیں کہ تحریر والا خیال شاذ ہے اور جھوہامت وہی رائے رکھتے ہیں جو ہماری ہے۔

### ایک نام کی تحقیق

#### سوال:-

و بِدَايَةِ الْجَهَدِ صَدْرَاوْلَ ص ۲۲ مصري تحریر اب رشدؓ نے مسح علی الحجنوں کے مسلسل میں گفتگو کرتے ہوئے چنانکہ مسالک

مکمل فرمانبرداری اور بیعت سے پرہیزو نظرت۔ وہی بھائی مسلمان ہے جو خدا اور رسول کے ارشادات کے آئے ترجم کر دے۔

### ترقی

مغربی مالک نے جو کچھ "ترقی" کی ہے وہ مادیات کی ترقی ہے حالانکہ یہ ترقی کسی بھی انسان کو سوچا پس سالوں سے زیادہ کامنی ہے دیتی۔ اخلاقیات کا ان مالک میں جو کچھ حال ہے وہ کسی سے پوشیدہ ہیں اخلاق کی درستگی اور روحانی ترقی مذہب پریسے سے والستہ ہے اور مذہبی بھی اکیلا اسلام ہی ہے کیونکہ دوسرا کوئی مذہب انسان کے نفس امارہ کی دستبرد سے محفوظ نہیں رہا۔

### اختلاف صحابہ

الثیر نے ذہنوں کی ساخت رکھی ہی ایسی ہے کہ ان میں خلاف ہوا اور یہ ہوا ایسا نہ ہوتا تو یہ دنیا دارال منجان ہی کیلئے کہلاتی اور صحیح فکر و عمل پر انعامات کیوں ملتے۔ صحابہ کرامؐ ہماری آپؐ کی طرح انسان ہی تھے۔ ان میں اختلافات کا رونما ہونا کوئی سچو ہر نہیں خلاف قیاس نہیں۔ تشویشناک نہیں۔

### حدیث کا حوالہ

کشیر کے جن بزرگوں نے یہ شکایت کی کہ "تجھی" کا اظہر عالمی اپنے جوابات میں حدیث کا حوالہ نہیں دیتا، ان سے کہیے کہ تجھی کا وہ کسی بھی ایک سال کا فائل پڑھ دکھیں ضروری موقع پر لکھیں حدیث کے حوالے مل جائیں گے۔ البتہ بے ضرورت حوالے دینا ہمارے نزدیک مناسب نہیں۔ نہ کم یہ پسند کرتے ہیں کہ ضعیف اور غیر نقرو روایات سے کام چلا میں۔

بھر ان بزرگوں سے یہ عرض کیجئے کہ حدیث و قرآن کی بحثیں ان سے کی جاتی ہیں جو حدیث و قرآن سے تجوہ واقعیت بھی رکھتے ہوں کشیر میں جو بے شمار بدعات راجح ہیں ان کے خلاف شرع ہونے پر کم بے شمار عقلی و فقیل دلیلیں پیش کریجئے ہیں۔ ہمارے جواب میں آج تک جن بزرگوں نے بھی اعتراض فرمایا ہے وہ قرآن و حدیث سے تو کچھ نہ لاسکے بس شیخ فلاں اور شاہ فلاں کے حوالے خرقو

چڑھایا جاتا ہے مفصل شرح لکھی جاتی۔ بڑے کام کی کتاب ہے۔ ممکن ہے کسی بھی کسی نے حاشیہ یا شرح لکھی بھی ہوا اور وہ منظیر عام پر آئے بغیر ضائع ہو گئی ہو۔ واللہ عالم بالصواب۔

### وہ جوابات جن کے سوالات حذف کر دیے گئے

#### "اہل سنت والجماعۃ کون ہیں؟"

"اہل سنت والجماعۃ" کی تعریف و توضیح ان لوگوں سے پوچھئے جو خود کو طریقہ شان سے اہل سنت والجماعۃ کہکرد و سروں پر گمراہ اور بدغصیبگی کے قتوے صادر کرتے ہیں۔ پھر ان کی پیش فرمودہ تعریف و توضیح سے ہم بھی مطلع کریں تو خوشی کی بات ہو۔

س سے زیادہ زور شور سے آپ کو اہل سنت والجماعۃ آج ہل قبوری شریعت کے حاملین کہہ رہے ہیں۔ بریلی بے چارہ نوین نام ہے ہی۔ ابھیر، حیدر آباد، کشمیر، ان سب میں قبریستی اور پیریتی کا کار و بار خوب ترقی پرسہے اور اسی لیئے سب سے زیادہ اہل سنت والجماعۃ ان ہی مقامات پر پائے جاتے ہیں۔

ہم تو سیدھے سادے مسلمان ہیں۔ مُردوں کو نہیں صرف تحدیتی و قیوم کو پوچھتے ہیں اور اس کے آخری رسول اللہ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہوئے ان احکام و عقائد کو جزو یا ان سمجھتے ہیں جو قوی صحیح احادیث سے ثابت ہوں جب کسی مسلمان میں ہمارا درکسی اور کا اختلاف ہو تو حکم قرآن کے بوجب قرآن و حدیث ہی کو قاضی اور حرف آخر مانتے ہیں۔ اس کے بخلاف آج ہل کے اکثر نام نہاد اہل سنت والجماعۃ کا روتیہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے بجائے اختلافی مسائل میں صوفیوں اور پیروں اور شاہوں کے حوالے دینے شروع کر دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک دن میں مشلح اور صوفیا اور رابر اپ طریقت کے ایکارجت ہیں اور ہمارے نزدیک وہ فقہاء و مجتہدین مفتدا ہیں جنہوں نے تو قریبی کے ساتھ قرآن و حدیث کا علم حاصل کیا اور پھر اس علم کے سر حشیث سے دینی احکام و قرائیں اور قواعد و ضوابط اور معتقدات و نظریات نکالے۔

ناموں کے لیے بے کار ہیں۔ اہل شریعت ہے قرآن و حدیث کی

۱	پڑے	ایک ہمہ دنیا دعوت د مولانا ابوالحسن علی بدوی
۲	۵۰	پرنسپالیوں کا پسر می خلاج
۳	۵۰	جو اہل الائماں
۴	۲۵	میری نماز مجلد مکسی
۵	۸۵	آسمان نماز
۶	-	نتخب تقریں مجلد (مولانا منظور نعیانی)
۷	-	مکتبات حضرت علی بضم اول درود مع عربی
۸	-	حدیث ذخیر
۹	-	عقبات اردو اسماعیل شہید
۱۰	-	فقہ اسلامی کتاب رخی پس منظر
۱۱	-	التغییب والترسیب اردو
۱۲	۵۰	تاریخ چورات
۱۳	۵۰	تاریخ اسلام پر ایک طہران نظر
۱۴	۲۵	کھنگھا کتاب رخی روزناچہ
۱۵	-	حیات دا کٹرڈ اک جسی
۱۶	۵	خلافت را خدا اور ہندوستان
۱۷	۷۵	دین الیگی کتاب رخی پس منظر
۱۸	-	شاہ ولی اللہ کے رسائل مکتبات
۱۹	-	قرآن اور تصوف
۲۰	-	قصص القرآن مکمل غیر مجلد
۲۱	-	لغات القرآن مکمل
۲۲	۷۵	ہندوستان میں عربوں کی حکومتیں
۲۳	-	بزم پنجھر مجلد
۲۴	۵۰	چاند نکھلے نکھلے
۲۵	۲۵	خشامات ہند
۲۶	-	تجنیدیہ اسرار (عملیات، عملہ نور شاہ میری)
۲۷	-	تاریخ دیوبند (اضافہ شد)
۲۸	-	سوانح حجی علی جسماح
۲۹	۲۵	نحوہ عجیب
مکتبہ تحریقی - دیوبند (بیوی)		

گردستے حلالکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاٹ تزار عتمہ فی شَشیٰ  
فَرِزْدَقَهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ دا گرمہار اکسی سلسلہ میں ای خلاف  
ہوتوا سے ائمہ اور رسول کی طرف لوٹا تو یعنی قرآن و حدیث سے  
ضیصلہ حاصل کرو۔

اب مثلاً آپ نے ایک شمیری و نظیفے کے الفاظ لکھے ہیں۔  
اسی طرح یا شیخ عبدالقدوس شیخ ایش کا وظیفہ ہے۔ شاہ علی رقا  
یا شاہ مخدوم یا شاہ فلان کو بیکار بچار کر کچھ مانگنا اس کے جوان پر آج  
تک کسی اللہ کے بندے نے قرآن یا حدیث سے تو شوت نہیں دیا  
بلکہ وہی غیر علی روشنی کر فلان بزرگ اس کی تلقین کرتے رکھتے اور فلان  
شاہ صاحب نے اسے جائز بتایا ہے۔ بتائیے ایسے لایعنی اور غضول  
جو باتاں پر ہم کیا قرآن اور کیا حدیث بیش کریں۔

اللہ تعالیٰ علامہ نور شاہ صاحب کشیری ۲ کو آخرت کی نعمتوں  
سے نوازے وہ بہت بڑے حدیث تھے۔ کاش ان سے کچھ کم ذجہ  
ہی کا کوئی حدیث اجھ کل کشیری میں ہوتا تو سماں احادیث کے ذریعہ  
اس سے افہام تفسیر کرتے تیکن ہمارے علم لی حدتک کشیری محدثین  
سے خالی ہو جیکا۔ اگر ہمارا علم غلط ہے اور قبوری شریعت کے حلقة  
میں وہاں واپسی کوئی حدیث بیا جاتا ہے تو ہم بڑے شوق سے  
حدیث ہی کی بنیاد پر اس سے گفتگو کرنے کو تیار ہیں۔ حدیث پر جان  
قریان۔ مکر غیر معتبر سنوں سے آئی ہوئی روایات کو ہم ابھی نہیں  
دیتے جبکہ خواری شریعت والوں کا یہ حال ہے کہ ہمیں ضعیف و کمزور  
روایات ہیں سب ان کے یہاں وہی کے درجے میں رکھنی کئی ہیں  
اور صحیح و قوی احادیث سے اپنیں بالکل بچپی نہیں ہے۔

۱	۵۰	فرعون و ملکم کی داستان کش نکش
۲	۵۰	قاف نامہ سخت جان
۳	-	نبو بڑے آدمی
۴	-	عرب کا چاند ایک تاریک غاریں
۵	-	خلافت معاویہ و یزیدیہ
۶	-	نظام سلطنت (اکیر تجیب آبادی)
۷	۵۰	فصل الخطاب
۸	-	خلاف ملت
۹	-	اور نگزیں عالمگیر ہندو نکاری نظریں
۱۰	۵۰	غیر مجلد

تذکرہ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب تبی نجدی

آپ جانتے ہیں کہ بدعتی حضرات بالپیش سواتا مسلمانوں کو "دہبی" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ یہ دراصل محمد بن عبد الوہاب کے نام ناجی کی طرف تبدیل ہے اور اس تبدیل کو گانی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر آپ صحابی کے مثالی ہیں تو اس کتاب کا مطالعہ فرمائی حقیقت سے آگاہ ہوں کہ محمد بن عبد الوہاب کس قدر سذت کے شدراہی بارہت کے دشمن اور دین و ملک کے خیر خواہ تھے۔

انگریزوں نے انھیں بدنام کیا اور بدعتی لوگوں نے اس بذریجی میں چار چاند لکائے۔ اس کتاب کے مصنف "قطر" نے جمکرہ شرعیہ کے تاضی احمد بن جحیر ہیں اور ترجمہ صحفی ارجمن الاعظی نے کیا ہے۔ ترجمہ کے علاوہ فاضل مترجم نہیں قیمت نوٹ بھی خواشی پر بڑھائے ہیں۔

قیمت — سارٹھے چار روپیے

**حده امی معاملات** [جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ اس

نے معاملات کی صفائی کے شرعی طور طریق بیان فرمائے ہیں۔ بڑے کام کا رسالہ ہے۔ قیمت صرف ۱۰ پیسے مولانا جمیل صاحب حوثی، تسم دار العلوم معجزہ کیا ہے؟ دیوبند کی ایک فکر انگیز تصنیع۔

معجزے کے تمام پہلوں پر علم و تتفہم کی روشنی میں لکھی گئی۔

قیمت مجلد — ڈھانی نصف روپیہ

**فن اسماء الرجال** [علم العرویت کا مدار راویوں کے

حالات پر ہے اور ان حالات کو تجھندا فن اسماء الرجال پر منحصر ہے لہذا حدیث رسول ﷺ سے دیسی رکھنے والے تماس ہی مسلمانوں کیلئے یہ کتاب بنیادی فوائد کی حالت ہے۔

قیمت — ایک روپیہ ۵۰ پیسے۔

مکتبہ تخلی دیوبند (یو۔ پی)

هفت روزہ عزاداری کا خاص نمبر کا جلد چھتی آزادی

کی تاریخ۔ نتائج کیا نکلے۔ ہم کہاں پہنچے۔ ان تمام امور پر نہایت وقوع و تحسب اور بصیرانہ مصہابین۔ نظم و نثر و فنون معیاری اور دل تکش۔ ضخیم نمبر اپ کے مطابعہ کی چیز ہے۔ قیمت — پانچ روپے ۲۵ پیسے۔ (پہلی فرست میں طلب فرمائیں ورنہ قیمت بھی ہو سکتا ہے)

## تاریخ دیوبند

دیوبند ایک قدیم ترین یونیورسٹی ہے۔ اس کی سر زمین نے القلا بات کی بے شمار تک دیکھیں اور اب دارالعلوم کی وجہ سے یہ سی بین الاقوامی شہرت کی الگ بن گئی ہے۔ اس سبی کی دلچسپ اور حقيقة نہ تاریخ جناب مسید محبوب رہنماؤ کے قلم سے ملأ خط فرمائی۔ تاریخ نگاری میں صنف موصوف، کی بصیرت ایک انتازی شہرت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا پہلا طبع چھپ کر ختم ہو گیا۔ اب دوسرا طبع ناضل صحفہ کی نظر ثانی اور اپنا فوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ صفحات ۱۱۲۔ قیمت مجلد۔ دس روپیے۔

**جان مصطفیٰ** [درود قریشی کی نغمتوں کا دل کش جھومند۔ قیمت — ایک روپیہ۔

**شہزادے بدر** [شہزادے بدر کے شعر حالات دو روپیہ۔ قیمت — ایک روپیہ۔

**دین و شریعت** [امداد ایڈیشن۔ قیمت مجلد۔ ۱۵/-

امرت مسلمہ کی رہنمائی [مولانا نقی ایمنی کی ایک تازہ تصنیف الفزادی و دفتر عمری تعلیماں ایں [اجنبی ای زندگی کے محنات میں حضرت عمرؓ کے اصلاحی خروقات اقتدا۔ دور رس خلائق سے لبریز۔ قیمت — دو روپیے۔

## ڈارون کا نظریہ ارتقام

۱۔ غیر مسلموں میں اسلام پھیلانے کا منہوظ اتفاق

۲۔ کچھ تفہیم القرآن کے انگریزی ترجمے کے بارے میں

۳۔ الشوریٰ ورسود کے بارے میں

## مولانا حضرت مولیٰ عدوی الحسني

ایک صاحب نے مولانا حضرت سے سوال کیا کہ ڈارون کا نظریہ ارتقام کے نظریہ ارتقام کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

مولانا حضرت نے فرمایا کہ ڈارون کا نظریہ ارتقام ننانویے فی صارقیاس پر ہے ہے۔ مشاہدہ صرف ایک فرد ہے۔ اس نے غیر کیا کہ کسی چیز کا خالق نظر نہیں آتا۔ ایک پیغمبر بنتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اس نے سب پیغمبروں کو دیکھا اور پھر قیاس کیا کہ ہر چیز کی پہلی ابتداء ہوتی ہے اور پھر آہست آہست اس میں ارتقان ہوتا ہے۔ اسی نظر سے اس نے انسان کو دیکھا۔ اس نے انسان کو نکٹگڑا کانا، انا، وہا۔ کمزور اور طاقتور مختلف کیفیتوں میں دیکھ کر یہ قیاس کر لیا کہ اس کی ابتداء بدتیر سے ہوتی ہے۔ وہ بندر سے ترقی کرتے کرتے انسان بن گیا۔ ڈارون نے یہ قیاس کیا کہ یہ دنیا پر نے کی ماں ہے جو پہلے چھوٹا سا ہوتا ہے اور پھر مختلف قسمیں حاصل کر کے پھلتا اور پھولتا ہے اور جب یہی قسمیں اس کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں تو دد خود، ہی ختم ہو جاتا ہے۔

مولانا حضرت نے فرمایا کہ اس نظریہ کو چوری۔ فرانس برطانیہ، امریکا اور جاپان کے تقریباً پچھاڑے فیصلہ لاسفر اور سائنسی ان روڈ کرچکے ہیں۔ اور کئی ایک حمالہ میں اس نظریہ کی اشاعت پر پیا بن ری ہے۔ وہ اس اور چین میں بھی آپ یہ نظریہ مقبول نہیں رہا۔

ایک لوگوں نے مولانا حضرت سے غیر مسلموں میں اسلام

پھیلانے کے طریق کا رکھ کے باے میں سوال کیا۔ مولانا حضرت نے فرمایا کہ اسلام پھیلانے کا سب سے موثر طریقہ یہ ہے کہ پہلے آپ خود پہلے مسلمان بنیں تاکہ لوگ آپ کو دیکھ کر یہ جان جائیں کہ اسلام ایک آدمی میں ایسی اور ایسی صفات پیدا کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ انہیں اسلامی تصریح بھی دیں۔ یہ تصریح کسی خاص ذائقے کی انسان میں نہ کرتا ہو یہ لکھ خصوص اسلام اور مسلمانوں کے پاٹے میں بحث کرتا ہو۔ اگر آپ فرقہ بنی کی بُنْتَيَا دپْتِيَا شِدَه لِمُرْجِحِ الْغَيْبِ پُرْضَنَے کے لئے دوں گے تو وہ اس خشش دشیخ میں پڑھ جائیں گے کہ وہ مسلمانوں کے کس فرقہ کو تبلیغ کریں۔ لیں اس بات پر کلام کیجئے کہ ہم صرف مسلمان ہیں۔ ہمارا نہ ہب اسلام ہے اور اسلام ہی تمام انبیاء کا زین ہے۔ اسلام ہی ہر شعبہ زندگی میں انسانی مسائل کا رہنا ہے۔

ناشیخ یا سے آئے والے ایک لوگوں نے پوچھا کہ کیا تفہیم القرآن کا انگریزی میں ترجمہ ہو جائے ہے؟ مولانا حضرت نے فرمایا کہ تفہیم القرآن کے انگریزی ترجمے کی پانچ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ دو جلدیں اور کھلی جلد شائع ہونے والی ہیں۔ ترجمے کا کام بہت تیز رفتاری کے ساتھ

ترتیبی دینی حیصلی جاری ہی ہے۔ چاہئے یہ تھا کہ سوڈا انجلوس دغیرہ کو ختم کر دیا جاتا لیکن بہاں عجیب تھم کے سر شش ملن ہیں جو سرمایہ داری کو تحقیق پہنچ کر راہی کہہ رہے ہیں اور خود اسی نظام کو ترتیبی بھی دیتے چلے جا رہے ہیں۔ عموم استعمال کی جگہ میں پے چلے جا رہے ہیں اور یہ سوڈا اسٹ حکمران عوام کی ہڈیوں پر اپنے غالی شان محلات تعمیر کر رہے ہیں۔

آپ نے اسی ضمن میں مزید فرمایا کہ اگر حکومت سوڈا کو ختم کرنا چاہیے تو یا نہ سال کے اندر رائے، ان درونی اور بیرونی طور پر ختم کر سکتی ہے۔ اور اپنے وسائل بیرونی مکمل بھی ہو سکتی ہے۔ مولانا حفترم نے افتوس کے ساتھ فرمایا کہ کیا کیا جائے، ہماری حکومت تو اپنے وسائل بڑھانے کی بجائے گراگر بن کر رہ گئی ہے اور ایسے گراگر کا بھیس پول میں ہے جو خود تفتیش درست و تقویت نہیں اور جنت کر کے اپنا خادمان کا پریث پال سکتا ہے۔ مگر تن آسانی نے اسے بھیک مانگ کر پر رکا دیا ہے۔

درپورٹنگ کی ذمہ داری ادارہ ایشیا پر ہے)

## روشن دماغ پلس

روشن دماغ پلس! دماغ کو قوی کرتی ہے۔ ماناظر اور ذہن کو تیز کرتی ہے۔ یادداشت کی قوت کو پڑھاتی ہے۔ دماغی تھنکن کو درکرتی ہے۔ روخت ہادام اور یہ بھی ہوئی اس کے خاص ایزار ہیں

چالیس دن کا کورس پانچ سو پے  
(علاوہ مصروف ۱۰۰)

روشن دماغ کا رسالہ پرگنیٹ بھیجاں

چاری ہے۔ مولانا حفترم نے فرمایا تفہیم القرآن کے انگریزی تصحیح کی یہ پانچ جملیں اردو کی دو جلدیں سے بنیا رہنی ہیں۔ تفہیم القرآن کا پورا انگریزی ترجمہ پندرہ سو لمحہ جملوں پر مشتمل ہو گا۔

انہی لوگوں نے پوچھا کہ کیا تفہیم القرآن میختم  
بیوت کے ضمیمے کا بھی ترجمہ ہو چکا ہے؟

آپ نے فرمایا کہ تا حال انگریزی میں شائع ہیں اس کا

المتن عربی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

سائل نے دریافت کیا کہ کیا ضمیمے کا ترجمہ شائع کرنے کی اجازت مل سکتی ہے؟

مولانا حفترم نے فرمایا کیوں نہیں۔ آپ کو اجازت دی دیے گی لیکن ترجمہ کرنے کے بعد ذرا مجھے رکھا دیں ایک سال میں پوچھا کہ کیا اسلام میں لاٹف انشورنس گروپ انشورنس اور بربری ایشیا انشورنس جائز ہے؟

مولانا حفترم نے فرمایا انشورنس ایک سراسر اجائزہ پڑھ رہے۔ یہ تو سرمایہ داروں اور حکومت کے لئے خوب میک

جیسوں سے پیسہ نکالنے کا ایک مکارا مدقق ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس سے پچھا چلے گے۔ اور اگر جو کوئی راہ تر جیجیہ گروپ انشورنس یا کار انشورنس کو حکومت نے لازم کر کھا ہے کہ تو اس کے لئے دعا بھی کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اس وبا کو ختم کر دے اور اسلامی حکومت لانے کے لئے کوشش بھی کی جائے تاکہ بیانی اتفاق م درست ہو۔

ایک سوال تھا کہ کیا پنجاب سیبلی کی سوڈا کے خلاف قرارداد سے حکومت سوڈی لیتی دین پندرہ دے گی؟ مولانا حفترم نے فرمایا، سوڈھم کرنا مرکزی حکومت کا کام ہے۔ پنجاب سیبلی نے تریخاً پہلیک سی خوش کرنے کے لئے ایک قرارداد پاس کر دی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موجودہ حکومت با وجود سو شلزم کا نعرہ رکلتے اور بڑی ای نظم اس کی مخالفت کرنے کے سرمایہ داری نظام ہائی کو

# قرآن - تفسیر پاک - پاک اے حمائلیں - دعائیں

**قرآن پاک بلا ترجمہ نمبر ۱۲۶** عکسی، ہر صفحہ آیت چوتھی،  
کاغذ، کتابت، طباعت، جلد سب عمدہ۔

ساائز ۱۰۵۰ میٹر جلد ریگزین میٹر پوس اور  
۱۶/-

**قرآن پاک بلا ترجمہ نمبر ۱۳۵** عکسی ۲۶۵ میٹر پوس اور  
بیت روپیں اور

پچھوں کے لئے نہایت عمدہ جلد کرشم قسم اول  
۱۱/- ۱۰/- ۵/-

**حامل مترجم نمبر ۲** عکسی سائز ۱۱۵ میٹر

حاشیہ پر غصہ تفسیر، ہر حافظ سے اچھی جلد کرشم  
۱۵/-

**حامل بلا ترجمہ نمبر ۳** عکسی ۱۱۵ میٹر سائز

روشن حروف، ہر حافظ سے معیاری، جلد کرشم  
۱۰/-

**حامل بلا ترجمہ نمبر ۴** عکسی کارڈ سائز  
باریک عمدہ سفید

کاغذ پر جلد پلاسٹک، حافظ کے لئے عمدہ ۸/- ۵/-

**حامل بلا ترجمہ عکسی ۵** سائز  
کتابت، کاغذ اور طباعت عمدہ - جلد کرشم  
۱۰/-

**قرآن پاک ۶** سائز ۲۲۵ میٹر کے پاکے تمام

پاکے الگ الگ جلد جو مسامی میں رکھوئے جاتے ہیں ۳۵/-

**قرآن پاک ۷** کے تمام پاکے الگ الگ

جلد جو مساماج میں رکھوئے جلتے ہیں مکمل ۲۵/-

(ان کے علاوہ ہر قسم کے عکسی وغیر عکسی پاکے تمام

لیستہ القرآن اور نمازیں وغیرہ مناسب ترین زخموں پر  
بیچی جاتے ہیں پاکے کلائی ۳۲/۲ روپے سیکڑا

بیچی جاتے ہیں پاکے کلائی ۲۵/۲ روپے سیکڑا

مع تفسیر عکسی، ترجمہ مولانا  
عجمود احمد بن عثیمین (شیخ الحنفی) محدث ریگزین ۳۵/-

مجلدرا ملی چرخی کوڈ پشتہ ۰/۰ میٹر حروف، عمدہ کتابت و طباعت، جلد ریگزین

عکسی اشرافی مولانا نویں ایشان عکسی ترجمہ مولانا

سائز ۱۱۵ میٹر میٹر پوس اور  
۲۵/-

**قرآن پاک مترجم نمبر ۵۵** عکسی بد و ترجمہ  
مترجم نمبر میٹر پوس اور شاہ رخش الدین صاحب

سقاوی اور شاہ رخش الدین صاحب، ناخن پکنی کے  
قرآن کا عکس، جلد ریگزین ۳۰/-

**قرآن پاک مترجم نمبر ۴۲** کلائی مولانا ترجمہ  
سائز ۲۲۵ میٹر کشاور حروف، صاف سخنی کتابت

وطباعت، جلد ریگزین ۲۰/-

**قرآن پاک مترجم نمبر ۶** مولانا ترجمہ  
سائز ۱۱۵ میٹر سے کم بڑے چھوٹے خرد ف

جلد خوبصورت، ہر حافظ سے معیاری،  
مبتدہ ریگزین ۱۰/-

**قرآن پاک بلا ترجمہ نمبر ۳** عکسی ہر سطح کے  
کتابت طباعت سب عمدہ، سائز ۱۱۵ میٹر

دیجی سائز ریگزین ۲۰/-

**قرآن پاک بلا ترجمہ نمبر ۴** بیلی لائن کا قدر  
تمہارے کام کے لئے میکٹیں ۲۰/-

بیچی جاتے ہیں پاکے کلائی ۲۵/۲ روپے سیکڑا

پچھلے ماہ کی قسط سے ذیل کا صحنون تلفت صفات کے باعث کم کر لینا پڑا اتفاق۔ اس باریہ حاضر ہے انشاء اللہ اگلے ماہ سے یہ ستاب ابتداء سے پیش کی جائے گی۔ (ادارہ)

## رسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَا حَانَ زَانٌ

کرتے تھے اس کی بنابر سب ان کے احسان مند تھے۔<sup>۱</sup> انھیں اس امر کا کوئی خطرہ نہ تھا کہ راستے میں کہیں ان کے قافلوں پر ڈال کر اسرا جائے گا۔ راستے کے قبائل ان سے رکجز کے وہ بھاری طیکیں بھی وصولی نہ کر سکتے تھے جو دس سو قافلوں سے طلب کیا جاتا تھا۔ ہاشم نے ان ہی تمام پہلوؤں کو دیکھ کر تجارت کی اسکیم بنائی اور اپنی اس اسکیم میں اپنے تینوں بھائیوں کو شامل کیا۔ شام کے غصانی بادشاہ سے ہاشم نے عبس کے بادشاہ سے عبد الشمس نے (یعنی امراء سے طلب نے اور عراق و فارس کی حکومتوں سے نوقل نے تجارتی مراعات حاصل کیا۔ اس طرح ان لوگوں کی تجارت بڑی تیزی سے ترقی کرتی چلی آئی۔ اسی بنابر پر یہ چاروں بھائی (تبریز، بندر دیاری کی منڈی میں اندر ورنہ ملک کے تجارت خریداری کے لئے آنے لگیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ایران کی ساسانی حکومت اُس میں الاقوامی تجارت پر اپنا تسلط قائم کر چکی تھی جو شامی علاقوں اور خلیج فارس کے راستوں سے رومنی سلطنت اور بلادِ مشرق کے درمیان ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے جنوبی عرب سے بحر احمر کے ساحل کے ساحقہ ساحقہ جو تجارتی راستہ شام و مصر کی طرف جاتا تھا اس کا اروبار بہت چمک اٹھا تھا۔ عرب دوسرے تجارتی قافلوں کی پہنچت قریش کو یہ سہولت حاصل تھی کہ راستے کے تمام قبائلی بہت اللہ کے خدام ہونے کی چیزیت سے ان کا احترام کرتے تھے۔ حج کے زمانے میں نہایت فیضی ضھی کے ساتھ حاجیوں کی جو خدمت قریش کے لوگ

قریش کی تجارت اور انکی ترقی [قریش کی وہ تجارت جس کا ذکر سورہ قریش میں ساختہ اللہ تعالیٰ] والصیف رگمی اور جاڑے کے سفروں کے نام سے اللہ کے ایک فضل کے طور پر کیا گیا ہے، اس کا خجال بھی سب سے پہلے ہاشمی کے ذہن میں پیدا ہوا۔ اُس نے اپنے تینوں بھائیوں، عبد الشمس، مطلب اور نو قل کو ساتھ ملا کر یہ منصوبہ بنایا کہ اُس میں الاقوامی تجارت میں حصہ لیا جائے جو عرب کے راستے بلا بلادِ مشرق اور شام و مصر کے درمیان ہوتی تھی اور ساتھ ساتھ اہل عرب کی ضروریات کا سامان بھی خرید کر لایا جائے تاکہ راستے کے قبائل ان سے مال خریداری کی منڈی میں اندر ورنہ ملک کے تجارت خریداری کے لئے آنے لگیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ایران کی ساسانی حکومت اُس میں الاقوامی تجارت پر اپنا تسلط قائم کر چکی تھی جو شامی علاقوں اور خلیج فارس کے راستوں سے رومنی سلطنت اور بلادِ مشرق کے درمیان ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے جنوبی عرب سے بحر احمر کے ساحل کے ساحقہ ساحقہ جو تجارتی راستہ شام و مصر کی طرف جاتا تھا اس کا اروبار بہت چمک اٹھا تھا۔ عرب دوسرے تجارتی قافلوں کی پہنچت قریش کو یہ سہولت حاصل تھی کہ راستے کے تمام قبائلی بہت اللہ کے خدام ہونے کی چیزیت سے ان کا احترام کرتے تھے۔ حج کے زمانے میں نہایت فیضی ضھی کے ساتھ حاجیوں کی جو خدمت قریش کے لوگ

لئے طریقی کا بیان ہے کہ ہاشم نے شام اور عثمان اور روم کے بادشاہوں عبد الشمس نے شجاشی سے، نوقل نے شاہان فارس سے اور مطلب نے شاہان جمیر سے تجارتی مراعات اور سفریں حفاظت کے پر ولنے حال کئے۔ (حاشیہ از بولف)

جگہ جگہ اس تباہ شدہ فوج کے آدمی گر گر کر مرتے چلے گئے تو کعبہ کے بیت اللہ پرستے پر نماگاہی عرب کا ایمان پہلے سے بڑا جہاڑا زیادہ ضبوط ہو گیا اور اس کے ساتھ قریش کی دھماک بھی ملک بھر میں پہلے سے زیادہ قائم ہو گئی۔ اب عربوں کو یقین ہو گیا کہ ان لوگوں پر اللہ کا فضل خاص ہے وہ ہے کہنٹک عرب کے ہر حصے میں جاتے اور اپنے تجارتی قافلے لے کر پر علاقوں سے گزرتے۔ کسی کی یہ جرأت نہ تھی کہ ان کو چھیننا اُنھیں چھیننے کا تودہ کناراً اُن کی امداد میں کوئی خیر قریشی بھی ہتا تو اس سے کوئی تعلق نہ کیا جائے۔

(تفہیم القرآن۔ جلد ششم۔ ویسا چہرہ قریش)

عبدالمطلب بن خشم امام ائمہ تباری سفروں کے سلسلے میں اکثر شام جاتے ہوئے اپنے ٹھہرا

کرتا ہوا اور وہاں تبیلہ خوارج کی ایک عورت سے وہ پہلے ہی شادی کر چکا تھا جس سے اس کے دوپھی جنتہ (لطک) اور ابوصھفیع (لطک کا) پیدا ہوتے تھے۔ ایک اور سفر میں اس نے خوارج ہی کے ایک خاندان بھی شجت اور کی ایک عورت سلمی بنت عمر بن زید کو بازار میں ایک اونچے مقام پر بیٹھے دیکھا جو حکم دیتی تھی اس کے لئے مگر اخیراً جاتے اور اس کی طرف سے کہا بیجا جاتے۔ امام کو اس کے حسن و مجال اور اس کی شان و شوکت اور فراست و ذہانت نے ہمت مٹا شکریا اور اس سے شادی کی درخواست کی۔ وہ ہی سے اس شرط کے بغیر شادی کے لئے تاریخ تھی کہ وہ اپنی مرضی کی خاتمہ ہو گی اور اسی شخص کو پسند نہ کرے گی تو علیحدگی اختیا کرے گی۔ ہاشم نے اس کی شرط مان لی اور اس نے ہاشم کی خاندانی شرافت اور رذاتی وجاہت کو دیکھ کر اس کا پیغام قبول کر لیا۔ ماریخے ہی میں دونوں کی شادی ہزٹی اور یہیں اس خاتون کے بطن سے حضورؐ کے دادا عبدالمطلب تقریباً ۷۹۵ھ میں پیدا ہوتے۔ اس سفر میں ہاشم جب غرہ پہنچا تو بہار ہو گیا اور وہیں اس کی وفات ہوتی۔ اس طرح عبدالمطلب جوانی کی تبریز کے پہنچنے تک اپنی ماں کے پاس رہنے ہی میں رہے۔ ہاشم نے مرتے وقت وصیت کی کہ اُس کے

وہ موقوع حوالی ہوتے اور مختلف ملکوں کی تفاوت ہے۔ براہ راست سابقین آنے کے باعث ان کا میمار دانش و سینیز تقابلہ ہوتا چلے گیا کہ عرب کا کوئی دوسرا قبیلہ ان کی طبقہ کا نہ رہا۔ مال و دولت کے اعتبار سے بھی وہ عرب میں سب پر فائز ہو گئے اور کہ جزیرہ عرب کا سب سے زیادہ اہم تجارتی مرکز بن گیا۔ ان میں الاقوامی تعلقات کا ایک بڑا فائدہ تھا جو ہوا کہ عراق سے یہ لوگ وہ رسم الخطے کر آئے جو بعد میں قرآن مجید (کتب) کے لئے استعمال ہوا۔ عرب کے کسی دوسرے قبیلے میں اتنے پرست لوگ نہ تھے جتنے قریش میں تھے۔ اپنی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "قریش قادة الناس" قریش لوگوں کے لیے یہ ہے۔ "رسُلُهُ أَحْمَدٌ، مَرْوَىٰتِ عَرْدَ وَ بَنِّ الْعَاصِ" اور حضرت علیؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔

خانِ هذا الامر فی حمیّة پہلے عرب کی سرداری قبیلہ حمروں اور قَنْزَفَةَ اللَّهِ مِنْ هُمْ وَ جَدَهُ کو حاصل تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ذوق رائی۔ اُن سلسلہ کوئے قریش کو دیدی۔

قریش اسی طرح ترقی پر ترقی کرتے چلے جاتے تھے کہ مکہ پر آبرو حصہ کی چڑھانی کا واقعہ پیش آگیا۔ اگر اُسی وقت اب رہہ اس شہر مقدس کو کوئی کوڑھا دینے میں کامیاب ہو جاتا تو عرب میں قریش ہی کی نہیں خود عبادتی کی دھماک بھی ختم ہو جاتی۔ زمانہ جاہلیت کے عرب کا عقدہ متزلزل ہو جاتا کہ یہ گھرو اتعیٰ بیت اللہ ہے۔ قریش کو اس گھر کے خادم ہونے کی چیخت سے جو احترام پورے ملک میں حاصل تھا وہ یہ کخت ختم ہو جاتا۔ کے نکتہ ہیں کی پیش قدمی کے بعد رومی سلطنت آگے بڑھ کر شام اور مکہ کے درمیان کا تجارتی راستہ بھی اپنے قبضے میں لے لیتی اور قریش اُس سے زیادہ خستہ حالی میں بدلنا ہو جاتے جسیں وہ قصیٰ بن کلاب کے چہلہ مبتلا تھے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا نیک رشمہ دکھایا کہ پرندوں کے لشکروں نے سنگری نیزے مارنا کر کر اب رہہ کی لاتی ہوئی ۴۰ ہزار عربی فوج کو تباہ و بر باد کر دیا اور ملکے سے میں تک سارے راستے میں

سخی و سردار، سب سے زیادہ سخنی اور سب سے زیادہ سخنی اور سب سے زیادہ اُن بہائیوں سے دُور تھے جو مُردوں کو بگانے والی ہوتی ہیں۔ "ابن ہشام کا قول ہے کہ "ان کو اپنی قوم عزت و شرف کا وہ مرتبا حاصل ہوا جس تک ان کے آباء میں سے کوئی نہ پہنچا تھا۔ ان کی قوم ان سے محبت کرنی تھی اور لوگوں میں وہ بُڑی منزلت رکھتی تھی۔"

طبری نے لکھا ہے کہ عبدالمطلب کے چچا نو فل نے پاشم کے چھوٹے ہوئے ترکہ میں سے ایک خصوصی بُر کیا تھا۔ عبدالمطلب پہلے اپنی دھیانی والوں سے مدد مانگی مگر انھوں نے چھا اور بھتھج کے جھگڑے میں دخل دینے سے انکار کر دیا۔ پھر عبدالمطلب نے اپنی نھیں ماریتے کے بنی عَدَیِ بن شَعَبَ (کو) مار دے لئے۔ اس پر ان کا ماموں ۸۰ آدمی لے کر مکملہ ہرچیز یا اوز اس نے زبردستی نو فل سے اپنے بھائی کا حق دلوایا۔ اس کے نو فل بھی بنی کاشم کے خلاف بنی عبدشمس سے مل گیا اور بنی صلیل اشتر علیہ وسلم کے عبدرسالٰت تک بنی نو فل اُسی جھنچے میں شامل رہے جو بنی هاشم کا مقابلہ اور بنی عبدشمس کا مقابلہ تھا۔ عبدالمطلب نے جب یہ دیکھا کہ بنی نو فل انکے مقابلہ میں جھنچے سے جاتے ہیں تو انھوں نے خداونکے سرداروں سے بات چیت کی اور ان کے ساتھ مخالفت دا تحداد اور مادا بآہی کا معابرہ کر لیا اور کعبہ میں جا کر انھوں نے باقاعدہ معاہدہ کی تحریر کی۔ ابن سعد کا بیان اس سے ذرا مختلف ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بنی خزاص نے عبدالمطلب سے خود درخواست کر کے باہمی دوستی و معاونت کا معابرہ کیا تھا۔ اس معابرہ سے میں بنی عبدشمس اور بنی نو فل خاندان مشتریک ہوئے اور بنی عبدشمس اور بنی نو فل اس سے الگ رہے۔ یہ معابرہ دارالذروہ میں لکھا گیا اور کعبہ میں آؤیں اور میان کر دیا گیا۔ اس کے مطابق عبدالمطلب نے اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ بنی خزاص کے ساتھ سپاہیہ دوستی نہیں تھی۔ یہ اسی کا اثر تھا کہ صلح حدیثیہ کے موقع پر جب مشرک ایٹمعابرہ میں سے ایک شرط یہ طے

بعد اُس کا بھائی مُطلب اُس کی جگہ سقاہی اور رفادہ کا متواتی ہو گا اور وہی اس کے اہل دعیا اور اس کی جائیداد کی دیکھ بھال کرے گا۔ اُس وقت سے بنی هاشم اور بنی مطلب یک جان و دو قلب ہو گئے اور آخرت کا ہے۔ اس کے بعد قبس بنی عبدشمس رجمن میں سے بنی اُمیہ تھے اور بنی نو فل ایک دوسرے کے حلیف بنے اور بعد تک یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبدرسالٰت میں جب قبس کے سب قبلوں نے آپ کا مقاطعہ کیا اور شعبدی طلاق میں آپ کو تھوڑا کر لیا تو بنی کاشم کے ساتھ بنی مطلب بھی اس تصویری میں آپ کے ساتھ شامل ہوئے، بخلاف اس کے بنی نو فل اور بنی عبدشمس نے بخاریوں کا ساتھ دیا۔

عبدالمطلب (بن کا اہل نام شیخیہ تھا اور اپنی خوبیوں کے باعث شیخیہ الحمد بھی کہلاتے تھے) مدینہ میں پروارش پا رہے تھے کہ ایک مرتبہ ثابت بن منذر (رجوی) حضرت حسن بن ثابت کا باب تھا) ملے گیا اور مطلب سے ملا جس کے ساتھ اس کا پہلے سے میل جوں تھا۔ دروان لفظت کو میں اس نے کہا کہ تم کہیں اپنے پھٹکیجے شیخیہ کو دیکھو تو تمہارا جو خوش ہو جائے۔ قبر اشتندار ریاست اور خوب رو جوان اکھا ہے۔ یہ حالات سن اُن مطلب سے تاب مل گیا اور جا کر پھٹکیجے کو اپنے ساتھ اٹھا کر لے آیا۔ قربیں کے لوگوں نے اس نوجوان کاٹ کے کو مطلب کیسا ساتھ آئے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ عبدالمطلب ہے۔ مطلب نے لوگوں کو دُرانہ بھی کہ یہ مرے بھائی ہاشم کا نظر کا شیخیہ ہے، میرا غلام نہیں ہے مگر "عبدالمطلب" کا نام اکھی ایسا نشہ ہو رہا کہ اصلی نام اس کے شجدہ دب کر رہا گیا۔ پھر مدت کے بعد مطلب ایک تجارتی سفر کے سلسلے میں میں گیا اور وہیں سرگیا۔ عبدالمطلب اُس کے جانشین ہوئے اور سقاہیہ دیر غارہ کے دلوں متصب اُن کو مل کئے۔ ابن سعد ان کی تعریف میں کہتا ہے کہ وہ قربیں میں سرستے زیادہ خوبصورت، سرستے زیادہ نتومند، سرستے زیادہ

جس کا تمہیں خطرہ ہے۔ آخر کار عبدالمطلب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ابھی ہمارے ہاتھ یا تو میں بھی جان ہے۔ آدم ہم میں سے ہر ایک انسنے ایک گڑھا ٹھوڈے اور جو جو مراجعت اس کو اسی گڑھے میں دن کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ہر ایک نے گڑھا ٹھوڈیا اور سب مت کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ پھر عبدالمطلب نے ساتھیوں سے کہا کہ تمہرے اپنے آب کو یہ نہیں موت کے حوالے کر دیا۔ اور ہم تکے چلیں، شاید ہمیں پانی مل جائے۔ یہ کہہ کر سب کوچ کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر خدا کا کہا ایسا ہوا کہ جب عبدالمطلب نے اپنے اونٹ کو اٹھایا اور اس کا پاؤں زمین پر ٹرا تو یہ ایک اس کے پیچے سے میٹھے پانی کا ایک چشمہ نکل آیا۔ اس پر عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے غرہ تکمیر بلند کیا اور اُنتر کر خوب پانی پیا اور اپنے شکنیزے پانی سے بھرتے پھر عبدالمطلب نے ان دوسروں اپنی قریش کو جھخوں نے پانی دینے سے انکار کیا تھا، پکارا اور کہا آؤ، اللہ نے ہمیں پانی دے دیا ہے تم بھی یہ اور پانی بھرلو۔ چنانچہ وہ آئے سب پانی سے سیراب ہوتے اور پھر کہا کہ ”اے عبدالمطلب، خدا ہی نے ہمارے خلاف تھمارے حق میں فیصلہ دے دیا ہے۔ خدا کی قسم اب ہم زرم کے معاملے میں تم سے جھگڑا نہ کریں گے جس خدا نے تمہیں اس بیان میں پانی دیا ہے اسی خدا نے زرم بھی تمہیں عطا کیا ہے۔ اب اپنے پانی کی طرف بخیرو خوبی والیں چلو“ اس طرح سب اس کا پہنچ کے پاس جانے کے بجائے ملے واپس ہو گئے۔

یہ سقایہ کامنصب جس میں اب تک اہم زرم کی سقایت تھی، زندگی پھر عبدالمطلب پاس رہا۔ ان کے بعد یہ ان کے بیٹے ابوطالب کو ملا۔ مگر ابوطالب اپنی فیاضی کے باعث اپنی مالی استطاعت سے بہت بڑھ کر حاجیوں کو پانی، شربت، دودھ وغیرہ پلانے میں خرچ کرنے لگے جس کی وجہ سے انھیں کئی مرتبہ ایسے بھائی عباس سے قرض لینا پڑا اور اسے ادا نہ کر سکے۔ آخر کار حضرت عباس نے شرط لگائی کہ اب اگر آپ ادا نہ کر سکیں گے تو سقایت کامنصب

ہوئی کہ قبل عرب میں سے جو چاہے فریقیں میں سے کسی ایک کے ساتھ شریک ہو جاتے تو خزانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہونے کا فیصلہ کیا۔ بعد المطلب کا زرم کو از سرزو برآمد کرنا عبدالمطلب ہی کو حاصل ہوا کہ زرم جسے جو ہم بن دکر کے اس کانتان تک مٹا گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں از سرزو برآمد ہوا۔ محمد بن اسحاق نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے میان کیا ہے کہ خواب میں جناب عبدالمطلب کو زرم کا مقام بتایا گیا اور انھیں پاریت کی گئی کہ اس جگہ کو ٹھوکر کر یہ قدس کنوں برآمد کریں۔ اس وقت ان کا کوئی بیٹا ہمارت کے سوانہ تھا۔ اسی کوئے کروہ کوہ کوہ پھاڑا لئے ہوئے وہاں پہنچے اور کھا رائی شروع کر دی۔ جب پانی نمودار ہو تو عمر عبدالمطلب نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اس سے قریش کے لوگوں نے معلوم ہو گیا کہ زرم نکل آیا ہے۔ وہ سب اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ”اے عبدالمطلب یہ تو ہمارے باپ اسماعیل کا کنوں ہے اور اس میں ہمارا بھی چلتا ہے۔ ہمیں اسی اپنے ساتھ شریک کرو۔“ انھوں نے جواب دیا ”میں یہ نہیں کر سکتا۔ یہ خاص طور پر مجھے دیا گیا ہے، تم میں سے کسی کو نہیں دیا گیا۔“ وہ جھگٹے پر آمادہ تھے۔ بی المطلب نے کہا ”اچھا تو کسی کو حکم بنالو۔“ انھوں نے بنی سعد بن زبیر کی کامیابی جو نیک احوال میں رہتی تھی۔ عبدالمطلب نے یہ بات مان لی اور اپنے خدا تعالیٰ میں رہتی تھی۔ عبدالمطلب نے یہ بات مان لی اور اپنے خدا تعالیٰ میں رہتی تھی۔

لوگوں کے ساتھ شاکر طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک بے آب گیاہ بیان پا جہاں عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں کا پانی ختم ہو گیا اور انھیں یقین ہو گیا کہ ہم بیان سے فرماں گے۔ انھوں۔۔ اپنے ہم سفر دوسرے اپنی قریش سے اپنی مانگا۔ مگر انھوں سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہاں پانی کا دور دو کہیں نام و نشان نہیں ہے۔ ہم الگ رانے پانی میں ہیں شریک کریں تو ہم بھی اسی ہلاکت میں بدلنا ہو جائیں گے

اور بھر فال نکالو۔ اس طرح دس دس اونٹ بڑھاڑھا کار  
فال نکالنے چلے جاؤ۔ جب اونٹوں پر فال نکل آتے تو  
اس کے معنی یہ ہیوں گے کہ تمہارا رب بیٹے کے سچائے اتنے  
اونٹوں کی فستر بانی پر راضی ہے۔ عَزَّ اَنْتَ كَمِيْہ بَاتُ قَبُولٍ  
کر کے سب کے پلٹے اور فال نکالنی شروع کی۔ ۱۰۔ ۲۰۔

س۔ حتیٰ کہ ۹۔ ۱۰۔ فال عبد اللہ ہی کے نام کی نکلتی رہی۔  
آخر ۱۱۔ اونٹ یعنی پنچ کر فال اونٹوں پر نکل۔ چنانچہ ۱۰۔  
اونٹ ذبح کئے گئے اور لوگوں کو اذین عالم دے دیا گیا کہ  
جو جتنا گوشہ جائے لے۔

اس طرح ایک مرثیہ پھر آؤں ابراء ہم میں قربانی کا وہ  
واقعہ ہوا یا جو مکہ میں اس مبارک خاندان کی آبادی  
کے آغاز کے موقع پر پیش آیا تھا۔ اگرچہ روح اور معنی کے  
اعتباً سے دونوں واقعات ہیں بڑا فرق ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ  
کے کار خلق کی حکمتیں عجیب ہیں۔ یہاں اس خاندان کے  
اُس فرد اؤں کی قربانی کسی اور طرح مانندی گئی تھی جسے عرب  
میں دین اسلام کی دعوت کا آغاز کرتا تھا۔ اب اُس انحری  
تھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی قربانی کسی اور طرح  
مانندی گئی جسے تمام عالم انسانی میں اُسی دعوت کو پھیلانا تھا  
پہلی قربانی کا فریب یا ایک مینڈھا تھا اور دوسرا کافریہ ا  
اونٹ۔

**جناب عبد اللہ کی شادی** جناب عبد اللہ ۲۵ سال کے  
شادی نبی زہرہ بن بکر کا بیوی کیا تھا جب ان کے والد نے ان کی  
بن عبد مناف سے کر دی، جو اپنی قوم کی بہترین لڑکیوں میں<sup>1</sup>  
شار ہوتی تھیں جنہیں کی ازدواجی نہیں کی گئی لگدا رہنے کے  
بعد جب کہ نبی آمنہ حاملہ تھیں، وہ ایک تھارتی قافلہ کے  
ساتھ فلسطین کے شہر غزہ کئے۔ وہاں سے پلٹ کر جب مدینہ  
پہنچنے پہنچا ہو گئے۔ ساتھیوں کیا کہ تم مکہ والپن جاؤ اور  
میں اپنی دادی کے خاندان نبی عبدی بن شعبان میں پہنچ رہا  
ہوں۔ ایک ہمینہ وہاں پہنچتے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا  
اور دادا النابغہ میں دفن کر دیتے گئے۔ ساتھیوں نے مکہ پہنچ

آپ کو سیرے لئے چھوڑ دینا ہو گا۔ چنانچہ یہی ہوا اکسفایٹ  
حضرت عباسؑ کو مل گئی۔ یہ زمانہ قبل اسلام کی بات ہے  
زمانہ اسلام میں بھی یہ صد بُنی عباس ہی میں رہا۔

**عبد اللہ بن عبد المطلب** [محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ مرم

نے دیکھا کہ ان کے ساتھ صرف ان کا ایک بیٹا ہے اور  
قریش سارے ہٹر کر آگئے ہیں تو انہوں نے نذر بانی کمر اللہ  
محبھے دس بیٹے عطا کرے جو میری جمایت کے لئے ہٹھ پر ہو گئے  
تو انہیں ایک کو گھر کے پاس اللہ کی راہ میں قربان کر دیا  
گا۔ اللہ نے ان کی یہ دعا پوری کی اور دس بیٹے ان کو دیے  
اور وہ جوانی کی عمر کو پنج تھے۔ آخر کار ایک روز عبد المطلب  
نے سب کو جمع کیا اور اپنی نذر کا ان سے ذکر کیا۔ سب نے کہا  
اللہ سے جوندہ آپ نے مانی ہے اسے پورا کیجئے۔ اس پر عبد المطلب  
سب بیٹوں کو کہ کر تعجب میں ہبس نامی بُت کے پاس گئے جہاں  
فال نکالی جاتی تھی اور فال اس بات کے لئے نکلوائی کہ  
ان دس ہیں سے کس بیٹے کو قربان کریں۔ اس میں نام جناب  
عبد اللہ کا نکلا جو عبد المطلب کے سب سے خوبصورت اور باب  
کو سب سے زیادہ پیارے بیٹے تھے۔ عبد المطلب بالاتفاق عبد اللہ  
کا بیٹھ پکڑ کر اور پھری لے کر اساف و نائلہ کی طرف لے  
چلے تاکہ وہاں ان کو ذبح کر دیں۔ قریش کے لوگ یہ دیکھ کر  
اپنی اپنی بھلسوں سے دوڑ پڑے اور کہنے لگے ”عبد المطلب یہ  
کیا کرتے ہو، الگ تم نے ایسا کیا کیا تو آتے دن کوئی نہ کوئی اپنے  
بیٹے کو لاکر ذبح کرنے لگے گا۔ چلو، رحجاز کی فلاں عَزَّ افَرَه  
(رسیانی) کے پاس چلو اور وہ جو کہے وہی کرو، ممکن ہے  
کہ وہ اس مشکل کا کوئی حل بتا دے۔“ اس تجویز کی میطابق  
یہ لوگ میںے پہنچ اور وہاں معلوم ہوا کہ وہ عَزَّ افَرَه تھیں  
ہے۔ وہاں جا کر اس سے ماجرا بیان کیا۔ اس نے کہا  
تمہارے یہاں آدمی کی دیت کیا ہوتی ہے جو لوگوں نے  
کہا دس اونٹ۔ وہ بولی واپس جاؤ اور اب فال اس  
بات پر نکالو عبد اللہ کو قربان کیا جائے یادش اونٹ نکرو جو  
اگر پھر اٹھ کے نام کی فال نکلے تو دش اونٹ اور بڑھاؤ

**چین میں سلام کا ماضی اور حال** | یہ کتاب آپ کی  
نگرانگیز اضافہ کرے گی۔ قیمت چالیس روپے۔

**سوئٹ سفارت خانے میں** | ابر مامیں مشعین ایک  
تیریات۔ دستادیزی اور واقعاتی خفائق سے لبریز  
قیمت — دو روپے۔

**تاریخ دعوت و غریبیت مکمل ہر حصہ** | مولانا

ندوی کی وہ تاریخ جسے تمام دنیا نے اسلام میں بہت پن کیا  
ہے۔ یہ ہماسے ان اسلاف کے کارناموں سے روشناس کرتی  
ہے جو اپنے انداز میں دین کی خیرت کا خوب خوب حق ادا کر گے  
ہیں۔ قیمت مکمل و موجہ چوتیس روپے۔

**حضرت عبید اللہ امن سعود اور اُنکی فقرہ** | پہلی بار ایک  
چامع اور عذر کتاب جو حضرت عبید اللہ امن سعود پر سمجھی تائی  
اور حالات۔ قیمت غیر قابل اکٹھ رہی ۵، ۵ پیسے۔

**سن امام اعظم** | احادیث رسول میں کتنا الگ اور بنیادی  
روپتھے ۵۲۲ احادیث کا ذخیرہ فقہی ترتیب پر صحیح کی  
گیا ہے جس سے ہر خاص عام کو مطلوب ساخت دیکھنے میں بڑی  
آسانی ہوتی ہے۔ کتاب کے آغاز میں مولانا عبد الرشید

نمایانی کا لاجواب مقید رکھی ہے اور تاریخ احمد کے فسلم سے  
نام اپر چینیقہ کے حالات بھی۔ ایک کالم میں عربی میں اولیٰ

اور دوسرے کالم میں اردو فرم جدہ۔ قیمت جلد سولہ روپے۔

**شوہر کے ادبی** | جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ یہ کتاب

تعارف کرتی ہے۔ دلچسپ اور معلومات سے بُر۔

قیمت — پچھروپے

**مکتبہ جلی دیوبند** (بی۔ پی)

جب عبید المطلب کو ان کی بساری کا حال سایا تو انہوں نے  
فراہ اپنے بڑے بیٹے حارث کو میرنے بھیجا۔ مگر اس کے پہنچنے  
سے پہلے جناب عبید اللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔

یہ صحیح ترین روایت ہے جسے عموماً اہل علم نے تسلیم کیا  
ہے۔ درسترسی روایت میں یہ ہے کہ ان کا انتقال ۱۷۰۷ء تھیں کے تھے۔  
کسی میں سات ہمینے اور کسی میں دو ہمینے بھی بیان کئے گئے  
ہیں۔ لیکن معتبر اور ستم بھی ہے کہ حضور پیر احمدی بطن مادری  
میں تھے کہ آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ اسی چیز کی طرف فرآن جب میں اشارہ کیا گیا ہے کہ:-

أَلَّمْ يَحْذِلُكُمْ أَنْتُمْ إِنَّمَا لَتُبَيِّنُونَ قَمْ كُوْتِیمْ نَہِیں پَا یَا  
غَاؤْدِی۔ اور پھر ھٹکانا فراہم کیا؟

(اعضاہ اذ مکوف)

**عالم عربی کا المیسہ** | ترآن حکیم کے مطابعہ اور قانون  
قططرت کی روشنی میں تحلیلی تجزیہ

چائزہ اور حاصلیہ۔ مولانا سید ابوالحسن علی نبیوی کے  
گوہر یا قلم سے۔ قیمت — چار روپے۔

**روہیت ہلال کا مسئلہ** | ایسا اس سے زیادہ کتبی صحیح  
فقہ و اصول فقہ اور فتاویٰ کے ہزاروں صفحات کا پھر ہے۔

قیمت — چار روپے۔

**بیزادی قرآنی تعلیم** | بچوں سے لیکر بڑوں تک  
مفید کتاب۔ ترآنی تعلیم زبانہ بڑی۔ ہر مسلم گھر کیلئے  
تحفہ۔ قیمت — پانچ روپے۔

روں کے جزوی محتواں کیمپیوں  
میں لوہا ہی دیتا ہوں | اور قید خانوں کی جیزتاں  
اور لوز خیز دستان ایک ایسے ادیکے قلم سے جو خود ایک

قید کی جیہت سے دلت ہے۔ اس پر اسرار اور خالماں  
جکٹو بند کا شکار رہا۔ (۵۰۔۵۱) صفحات۔ قیمت چار روپے۔

## مجیب الرحمن۔ (آدہ)

### عام علمانی



میرے ناقص خیال میں اگر کسی قاری نے اس تبصرے سے غلط اڑات لیئے ہوں تو دوسرے ہو جائیں گے۔

ادب میں تبصرہ نویسی اور تنقید بگاری کے دو الگ شعبے ہیں، ہر جذکہ تبصرہ میں تنقید کا عنصر بھی موجود رہتا ہے مگر تبصرے کی حدیں تنقید کے ساتھ ساتھ تعریف و تعارف اور مصنف سے جذبہ پھر دی کے اٹھا رہے آگے نہیں جاتیں۔ میرا خالی ہے آپ کی صاف گوئی اور مزاج کا کھراں ادبی پیرایہ بیان کی نزاکتوں کو برداشت نہیں کرتا۔

### تجلی

تمہید اجو تو صیف و حسین آنحضرت نے اس ناکارہ کی فرمائی۔ اس کے لیے شکر گزار ہوں اور شرمندہ بھی۔ شرمندہ اس لیے کہ آئم کہ من دامنِ حقیقت، تحرف بگاہی اور علم پڑی چیزیں ہیں۔ میں تو ایک ادنیٰ طالب علم ہوں۔ اہل علم کے دستزخوان سے ریزے چنے والا اور رابر اپ دلنش کی جلائی ہوئی شمعوں کی روشنی میں آگے بڑھنے والا۔ البته یہ درست ہے کہ صاف گوئی اور حق و صداقت

واجہ الاحرام جا ب عام علمانی صاحب زید مجید  
سلام و عقیدت

امید کے مزاج عالیٰ بخیر ہو گا۔

آپ نہیں فرمائیے میں عرصہ سے آپ کی ثرف بینی و سمت علمی کا قائل ہوں اور آپ کی صدق بینی و صاف گوئی کا معرف۔ ادھر مسئلہ طلاق پر آپ نے جس حقیقتاً نہ اور عالمانہ انداز سے سبوط بحث کی ہے اور جو دل تھا کہ فرمایا ہے وہ انشاء اللہ تاریخ میں آپ کی سعی مدلیں کے طور پر محفوظ رہے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ تو اس کا اجر ظیم عطا فرائے آپین!

تجلی بابت نومبر ۱۹۷۴ء میں "کھرے کھوٹے" کے عنوان سے پروفیسر حفیظ نابارسی کے مجموعہ کلام "بادۂ عرفان" پر آپ کا تبصرہ نظر سے گذرنا مجھے اس تبصرے میں کچھ باتیں محل نظر معلوم ہوئیں اور مجھے ان سے اختلاف ہے۔ آپ عالیٰ ظرف ہیں اور بینی برحقائق بازوں کو خواہ وہ آپ کے خلاف تھی کیوں نہ ہوں، خنده پیشانی سے شائع کرتے رہے ہیں، لہذا اس امید قوی پر اپنے معروضات پیش کر رہا ہوں کہ آپ نہیں بھی تجلی کے صفات میں جگہ دیتیں گے۔

اختیار کر لیے ہو جو خود کو متعلقہ مسائل پر عادی تصور کرتے ہوئے بلا تکلف فحیل اور نیجتین صادر کرنا چلا جاتا ہے۔ جب یہ بات ہے تو مجبوراً صحیح ہے اپ کے اعتراضات کا تجزیہ اسی انداز میں کرنا ہو گا کہ آپ کی خوش نہیں دور ہوا اور آپ محروس کر لیں کہ واحدِ الہم اور مشاب تفقر کے بغیر حب زبان کھولی جاتی ہے تو آدمی لغوت ہی پھیلانا کہ اور اپنا بھرم خود کھو دیتا ہے۔ بقولِ محدث علیہ الرحمۃ:-

تمار و سخن نِ گفتہ باشد

عیب و سرخ نِ ہفتہ باشد  
آپ کو اپنی سوچ بوجو پر اتنا بھروسہ ہے کہ مسلم کی اشاعت بھی چاہ رہے ہیں مسراً نکھلوں یہ۔ آپ یہ کہہ آپ نہ کہنیں گے کہ تخلی کے نالائق ایڈریٹر نے خواہ غواہ آپ کو رسوا کیا۔ بجا کے خواہ اشاعت کے الگوں لفاف بھیج کر آپ تشفی چاہتے تو یہ زیادہ بہتر ہوتا

## مکتوب بُنگار

آدم بر سر طلب، کیا سیاٹ اشعارِ غاہِ حصیرے  
شعراء کے بیان بھی نہیں ملتے اور اکثر اشعار سے نو مشقی کا تاثر نہیں پیدا ہوتا؟۔ خصیط صاحب کے اس مصروف

”اس قدر سب پہ ہیں احسانِ رب الغلیم“

سے متعلق آپ کا اشارہ دے کر ”احسان بصیرت و احمد کہا تھا تو“ ہے ”نظم کرنا چاہیے تھا“ ہیں ”جمع کا مقاضی ہے۔ یعنی احسانات“

بیان پر میں بڑو فو و قو اسکی ادنی بحث میں نہیں جانا چاہتا اور نہ اس کا الی ہوں، ناہم چند اشعار اسائدہ کے ضرور پیش کرنے کی وجہ کروں گا کہ آن جا ب ان کے متعلق کیا فرمائیں گے جن کی بحثیت سلم ہے آتش سے

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتریے

ہزار ما بھر سایہ دار راہ میں ہے

مرتوں سے

تر جانِ التماں شوقی ہے تغیر رنگ

جوں زبانِ شمعِ عاشق بے صد اکھنے کو ہیں

صیرت و احمد و جمع کے مختلف استعمال ملاحظہ ہوں:-

میری فطرت بھی ہے اور معمول بھی۔ اس نعمت کے لیے امداد کا شکردار کرنا ہوں۔

تصبرے اور تقدیر میں اصولاً گیا فرق ہوتا ہے اس کے لیے کسی نہ فن کی تحریر و تقریر کا آپ حوالہ دیتے تو میں ضرور اسے تذاش کر کے ٹرھتا لیکن آپ کے اپنے اس خیال سے میرے تفہم نہیں ہوں گے تصرہ نکال کر معرفت تعریف و تعارف اور جذبہ ہدایت کا اٹھا رہے آگے نہیں جانا چاہے۔ میرے نزدیک تصرہ نکال کر اسی نہ فرض یہ ہے کہ عیب و ہزاروں بیان کرے۔ تصرے کو اشتہار نہ بنائے۔ تجھے میں کتاب کی تحسین غالب رہتی ہے یا تفصیل اس کی پروالائے تکریٰ چاہئے۔ آپ درہ میں ان عام تصوروں سے مانوس ہیں خوماً دوسرا جو ہر قیمت میں نظر آتے ہیں۔ ان میں وہ تفصیل تتفہم نہیں ہوئی جو تخلی کے تصوروں میں ہوتی ہے۔ ان کا حال اکثر و بیشتر ہوتا ہے کہ تصرہ شکاروں نے کتاب کے ورق لٹے جستہ جستہ کہیں کہیں سے دیکھا اور اپنے محل و نہیں ساتھ رہ لکھا ہو جا رہا مخالفہ انکیز اور گمرا کن ہوتا ہے۔

ناجائز کے پیش نظر مصنف کے علاوہ ہزاروں قارئین کی بھی خرچواہ کیا ہے۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ کتاب کے عیوب کو جھپا کریں ان بے شمار قارئین کو اندھیرے میں رکھوں جو میرے اعتقاد پر کتاب خرید سکتے ہیں۔ یہ کہاں کا الصاف ہو گا کیا یہ مصنف کی ہدروی میں ہزاروں دوسرے بھائیوں کی بخواہی کی جاتے ہیں وقت نکالکر کتاب کو پورا پڑھتا ہوں اور وہ ان مطالعہ جو عیوب و معاصن دارہ اور اک میں آتے ہیں ایکس ایمانداری سے جواہر قلم کر دیتا ہوں یہ تو عملن ہے اور واقع بھی ہے کہ مجھ سے ناہیں کے باعث کسی عیوب یا حُسن کی تخصیص میں غلطی ہو جاتے۔ مگر اس امکان خطا کے درستے میں اپنے ضمیر کا خون نہیں کر سکتا۔ میرے لیے تصرے کی تکھیں ناقابل بقول ہے کہ گفتلوں تب تھیں و تعریف ہی کے دائرے میں محمد و در ہے۔ عیوب بیان نہ ہوں۔

آن جا ب نے اک رنگ پر اعتراضات و اردکرنے کے عنوان یہ طالبعلانہ روشن اختیار کی ہوئی کہ فلاں بات میری سمجھ میں نہیں تھی۔ یا فلاں بات میری سمجھ میں س طرح آتی ہے تو میں بڑے مشفقات انداز میں آپ کی تشفی کرتا لیکن آپ نے تو دفعتاً استاد اور نج کی پوزش

آتش سہ

حرص و نہراں الہنی نہ دل میں مرے رہے  
تیرے مقام خاص سے کر جائیں عام کوچ  
آتش سہ

معرفت میں تیری ذات پاک کے  
اڑتے ہیں ہوش و حواس اور اک کے  
میں سمجھتا ہوں یہی شاعری کی زبان ہے اور شاعر اس سے  
خوب واقف ہے۔

### تجھی

اگر سپاٹ اشعار فاٹ و مون جیسے طریقے شعر کے بیان  
بھی ملتے ہیں تو کیا اب کسی تبصرہ نگار کو سپاٹ شعروں کی طرف لگھی  
ہی انہیں اٹھانی چاہئے؟ یہ تو صحیب منطق ہوئی۔

محترم بھائی۔ میرے زدیک تو مصنف کی اصل ہمدردی اور  
بھی غرائزی بھی ہے کہ غلط سلط واداہ کے بجائے اسے صحیح مشوہر  
دیے جائیں اور کھل کر تباہی جائے کہن کن خامیوں پر خصوصی توجہ  
دے کر اسے کمال فن کی تحریک کرنی ہے۔ غائب و مون میرے  
عہد میں زندہ ہوتے اور ان کے جھوٹے میرے پاس تبصرے کو آتے  
تو بلاشبہ میں ان پر بھی اسی انداز میں تبصرہ کرتا۔ کسی شاعر و ادیب کا  
ٹڑا ہونا یعنی تو نہیں رکھتا کہ اس کی کوتا سیاں کمال بن گئیں۔

بھی واحد و جمع کی بحث۔ تو میں نے جو کچھ کہا ہے وہ اصول و  
قواعد کے سُنخ سے کہا ہے۔ اس بحث کو اذن کھینچ آپ نے دامن  
چھپرالی حالانکہ وقت و غرض اور سیدھی کی تو اس میں کچھ بھی نہیں  
ہر شخص جاتا ہے کہ اسکم اگر واحد ہے تو وہ رابطہ یا فعل تو بھی واحد  
ہی ہونا چاہئے اور جمع ہے تو جمع۔ اس میں جو مستثنیات ہیں وہ  
بھی اہل زبان و لغت کی نظر و میں ہیں۔ آپ اگر یوں کہیں:-

”زید کا مجھ پر بہت احسان ہیں“

یا۔ ”زید کے مجھ پر بہت احسانات ہے۔“

تو تبصرہ صورت اس پر اعتراف واقع ہو گا جاہے آپ  
لکھنی ہی تاویلیں کیجئے جائیں جو شعری نظائر آپ نے دیئے ہیں  
ان کے باسے میں سینے ہے:-

بیل اصولی بات تو یہ سمجھ لیجئے کہ کوئی شاعر خواہ لکھنا ہی ثابت  
یافتہ اور بلند پایہ پر خسطہ سے بالا نہیں ہوا کرتا۔ نہ یہ گمان کرنا  
درست ہے کہ اس کے بہاں جو خامی یا جائے اسے بھی اس لیے  
حسن شمار کر لو کر وہ بُرا اشعار ہے۔ نیز یہ نکتہ بھی ملاحظہ کیجئے کہ مُرانا  
اپنک مان کے پیٹ سے بیدا نہیں ہوتا۔ وہ مرتون کی مشق کے  
بعد فرستہ درجہ کمال کو سختا ہے۔ اب خاہر ہے کہ اس کے  
دور ابتدائی یا ذروہ سطحی کے اشعار میں خامیاں بھی ہوں گی۔ یہ  
اشعار دریوانوں اور محبوسون میں تید تاریخ کے ساتھ تو نہیں چھپتے  
کہ تمام ہی اشعار کو اس کے بڑے پیش کا نمائندہ سمجھ لیا جاتے۔  
اس اصولی سختے کے بعد اپنے نظائر کی طرف آئیں۔

(۱) آتش کے اس شعر میں لفظ ہزار ہے نے جمع کا تقاضا  
پورا کر دیا ہے اسکا شکر کا واحد ہونا قابل اعتراف نہ ہے۔ یا ایسا ہی ہے  
جسیے یوں کہا جائے۔

”وہاں ہزار ہا آدمی جمع نہیں“

یہ جملہ حماورہ اس لیے درست ہے کہ ہزار ہے نے جمع کا  
اقضاء پورا کر دیا ہے اسکا ضروری نہیں کہ ”نکھ“ کہا جائے۔ ”نکھ“  
بھی صحیح ہو گیا۔ نکھ اور ہے عربی قاعدے سے افعال ناقصہ  
ہیں جو بھی کبھی افعال تامہ کا بھی فائدہ دیتے ہیں۔ زیر بحث مصر میں  
میں ہیں ”جمع کا طالب تھا۔ احسان و احد لایا گیا حالانکہ یہاں  
جمع کا اقتضا۔ پورا کرنے والا کوئی اور لفظ موجود نہیں۔“

(۲) یہ نظر درست نہیں۔ آپ نے اُردو اور فارسی کا واقع  
نظر انداز کر دیا۔ اُردو میں بہترے اتفاقاً جمع کے محل میں بھی اُصر  
ہی استعمال ہوتے ہیں جیسے:-

نالم نے کنتے دل توڑ دیئے۔

فلان کے تو بے شمار عاش ہیں۔

وہاں ہر طرف پھاڑ نظر آئے۔

دل، عاشق، پھاڑیے سب اپنی لفظی شکل میں واحد ہیں  
مگر یہاں مقام جمع میں استعمال ہو رہے ہیں۔ مون میں کے متذکرہ  
شعر میں لفظ ”عاشق“ اُردو و زمرہ کے لحاظ سے استعمال ہوا  
ہے ہے اُصر و اُحد ہو کر بھی جمع کے معنی دے رہا ہے۔ اس میں کوئی ضائقہ  
نہیں لیکن جس شعر پر بیرا اعتراف ہے اس میں احسان کی اضافت

فکر ایک دوسرے کے خلاف بہت کچھ لکھ سکتے ہیں اور لکھنے رہے ہیں۔ بہر طور پر نیش زندی بمقتضانے طبیعت ہی سہی

### تجھی

آپ تجھی کے خریدار ہیں۔ بچھی یہ سامنے کی بات آپ نے نظر انداز کر دی کہ تجھی اصلًا مذہبی جریدہ ہے۔ اس میں شعرو ادب کا جو بھی عنصر ہے صمنی و ذلی ہے۔ متعدد مقام تبلیغ دین کو حاصل ہے۔ گیسے ممکن ہے کہ تجھی کا تبصرہ نگار ایک مومن شاعر کی زبان سے ایمان سوز بات سنے اور ٹوکے بغیر گزر جائے۔ آپ مجھے سکوت کا درس اس ذلیل سے دیتے ہیں کہ

”مختلف مکاتب فکر ایک دوسرے کے خلاف“

بہت کچھ لکھ سکتے ہیں اور لمحتے رہتے ہیں۔“  
لگری کیا ذلیل ہوئی۔ اس ذلیل سے تو ہر شخص کو اپنے عقائد و افکار کی تبلیغ ہی بند کر دیا چاہیے۔ اونچج ہے کہ تجھی کے قاری ہوتے ہوئے بھی آپ یا احسان نژام کے کمیرے اعتراف کا تعلق کسی ہموار جزو یہ اور فروعی سکول سے نہیں ایک انتہائی اہم اور نیازداری صداقت سے ہے۔ بہترے شاعر اگر جہالت کی بنابر پر ایک ہمہک اور وابسی عقیدہ دہراتے چلے آتے ہیں تو اس کا مطلب کیسے ہو گیا کہ اب ہر ہوش شاعر سے بشوق دہراتا رہے۔ آپ کو چنان چاہیے کہ یہ خلائق عوامل کی ذاتِ گرامی کا معاملہ ہے۔ وہی ستوی عرش ہے۔ وہی زینت فرش ہے جصوصی اللہ علیہ وسلم کی ایسی تعریف جو غلط سلط ہو خود حضورؐ کی ہدایت کے خلاف ہے۔ لہذا جملی چیزیں دینی پرچھ کے تبصرہ نگار کو ہر حال ایسی لغو و فاصلے انشائیوں پر احتیاج کرنا ہی پڑتے گا۔ آپ اگر باطل سے مصالحت و مفاہمت کا نام رواداری اور تحمل رکھتے ہیں تو آپ جانیں۔ مجھے خدا کے حضور اپنا حساب پیش کرنا ہے آپ کا نہیں۔ اور اس اعتراف کے درج ذلیل چلنے کو لطف ہی دے دیا۔

”یہ نیش زندی بمقتضانے طبیعت ہی سہی۔“

یاد تو آپ کو بھی ہو گا۔ مشہور شعر ہے ۵

نیش کر دم نہ ازیز ہے کیں است

مقتضانے طبیعتش این است

رب الغلبین کی طرف فارسی قاعدے سے کی گئی ہے۔ لہذا فارسی قاعدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے واحد اور جمیع کے فرق کا الحاقا کرنا ممکن ہے ادب کا تقدما ہو گا۔ یوں بات تودیا تیوں کی بھی صحیح ہی جاتی ہے۔ ناچیز نے پنے تبرے میں جمع اور واحد کی مطابقت کا مشروط پیغام دیتا ہے۔ مزیدے دے نہیں کی تھی مگر شاشاباش ہے آپ کی ذکاۃ حسن کو کہ یہ بھی گرانگذر اور اعتراض کی عضل سجادی۔

(۳) تیسرا نظر کے طور پر آتش کا جو شعر آپ نے میش کیا ہے کیونکہ آپ کے دعوے کی شہادت ہے یہ مجموعہ قسم کی سمجھ میں نہیں آیا۔ ویسے یہ شعر عیب دار ہے۔ امانتی پن کا مظہر ہے۔ پہلا حصہ بڑا سست ہے۔ دوسرا تزویہ۔ آتش یا فلاں اور فلاں کے نام سے آپ معروب ہوں تو ہوں بڑہ بزم بزم غالب غائب

ہم سخن نہم ہم این غالب کے طرف دار نہیں

آتش یا نیس و دسیر یا نا آپ و تیسرا کے بھی شعر کو دی مقدمہ پا جائیں گا جو قواعدن اور ذوق سلم تجویز کرے گا۔ آپ نے اس شعر میں ”حرص و ہوا“ کے نیچے خط لکھنے چاہے۔ علوم نہیں اس سے آپ کا کیا منشاء ہے۔

(۴) اس شعر میں آپ نے ”ہن ہوش و حواس“ کے نیچے خط لکھنے کا سخا نہیں کیا۔ ہوش و حواس کے نیچے چیزیں ہیں۔ اردو میں تینی اور جمیع دونوں کے لیے ”ہن“ استعمال ہوتا ہے لہذا یہاں ”ہن“ کا استعمال عام قاعدے کے مطابق ہی ہے۔ آپ اسے ”واحد و جمیع کے مختلف استعمال“ کی شان لکھنے سوار ہے۔ میرا خیال ہے یہاں آپ نے غیر ضروری طور پر اپنی سخن فہمی کا مطالہ ہوا کیا ہے۔

### مکتوب نگار

ام مرتع

”عوش کی رونق فرش کی زینت صلی اللہ علیہ وسلم“ سے متعلق آپ نے خود لکھا ہے کہ ”یہ مضمون بہترے شاعر باندھتے ہیں“ لہذا میں مثا لیں نہ دوں گا۔ آپ فرماتے ہیں ”اچھا ہو گا کہ یہ فاسد میا لغت آیاں بر میوی مکتب فکر کے لیے چھوڑ دی جائیں“ آپ کو یہ نہ لکھنا چاہیے تھا۔ کیونکہ مختلف نکاحات

تو اگرچہ یقیناً جائز تو کسی بھی قانون کی رو سے نہیں مگر لوگ مژوں نہیں گے۔ اسی طرح آپ غلی پا جائے پر کوٹ زیں تک لیں، تو فعل ناجائز کے ترکب الگ رہنیں ہوتے مگر کیا خدا استہزا سے بھی کچھ جائیں گے؟ حرف کا دینا ایک عجیب ہے بعض حروف کے دبائے کو شعراً نے جائز تو بنایا ہے مگر یہ دبائیں نہیں عجیب ہی شمار ہو گا۔ لچھے شعر کی تعریف یہیں ہے کہ شاعر نے اس میں کوئی بجا جائے حرکت نہ کی ہو بلکہ اچھا شعراً تھے ہیں جو عجیب سے پاک ہونے کے علاوہ لفظی و معنوی محسوس اپنے اندر رکھتا ہو۔ کسی طرح اگر "واہ" کو وہ "پڑھنے کا جواز نکال ہیا لیا جائے تو شعر کو شعری شک مان لیا جائے گا مگر یہ ایسا ہی ہو گا جیسے ایک بھی گاؤں حجک رُ و آدمی، آدمی تو بے شک ہوتا ہے مگر کیا حسین و حمیل بھی ہوتا ہے۔

امیر خسرو کے دونوں شعراً نے فضول نقل کیے۔ پھر امیر خسرو ہوں۔ عرفی و لذیثی ہوں، غائب و مون ہوں، عجیب جیں ہیں ہے عجیب ہی کہ ہلاسے گا۔ خطاب اور نقش کے لیے نفس و خطاب ہی کو وجہ جو نہ بنا نادانی کی بات ہے دانائی کی نہیں۔

### مکتوب بگار

صلح و صفا ہو جنگ و جدل ہو خواہ وہ کوئی بزم عمل ہو آپ نے کی چہ سب کی صدارت صلی اللہ علیہ وسلم حفیظ میری لگناڑش ہے کہ بزم کے لیے صدارت کا لفظ رعايتاً بھی صحیح ہے۔ "قادت" صدارت سے بہتر و گز نہ رہتا بلکہ غلط ہوتا صلح و صفا اور جنگ و جدل کا استعمال یہاں غلط کس معنی میں ہے؟ شیخ فرید الدین عطار فرماتے ہیں۔

خواہ دنیا و دین کج وفا صدر و بدر ہر دو عالم مصطفیٰ عصر حاضر کے مشہور شاعر عبدالعزیز خالد لکھتے ہیں ہے محمد انجمن کن فکاں کا صدر لشیں۔ محمد افسر آفاق و سورہ عالم

### تجھی

یہ بات آپ نے کچھ ڈھنگ کی کہی۔ میرا ذہن لفظ "جنگ و جدل" کی طرف منعطف ہو گیا تھا اور اسی بنا پر مجھے صدارت کے بجائے "قادت" بہتر معلوم ہوا مگر آپ نے "بزم" کے لفظ کو

(تجھیو کا ڈنگ مارنا کرنے کی بنا پر نہیں ہے۔ یہ تو اس کی طبیعت کا جعل (اقضاء) ہے) گویا تھی کانالائق تصریح کرادر ایڈیٹر تجھیو کی نظر رکھتا ہے۔ اس ذرہ نوازی کا شکر یہ مگر یہ بھی خوب کر لیں کہ کیا یہ ذرہ نوازی اس حسن عقیدت سے مطابقت رکھتی ہے جس کا اظہار آپ نے تمہید میں فرمایا ہے۔

### مکتوب بگار

اس مصروع میں

"واہ سے امانت واد رے صداقت صلی اللہ علیہ وسلم" آپ لمحتے ہیں "واہ کی ماں صرف دب کتی بلکہ قتل ہو گئی" چرت سے حفیظ صاحب کے مذاقِ شعری نے یقین ناخی کیے گوارہ کیا۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ "مذاقِ شعری" کے وجود سے قہر ہیں اور ماشر اللہ خود کی شعر کہتے ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ جس ہاں کے قتل مفروضہ پر آپ کو چرت ہے وہ واقع ہی نہیں ہوا، اس لیے گروہ سے الف علت فاسد ہوتی ہے نہ کہ ہا اور امیر خسرو کے ان اشعار میں اللہ کی بارے متعلق ہے زد و نیست میسر نظر بروے تو مارا

چہ دو لئے ست تعالیٰ اللہ از قبر تو قبارا  
ہر کہ شبے زندہ واختہ سہم روح اللہ است  
نان چربابی زخراں ش چاشنی جان طلب

### تجھی

آپ شاید سورے ہیں۔ "واہ" کا الف شروع یا آخر میں نہیں ہے جو حرف علت بنا کر گرا دیا جائے۔ ایک بھی مشاہ آپ نے اسی نہیں دی جس میں دریاں سے کوئی حرف خواہ مخواہ قتل کر دیا گیا ہو۔ یہ حض دھیگا مشتی ہے جس کا لفظ اور آپ فرماتے ہیں ایک بات اور سمجھ لجئے۔ آپ قمیں کی ایک آستین پوری رکھیں اور ایک صرف کہنی تک۔ بھروسے ہیں کہ بازار میں چلے جائیں

اس اجھا کی تفصیل یہ ہے کہ میں نے تقریباً سو لسٹروں میں شاعر کو ایک حقیقت ثابت کی طبیعی کی طرف توجہ دلانی تھی۔ دین کی اسی معرفت باری تعالیٰ ہے جن کہ رسولوں کی اہمیت بھی اسی لیے ہے کہ ان کے ذریعہ اللہ کی ذات و صفات اور احکام و فرمانیں کا صحیح علم حاصل ہوتا ہے۔ افتد ہر شے کا مالک ہے۔ اور آخری بھی سمیت تمام انبیاء اس کے بندے ہیں۔ بنده کوئی بھی ہواںڈ کا محتاج اور ملوك ہی ہو جگہ جنت اور دوزخ پر بھی اللہ کی کوئی ملکیت تامہ حاصل ہے۔ کوئی ہستی ایسی نہیں ہے اللہ نے جنت اور دوزخ کا مالک بنانکریا اختیار۔ دے دیا ہو کر جسے چاہئے جنت میں بچو اور جسے چاہئے دوزخ میں ڈالو۔ انبیاء و صلحاء کی زیادہ سے زیادہ حیثیت یہ ہے کہ وہ بارگاہ خداوندی میں خدا کی اجازت کے بعد تکسی کی سفارش و شفاقت کر سکیں یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں کسی قسم کا حق ملکیت حاصل نہیں ہے ورنہ مالک تو اپنی چیز کو خود جسے چاہئے دے سکتا ہے۔

یہ روشن اور بے غبار صراحت سامنے ہوتے ہوئے بھی آپ کا یہ فرمान کہ یہ ایک اخلاقی اور شوارج بھت ہے ہری چیرت ناک بات ہے۔ یہ کم و بیش ایسا ہی ہے جسے کوئی مسلمان شاعر اپنے شعر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہے اور میں اس پر عرض ہوں تو آپ یوں فرمائیں گے یہ تو ایک اخلاقی مسئلہ ہے۔ کروڑوں عیسائی حضرت عیسیٰ مسیح کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں لہذا تجھے اعتراض نہیں کرنا چاہیے تھا۔

جونوگ یہ عقیدہ رکھیں کہ اللہ کے سواب بھی کوئی ہستی جنت کی مالک ہے وہ حقیقت "مونہنہنہن شرک ہیں۔ ان کی اس خام خیالی سے توحید کا مسئلہ تونین کے لیے اختلاف نہیں بن جاتا۔ آپ نے کمال یہ کیا کہ جو اتنے سبق لینے کے لیے وکالت اس خیال باطل کی شروع کردی جو بلاریں و شک باللہ ہی باطل ہے۔ اور وکالت میں آپ نے سوچے کجھے بغیر یہ الفاظ بدل دیا ہیت قرآنی نقل کر دیئے انعمت علیکم نعمتی۔ حالانکہ نہ یہ الفاظ قرآن میں کہیں آتے ہیں نہ ان کا مفہوم بیان کرنے میں آپ نے علم و عقل سے کام لیا دراں سے استدلال میں متنازع کا حافظ رکھا۔ قرآن مجید کی سورہ مائدہ کھولیتے اس کی تیسری آیت کا طالٹا یہ ہے:-

مرکز نظر نہایا اور بے شک اس کی نسبت سے "صدرات" "موزوں ہے" درہ میں "جگ و صرل" کو جو نکل "زم" سے تحریر کیا جاتا ہے اور "زم" کا استعمال "زم" کے بال مقابل ہوتا ہے اس لیے مجھے ذہنی مفاظ لگا۔ آپ کی تصحیح قبول ہے۔ اگرچہ "صلح و وفا" پر میرا اعتراض اپنی جگہ قائم ہے۔

## مکتوب نگار

"ساقی کوثر بالک جنت ....."  
لکھنے کو آپ گناہ بکریہ فراتے ہیں اور شتوبار استغفار  
لکھنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے جیسے صلی اللہ علیہ وسلم کو "انعمت علیکم نعمتی" فرمایا ہے۔ کیا جنت اللہ تعالیٰ کی نعمت نہیں ہے، ہر حال پر ایک اعلانی مسئلہ اور دشوار بحث ہے۔ شاید یہی سے یہ کسی موقع پر اقبال نے مگر اکر کہا تھا  
شعر ماہہ مدڑسہ کے برد

## تحلی

خطاب معاف! آپ کے اس اعتراض نے مجھے آپ کے اخلاص اور سنجیدگی سے بھی خاص ابدگان کر دیا ہے۔ مخلص اور سنجیدہ آدمی دوسرے کی بات کو سمجھنے کی مناسب کو شش نہیں رکھا ہے پھرست کوئی بات غلط معلوم ہو تو اسے رد کرنے کے لیے ایسی دلیل دیتا ہے جو واقعی دلیل کہلا سکے۔ یہاں آپ نے تو میری پوری بات پر توجہ فرمائی تھا اعتراض کرتے ہوئے یہ پروانگی کہ میں جس کتاب الہی سے ایک فقرہ بطور ایت نقل کر رہا ہوں اسے کم سے کم کھوں کر یہ دیکھوں۔ ذمہ دار اور سنجیدہ آدمی اسکلی تجوہ باتیں نہیں ترتیب۔ پھر قرآن مجید کا معالله توہبت ہی خاص ہے۔ یہ تم سب تمنوں سے نزدیک خدا کا کلام ہے۔ اس کے سلسلہ میں بھی اگر ہم صدر رجہ لا پرواہی اور خود راتی کا مظاہر کر لے لگیں تو اسے بھیانک المیہ کہیں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ مسلمہ میں دو جگہ آپ نے آیات نقل کی ہیں اور دنوں بھلے نہ صرف یہ کہ ان سے استدلال درست نہیں بلکہ الفاظ تک آپ نے غلط نقل کیے ہیں۔ گویا قرآن نہیں کھو لا بلکہ ذہن میں جو آیا ہے تکلف لکھو ڈالا۔

کیا کوئی آدمی ہوش و حواس کی حالت میں ان آیات سے یہ  
یہ مراد سکتا ہے کہ بنی اسرائیل کو یا حضرت عیسیٰ اور ان کی والوں  
ماجرہ کو اندر نے مالک جنت بنادیا تھا۔ آپ روزانہ نماز میں یہ  
الفاظ فرقانی یہ دعا کرتے ہیں اُنہیں تناصر اسلام کی قیم  
صراطِ الْذِینَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ آپ کی منظہنگی رو سے تو اس  
کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ اس شدّت مجھے ان لوگوں کی راہ پر جلا جیسیں  
تو جنت کا مالک بننا پچھا۔

اک دم نام مقول باتیں جنت بلاشبہ اللہ کی نعمتوں میں<sup>۱</sup>  
ایک زبردست نعمت ہے۔ لیکن قرآن میں جہاں کہیں اللہ تعالیٰ  
نعمت عطا کیجئے جانے کا ذکر کرے وہاں اول نوبات اسی نعمت  
واحسان تک محدود ہوا کرتی ہے جس کا یا جس کا اشارہ قرآن کے  
سیاق و سباق سے مل رہا ہو۔ جسے آنعمت علیکم و الی  
آیت میں نعمت سے مراد اسلام ہے نہ کہ تدرستی اور رزق اور  
لہاس اور باریغ جنت وغیرہ۔ حالانکہ سب اللہ کی نعمتیں ہی ہیں  
لگران یہ یہ آیت صادر نہیں آرکی ہے۔ دوسروے نعمت دینے  
جانے کا یہ طلب نہیں ہوتا کہ جسے نعمت دی گئی اسے مالکِ محترم  
بنانا یا کیا۔ زندگیِ حیات، ہدایت، احبابت، نکر، خدایات نیک، یہ  
سب اللہ کی نعمتیں ہیں مگر جسے عطا ہوتی ہیں اسے یہ اختیار نہیں  
مل جاتا کہ جسے چاہیے یہ نعمتیں منتقل کرتا رہے۔ اس میں اور نعمت  
میں مالک اور ملکوں کی نسبت پیدا نہیں ہوتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باسے میں ”ساتیٰ کوثر“ کہنا  
بالکل صحیح ہے کیونکہ یہ کام اللہ تعالیٰ ہی نے حضورؐ کے سپرد کیا  
ہے لیکن مالک جنت کہنا بدترین تسمیم کا غلوٹ ہے جس کی نعمت ہر  
وہ تو من محسوس کر سکتا ہے جس کی عقل سیم فائدہ نہ ہو گئی ہو۔  
اقبال علیہ الرحمہ کو آپ نے بے کار اس بحث میں ہٹھیٹا۔ وہ  
باد جو رہا شی رسموں ہوتے کے کو تاہ فہم اور سالغہ پسند نہیں  
تھے کہ حضورؐ کو خدا کے تخت پر بٹھانے کی جسارت کرتے۔

## مکتوب تکرار

اللہ کے نام پاک سے مشتق ہے اس کا نام  
محمد ہے خدا تو محمد ہیں مصطفیٰ

آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا  
لکمہ دینستکم و امہمٹ دینا ہے تھیں کو ہبھاڑ دیا اور اپنا  
علیکم دیختی و رضیت احسان تم پر پورا کر دیا اور تمہارے  
لکمہ اسلام دینا۔ لیے دین اسلام کو پسند کیا۔  
ان قرآنی کلمات کا ایک حصہ کبھی پہلے کی تلاوت کے نتیجے  
میں آپ کی یاد و اشت میں موجود تھا اسی کو مرا سلسلہ تحریر فرماتے  
وقت آپ نے یہ نکر کیے بغیر سپرد قلم کر دیا کہ میری یاد و اشت  
کہیں غلطی تو نہیں کر سی ہے۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اتمہم  
کے بجائے انعمت لکھا جانا سہی قلم ہے اور میں نے قرآن ہی  
سے آیت نقش کی ہے۔ یہ اس لیے نہیں کہہ سکتے کہ اگر قرآن آپ  
نے کھولا ہوتا تو یہ غلط نہیں آپ کو ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ اس میں  
میں اللہ نے اپنے صدیق کو خطاب فرمایا ہے۔ زوہ ہمہل قسم کا  
استدلال آپ اس سے کر سکتے تھے جو آپ کے مارسلے میں  
موجود ہے۔ آیت تو صاف کہہ رہی ہے کہ اللہ کا خطاب تام  
ہی بندوں سے ہے اور نعمت اس میں اسلام کو فرمایا گیا ہے۔  
یہاں اُس تک بندی کی گنجائش ہی نہیں جو آں جناب نے کی۔  
عربی سے آپ واقف ہوتے تو یوں بھی علیکم و بکھر کر سمجھو  
جاتے کہ خطاب تنہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ  
بہت سے افراد سے ہے۔ صرف رسول اللہ علیہ وسلم سے ہوتا تو  
علیلیت کہا جاتا۔

پھر اپنے استدلال کی نعموت کا اندازہ اس سے کیجئے  
کہ قرآن میں دسیوں حکم اللہ نے اپنی نعمتوں کا ذکر کیا ہے شہلاً  
سورہ بقرہ ہی میں تین جگہ فرمایا۔

(۱) اسے بنی اسرائیل ان احسانات (نعمتوں)، کو یاد کرو  
جو میں نے تم پر کیے (۲۰ آیت)

(۲) یہی الفاظ جوں کے قول، ۴۰ ویں آیت میں مکھیجیے

(۳) پھر یہی الفاظ ۱۲۲ ویں آیت میں ہیں

اور سورہ مائدہ میں ہے۔

یعنیسی ابن مرنم اے مریم کے بیٹے عیسیٰ۔ میرے  
اذکر نعمتی علیلیت اس احسان کو یاد کر جو تجوہ پر اور تیری  
و علی و ایلہ نیک۔ والہ پر ہوا ہے۔

کے بجا تے آپ ان پر فرمائتے ہوئے۔ اس مقام پر یعنی میں نے تبصرے میں گیارہ سطیں وضاحت کی خاطر سیر و قلم کی تھیں۔ آپ نے ان سب سے اٹھکھیں بند کر لیں اور خواہ مخواہ بہت باری شروع کر دی۔ جامی خالد، اور خشتو کے جواہشار آپ نے پیش کیے ان میں آخر کھاہ ہے کہ نام محمود، اللہ کے نام سے مشتق ہے استحقاق ہے کے لفظ میر میراسارا اعتراف میں نے لکھا تھا کہ اللہ کے جو نام حدیث میں آئے ہیں ان میں "مُحَمَّدٌ كُوئِيْ نَامٌ نَهِيْنَ" لیکن اگر شخصی کے حافظ سے اس نام کو اللہ کا نام کہہ ہے تو اس نام کو مصدر بنا کر حضور کے نام پاک کو اس کا مشتق بنا دو جزیت کا اشتباہ پیدا کرتا ہے۔ وہی جزیت جس کی ایک بدترین شکل نصرانیوں کے "ابن اللہ" والے عقیدے میں پائی جاتی ہے۔

اس تفصیل کو آپ نے نظر انداز کر دیا اور بے سمجھ بوجھو اشعا نقل کر دا لے جس میں جزیت اور استحقاق کا کوئی تمسق نہیں ہے۔ بلکہ آپ ماذھنے فرمائیے "خالد صاحب نے حضور ہی کو احمد اور محمد کے علاوہ محمود بھی کہا۔ گویا ان کے نزدیک "مُحَمَّدٌ" خدا کا نام نہیں حضور ہی کا وصفی نام ہے۔ اللہ کے لیے تو حمید منقول ہے اور دیکھو لیجئے کہ خالد صاحب نے حضور کو جمید نہیں کہا حالانکہ اگر کہنا چاہتے تو "مُحَمَّدٌ" کے عرض حمید رکھتے سے صرف جوں کا توں رہتا۔

ایمیر خسرو نے احمد کے یہی سے جو شاعر انہیکا کیا ہے اس میں شرک کی کوئی پرچھا تین نہیں۔ ذرا بھی ایسا اشتباہ نہیں کہ وہ اُس مشترکا نے طرز فلک کا شکا ہو گئے ہوں جو بعد میں مل چڑا ہے۔ ایک بات اور سمجھ لیجئے۔ کسی بھی شاعر یا ادیب یا عالم کے کسی مرزا یا ذمی قول کی مراد اس کے دیگر خالات و انکار کی روشنی میں ملے کی جاتی ہے۔ آج حروف "احمد" یعنی "کاللہ پریم" پیدا کرتے ہیں ان میں عموماً وہ لوگ ہیں جو شرک و بغلی کی اس سطح تک آ پہنچے ہیں۔

وہی جو ستونی عرش تھا حسدا ہو کر اتر ڈاہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر ان کے ملقوطات و فرمودات میں عموماً اس طرح کی باتیں

اور یہاں پر مجھے مولانا جائی گیا وہ آرہے ہے میں سے سلام علیک اے زادما جستی ہے جمال تو آئیتہ اسم اعظم عبدالعزیز فالدے بھی اپنے طویل نعتیہ قصیدہ محدث میں لکھا ہے۔

محمود و احمد و محمود پر کرم و میرکرام و نکرم و اکرم پھر اک مخصوص مکتب نکراللوں پر آپ نے "اصغر بیمیں والا مشترکا نہ چکر" لہکر طنز فرمایا ہے۔ حضرت امیر خسرو فرماتے ہیں  
میم کہ دراحدست چوں بخدر بنسکری

ہست بنقش احمد غلام پیغمبری خسرو ہی نہیں اسلام کے ماہی ناز مکار طا اکٹھ محمد اقبال "جو" کوئی ذقیانوسی مولوی نہ سکتے "بلکہ" ان کا شمارہ دنیا کے سلام کے نہایت بلند پا یہ تعلیم بافتہ اور روشن خیال افراد میں تھا "یوں فرماتے ہیں۔

نگاہ عاشق کی دیکھو لیتی ہے پردہ سیم کو اٹھا کر وہ بزمی ثیرب میں آکے بیٹھیں ہزار خود کو چھپا چھاکر کیا عجب اسلام کا یہ ماہی ناز مکار اقبال اس حدیث بنوی سے بخوبی آشنا رہا ہو۔

"اول مائلن اندھ نوری والخلق کلام من نوری وان من نوراللہ"

## تجھی

معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تصور تو حیدر آپ کے قلب و روح میں نہیں اتر ڈاہے بلکہ اس کی حیثیت مخفی ایک روانی عقیدے کی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوئی تو توحید سوز خیالات سے بد کئے اور بد مردہ ہوئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔  
لَا تَطَرَّوْنِي كَمَا أَطَرَّتِ النَّصَارَى  
عیسیٰ ابْنَ مَرِیمَ۔

مجھے بڑھا و چڑھا و مت، جسیسے کوڑھا یا چڑھایا  
نے عیسیٰ ابْنَ مَرِیمَ کو بڑھا یا چڑھایا)

لوگوں نے بھی اسے تلقیداً دھرا دیا۔ اسی طرح "احمد بنے میم" کا  
لطفیہ ہے۔ قرآن و حدیث کی رو سے یہ کوئی چیز نہیں: ماں تو بت  
محبیلہ اور مراج شعری کے لیے اس میں خاصی دلکشی ہے لہذا اس کی  
نے میم کو بردے سنتے شبیہ دی کسی نے میم کو زیر نہیا اور بیٹھی پیدا  
کیتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تک پہنچانے کا فہرست ہے وغیرہ وغیرہ  
ان تمام شاعرانہ نکتہ، فرمیوں کو واہ واہ سے فواز جاسکتا ہے  
اگر مشترکا نہ خیالات ان کی پیشتو پہنچے تو اقبال نے متفقہ  
شعر میں غزل کی زبان میں جو کچھ کہا وہ محض روایت اذار ہے محض خوفنا  
الفاظ کا گھروزہ اور سیں۔ ایسا شعروہ اُس وقت نہیں کہہ سکتے تھے  
جب وہ حقیقتہ "مفکر اسلام بن چکے تھے۔"

اور کم دوست! اقبال کے سرایک خانہ ساز صدیقہ کو  
مرڑھ کر آپ نے ان کی روح پر ڈیا ستم ڈھایا۔ آپ کی جسمانی  
حیرت ناک بھی ہے اور افسوس ناک بھی کہ علم الحدیث سے مکمل طور  
پر نہ واقع ہوتے ہوئے بھی کس طینان اور قطعیت کے ساتھ  
کچھ فقرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب گر رہے ہیں۔  
کاش آپ اتنی بھی اختیاڑبرت یتھے کہ حدیث کی کوئی معروف کتاب  
کھول کر دیکھیں کیا کیا الفاظ آئے ہیں۔ آپ کو معلوم تو ہو گا کہ  
ابتداء میں غلط کار لوگوں نے بے شمار دوایات حدیث کے نام سے  
گھٹلی تھیں اور ان کی اس شرارت میں کچھ سادہ لوح زمادو والین  
بھی بیک نیتی سے شریک ہو گئے تھے تاکہ حدیث کے نام سے  
لوگوں کو نکو کاری یا بھا رکریں۔ اس وقت ارباب علم و تحقیق اُنھے  
ما و مر حدیث کی جائی پر کو کافی وضیع کیا۔ وابی روایات کو الگ  
پھینک کر صحیح روایات کے مجموعے مرتب کیئے۔ اس معلوم صورت  
حال کا ادنیٰ تقاضہ کم سے کم یہ تو ہوتا ہی چاہیے کہ آپ یا کوئی  
بھی شخص جب ادھر ادھر سے کوئی روایت سے تو اسے حدیث  
رسول مانتے سے قبل یہ ڈھوندھ لے کہ وہ کس کتاب حدیث میں  
آئی ہے۔ اسے ادنیٰ اور کم سے کم تعاضا میں نے اس لیے کہا کہ  
کسی روایت کا محض درج کتاب ہو جانا اس کی صحت کا ثبوت  
نہیں ہوتا بلکہ ارباب علم و فہم اصول فن پر جائی کہ فیصلہ  
کرتے ہیں کہ یہ صحیح ہے یا ضعیف یا موضوع۔ مگر عوام جائی  
پر کھلک الہیت نہیں رکھتے اس لیے انھیں ہر حال دہ کچھ تو کرنا

لمکی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب تھے حافظ واظر  
تھے، اللہ نے انھیں سارے کار خانہ قدرت کا مالک بنادیا تھا  
وغیرہ لکھ۔ ایسے لوگ جب "احمد بنے میم" کا شرکت ہو گا اور اس پر شدید نگیر  
تو قدر تباہی شرکا نہ تصورات ہی پرستی ہو گا اور اس پر شدید نگیر  
کی جائے گی۔ لیکن جن لوگوں کے عام محفوظات دفر بودا است  
سے یہ ظاہر ہو جائے کہ حضور کے بازے میں وہ غلو اور افراط  
تفرویہ میں بدلنا نہیں ہیں ان کی زبان یہ جب احمد بنے میم کی بات  
آئے گی تو اسے ایک شاعرانہ نکتہ کہل دیجئے جائیں اور تا دیل حسن  
کے معیار پر اتا راجائے گا۔

امیر خسر و رحمۃ اللہ علیہ جہاں تک ہمیں علم ہے مشرکا نہ تھا  
کا شکار نہیں تھے لہذا ان کے شرکی توجیہ دوسرے اندازیں کی  
جائے گی لیکن اگر آپ یا کوئی اور یہ ناتا ب کر دے کہ وہ احمد کی  
سیم کو محض بردہ تصویر کر کے ذات رسول کو خدا سمجھ بیٹھے تھے تو  
ان پر بھی بلاریپ و شک، اسلام شرک عائز کیا جائے گا اور قرآن  
و حدیث کی حکم نصوص کے سامنے ان کے باطل تصویر کی کوئی...  
اہمیت نہ ہوگی۔

اقبال علیہ الرحمہ کا جو شعر آپ نے پیش کیا وہ ان کے ذریز  
ابتدا کا معلوم ہوتا ہے۔ جو شخص تھی سخن نہیں کا صحیح مذاق رکھتا  
ہو وہ کلام اقبال کے ترقی یافت اور بختہ رنگ سے اسے ہٹا جاوے محسوس  
کرے گا۔ شعر اپنی پیشگوئی سے قبل جو کچھ کہتے ہیں وہ ان کی بعد والی  
شخصیت کا نام نہیں ہوا کرتا۔ مزید یہ کہ اقبال کی نظم و نثر دنیا  
کے سامنے ہے۔ اس میں دور دُور نگاہ ایسے انکار و خیالات  
کا پتہ نہیں جن سے شرک کی تراویش ہووار جن میں خدا اور رسول؟  
کے درمیان جزیت یا حاول کا عقیدہ فاسد جھیکتا ہو۔ لہذا  
منقول شعر کے بھی وہ مشترکا نہ معنی نہیں تکالے جائیں گے جو بغلتوں  
میں چل گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بعض سطحی اور بے مغزا نہیں اپنی ظاہری دلکشی  
کی بناء پر مقبول عام ہو جاتی ہیں پھر وہ لوگ بھی جو بعدیں ٹرے ہیں  
مشق و تریں کے ابتدا مراحل میں ان یا توں کو زبان پر لے آتے ہیں  
جیسے رسول اللہ کا سایہ نہ ہوئے کی یہ ۴۳ بات اپنی ظاہری دلکشی  
اور ندرت کی بناء پر مقبول عام ہو گئی اور نہ جانے کتنے پڑھے کئے

## پر ملیو می فتنے کا نیاروپ

بریلوی مکتب تکر کے اہل قلم جناب ارش القادری کی تصنیف "زلزلہ" کا تقدیری جائزہ۔ تخریف و تلبیس کی نشاندہی دچکی ملکی و منطقی بحثیں۔ وستاویزی حقائق کتاب کے داخل مصنف جناب مولانا محمد عارف سعیدی نے بڑی دل کش اور فہیمانہ انداز میں نقد و تعقیب کا فرضیہ ادا کیا ہے۔ قیمت — پانچ روپیے۔

**زلزلہ سپر زلزلہ** [جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ بھی "زلزلہ" اسی کے رد میں تقدیری ہوئی ہے

قیمت — پنج روپیے۔

**انگشاٹ** [یہ کتاب بھی زلزلہ کی تلبیسات کا جامدہ فریب چاک کرتی ہے۔ قیمت چھ روپیے۔

**تاز رخ دلپیٹ** [دین بن ایک قریم بستی ہے۔ اس کی سر زمین نے انقلابات کی بے شمار کروڑیں دیکھی ہیں۔ اور اب دارالعلوم کی وجہ سے یہ بستی بین الاقوامی شہریت کی لائک بن گئی ہے۔ اس بستی کی دلچسپ اور محققانہ تاز رخ جناب سید محیوب رضوی کے قلم سے ملاحظہ فرمائی ہے۔ تاز رخ رکاری میں مصنف موصوف کی بصیرت ایک امنیازی شہریت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا پہلا پیداشریش چھپ کر ختم ہو گیا۔ اب دوسرا پیداشریش ناچل مصنف کی نظر ثناوی اور اضافوں کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ صفحات (۱۲۱-۱۵۱) قیمت — چھ روپیے۔

**دین پ نشریجت** [اردو ایڈیشن۔ قیمت جلد ۱/۲۵ روپیے۔ جلد ۲/۱۵ روپیے۔

مکتبہ تبلیغی دلپیٹ۔ دین پی۔

ہی چاہیے جو وہ کر سکتے ہیں جس نے مسلمانوں کی طرف غلط طور پر کسی بات کو نسبت کر دیا جنم کا راستہ ہے تحقیق میں آدمی دھوکہ کھا جائے تو غالباً معافی ہے لیکن تحقیق ہی نہ کرے اور سُنی ستائی اڑانوار ہے تو وہ بڑا مجرم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط فسرایا ہے۔

**کفی بالمرء** آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی سکذ بیان یحیا ثابت بات کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے اسے بلا تحقیق بیان کر دے۔

آپ شاید نہ بتا سکیں کہ یہ فقرے حضیریں آپ بڑے طینا کے حدیث نبوی گہرہ ہے میں کون سی کتاب میں آتے ہیں بالترتیب یہ ممکن ہے کہ میری یہ تحریر پڑھ کر آپ تلاش فرمائیں اور جو کچھ کہدیں کہ یہ توہین نے فلاں کتاب میں دیکھے تھے جس وقت آپ ایسا ہیں گے اس وقت میں آپ کوتا وں گا کہ تین نعروں پر مشتمل اس روایت کا پہلا فقرہ ضعیفہ سندوں سے روایت ہے اور باقی دو فقرے میں گھرٹت ہیں۔ فاسد ہیں بشرط کا نہ ہیں۔ انھیں جو شخص حدیث نبوی یا باو کرتا ہے وہ شدید ذہنی اور وہانی امراض کا شکار ہے اور علم الحدیث اس کے بس کاروگ نہیں۔

اقبال کو آپ قبریں بھی چین نہیں لینے دیں گے ان کے منتظر شرعاً اس مفروضہ روایت سے بھلا کیا جوڑ ہے۔ اور اگر آپ یا کوئی اور زبردستی جوڑ لگائے کا تو مجھے یہ کہنے میں بھی تأمل نہ ہو گا کہ حدیث کے معاملہ میں اتنا سند نہیں ہیں۔ امام غزالیؒ کا نام نامی آپ نے سنا ہو گا۔ کتنے بڑے شیخ اور عالم اور مطلع مگر محققین انھیں فی حدیث میں مگزور کہتے ہیں اور ان کی بیان کردہ بہتری صد شیوں کو غیر معتبر قرار دیا گیا ہے۔ پھر بھلاڑ کر اقبال کی کوئی راستے حدیث کے سلسلہ میں جبت کیا ہو سکتے ہے۔ آپ نے فدا جانے کس عالم میں یہ مراسلہ لکھا ہے۔ کاش نہ لکھتے (یا قیامتیہ)

**مارگ پیپ (ہندی)** ملقوں میں وقعت اور لسندیدگی کے ساتھ دیکھا جا رہا ہے۔ سالانہ پڑھہ صرف پانچ روپیے۔ لیکن اعزازی جیشیت سے آپ پنجاں اور سو روپیے بھی دے سکتے ہیں۔

# محدث مولانا محمد عارف سنجی

مولانا محمد عارف سنجی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء رکھنٹو

اگر کیا کیک اپنے منصب سے ہٹ کر کسی ایسے فرقہ کی حمایت کرنے لئے جس کی گمراہی مسلم ہوتی یہ چیزوں کے لئے شریدھیرت کا سبب بن جاتی ہے، اور لوگ سخت زندگی کشکش میں مستلا ہو جاتے ہیں۔ پاکستان میں جب مذکورہ بالا تحریک چلی اور پھر اسکے نتیجے میں پاکستان کی قانون ساز اسمبلی نے منتفع طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقیست قرار دیا تو جہاں تمام دنیا کے علماء نے اپر زیارت اطہیان و مسترت کا انہما رکھا ہاں وہیں سبے بالکل مختلف اثر مولانا مصروف کے دل و دماغ پر پڑا، مولانا نے اس فیصلہ پر ایسی سخت بیزاری اور شریدھم و غصہ کا انہما فرمایا۔ مولانا کے بیانات کو پڑھ کر یقین کرنا مشکل ہو گیا کہ یا اہدیہ وہی مولانا عبدالمالک صاحب دریابادی ہیں جو مدتیں سے دین کی خدمت میں مصروف ہیں، مولانا کے چین کو سمجھنے کی خواہش کے ساتھ ہم نے صدق کی فالوں کا مطالعہ شروع کیا، اور اس مطالعے کے نتیجے میں وہ چیز سامنے آئی جو مدتیں علماء کے طرز فکر کے بالکل عجس مچی میکن اس کو اپنی ترقیات

پاکستان میں قادیانی جماعت کو آئی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جائے کی تحریک چلی تو ہمارے ملک کے اخبار درسائیں بھی اس بحث میں روپی بھی لیتے ہوئے اپنے خیالات و آراء کا انہما شروع کر دیا اپنی میں لکھنے سے نکلنے والا شہرہ آفاق اور زہایت ہی موسرفت روزہ "صدق چدید" بھی شامل ہے یہ بچہ کسی اعتبار سے بھی عام جرائد میں شاہراہیں کیا جا سکتی اس کے قابل بر جناب مولانا عبدالمالک دریابادی کی ایک ایسا کے حال ہیں، اُپ کے قلم نے ہزار ہا صفحات پر خدمت دین کے متروں نہ مٹنے والے نقوش بشت کے ہیں۔ معرفتی تہذیب کے گئے پئے نقادریوں پر بجا طور پر اُپ کا مشاہر ہوتا ہے اُپ کے قلم نے تمام علماء پر عالم ہونے والے فرضیہ انگریزی تفسیر لکھ کر اُپ نے تمام علماء پر عالم ہونے والے فرضیہ کو ادا کیا ہے، جو نہیں آپ کا ہم تبرما کارنامہ ہے، اور اُپ کے سب کی طرف سے شکریہ اور سیار کیا رکھنے سے متعلق ہیں دین کی ایسی کامیاب خدمت کرنے والی کوئی شخصیت

ہمی باس اس بہت ہی تشقق ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ کا عنوان ”نبوت“ کے لفظ کو بنایا تھا۔ اس نبوت کی مرزا جی یا ان کی جماعت جو بھی تا دلیں کر لیں، لیکن آنی بات صاف ہے کہ اس نبوت پر ہر انسان کے لئے ایمان لا نامزرا جی خود ری قرار دیتے تھے اور اس کے ملنکرو کافر اور جہنمی کہتے تھے۔ آئندہ صفحات میں آپ مرزا کی عبارتیں ملاحظہ فرمالیں گے۔ پھر یہ حقیقت ہے کہ مرزا جی نے اپنے دعویٰ نبوت کی بنیاد اور دلیل تران یا حدیث کے سی بیان کو نہیں بتایا بلکہ صدر اُس چیز کو بتالا یا ہے جو ان کے علم میں بطور دحی کے اُن کے اوپر اترتی تھی۔ اس سلسلہ میں مرزا جی کا بیان ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہیں:-

”اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ جو گلو منج آئے ہریم سے  
کیا نسبت ہے، وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ اور مقربین سے ہے  
اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو  
جزیٰ فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی دھی  
بارش کی طرح میسیکر نمازی ہوئی، اُس نے مجھے اس عقیدہ پر  
قامہ نہ رہنے دیا اور صرٹخ طور پر نبی کا خطاب مجھے دریا گیا۔ مگر  
اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتحنی تھی۔

(حقيقة الوجه صحيح ١٣٩)

یہ ہے مرزا صاحب کا بیان اپنی ذات کے سعلوں اپنے عقیدے کی تبلیگ کے بارے میں، مرزا جی کو جواہنے نہیں ہٹھنے ایسا پھا یقین حاصل ہوا کہ یہ ایمان و عقیدہ بن گیا، اس کا واحد رزق یہ مرزا جی نے اپنی ذاتی دھی کو بتلایا ہے۔ اسکے علاوہ کسی اور چیز کو نہیں۔ اور پھر نبوت بھی مرزا جی کو درد ملی ہے جو عمومی درجہ کی نہیں۔ اگرچہ انکو ایک بیلوے اپنے امتی ہونے کا بھی اقرار ہے، پھر بھی اس دھی چدیکے طفیل ترقی درجات کا یہ عالم ہے کہ ایک ہی میں حضرت علیؑ علیہ السلام جیسے اولو الحرمینی اور رسول سے بھی ہوتا اور پہنچتا ہیں۔ سوچنے والے اگر انھوں سے سوچیں تو اس ایک عبارتے ہی سے مرزا جی کے دعویٰ نبوت کا ستاراً مسلم طہ ہر جاتا ہے، اور مزید کسی بحث کی قطعاً ضرورت نہیں رہتی، مگرچنانکہ اس سلسلہ میں قاریانی جماعت

کے سراسر خلاف ہونے کے باوجود اس لئے مان لینا پڑا کہ صدق ہدایت  
کی نئی اور پُرانی فائلیں بہرہاں اُسی کے مان لینے پر ہیں مجبور  
اگر ہی تھیں صدق کے تفصیلی مطالعہ معلوم ہوا کہ مولانا اصلًا  
اوپر فرستاً ایک کی ایسا بحاجتی اور بہت بڑے ادیب ہیں لیکن  
عقلائی و ایمانیات کے بارے میں وہ بس سرسراً انداز میں سوچتے  
کے عادی ہیں اور اس شتم کے مسائل کو شخصی اہمیت دے کر  
ان میں گھرے غور فکر کے زیادہ قابل نہیں۔ پوں اندکی دی  
ہوئی صلاحیتوں سے کام لیکر اگر وہ اس شتم کے مسائل میں بھی  
سوچنے پر آگئے ہیں تو بڑی لہر ایوں میں جما پہنچنے ہیں اور اپنی  
ذہانت کا لوہا منڈایا ہے۔ لیکن مولانا کا عام روایہ عفت اندر  
دوا ایمانیات کے بارے میں غزر و قحط درالارہا ہے۔ اسی لئے  
ہمیں مولانا کے بیان پر نظر آتا ہے کہ سمجھی مولانا نے توجہ فرمائی تو  
بھرپور رائے کا اٹھار فرمادیا لیکن دوسرے کسی وقت اسی  
مسئلہ میں کوئی دوسرا انداز اختیار فرمایا اور پہلے مختلف انداز کی  
لوبی توجیہ بھی ضروری نہیں تھی، آئے چل کر ہم قادر یا نیت کے سلسلہ  
میں اس کا ایک آدھو منون پیش کریں گے

اگرچہ ہمارے اس مضمون کے حکم مولانا عبدالمالک  
صاحب کے اوکار ہوئے ہیں بھرپور ہمارے اس مضمون میں ان پر  
ف�헛اگو کی توجیہت بس ضمیر ہی رہے گی، اصل بحث قادر یا نیت اور  
اس کے باقی مزاعلام احمد صاحب کے ایمان و عقیدہ اور دعویٰ  
جنبوت کے بارے میں یہی بروگی۔

مرزا غلام احمد فارابی کے دعووں ہی جو ترددی کی وجہ سے مراحل  
نظر آتے ہیں یعنی بحدّ دست، ملائمیت، محمد شیخیت اور پھر  
سیاحت و نیوت، ہم ان سب پر الگ الگ بحث کی ضرورت  
نہیں سمجھتے کیونکہ جو کتابیں اور مضامین اپنے تک اس خاتم  
کے روایتیں لکھتے ہیں ان میں عموماً ان مراحل کی تفصیل بیان کر دی  
گئی ہے۔ ہم بات کو آسان اور مختصر کرنے کے لئے صرف مرزا  
صاحب کے دعویٰ ثبوت کی حقیقت پر بحث کریں گے کیونکہ  
مرزا جی کے دعووں کی آخری نظر ہی تھی اور باقی مراحل  
در میانی منزلوں کے قبیل کی چیزیں تھیں۔

مرزا بشیر الدین محمود احمد صنما کا ایک بیان پیش کرتے ہیں۔  
فکھتے ہیں:-

”اپنے منکروں کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے ہمی خوب فرمایا کہ ناداؤ! میں تمہارے ٹلکچے کھانے کے لئے نہیں آیا۔ جب سیدی سچائی پر خدا نے گو اپنی دے دی اور زمین و آسمان لے وقت پکارا اور قرآن شریف کی بآیات اور احادیث کی اکثر علامات پوری ہو گئیں، تو پھر تمہیں چاہیے تھا کہ مجھے قبول کرنے اور بخانے اس کے کم مجھے اُن حدیثوں کے ساتھ ناپتے حق یہ تھا کہ ان حدیثوں کو میسر ساختہ ناپتے اور جو احادیث میرے مطابق نہ اترتیں اُن کی تاویل کرنے یا ضعیف قرار دیجو چوڑتے کیونکہ میں خدا کی وحی کے ساتھ بوتا ہوں اور حکم و عدالت ہو کر آیا ہوں، مبارک وہ جو اس نکتہ کو پہچانتا اور ہلاک ہونے سے پہنچ جاتا۔“

(مرزا بشیر الدین کی کتابتیں لیے گئیں ہلکا بیت صفحہ ۳۴۵ و ۳۶۴)

آپ نے دیکھ دیا کہ مرزا صاحب سے صفائی کے ساتھ فرمایا ہے میں کہ ناداؤ! حدیثوں کو میسر دعوے کے صدق و کذب کا معیار مت بناؤ، بلکہ خود میری ذات کو حدیثوں کے صحیح و غلط ہوئے کامیاب رہنا و گہوں کو جو وحی آتی ہے اور میں حکم و عدل بٹکر کیا ہوں جو احادیث کے صحیح و غلط ہونے کا فیصلہ بھی اپنی وحی سے کرے گا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جو حدیثیں میرے دعوے کی تصدیق تکریں اُن کو کسی بھی بہانے اصل سے مورُّد و یا کسی طرح ضعیف ہوں اگر ان کو چھوڑ دو۔ یعنی حدیثوں کے ساتھ چاہے جو لوگ کرو گئیں وحی پر کسی طرح کی اپنی نہ آئے تو اُس پر بالکل اسی طرح ایمان لا جیسا میں کہتا ہوں۔— کہاں ہیں وہ لوگ جواب تک یہی ستر ماتحتے جاتے ہیں کہ مرزا جو طریقے سفر ہیں آرئے تھے انہوں نے اسلام کے ساتھ کمی کوئی پر تہذیبی نہیں کی بلکہ تھوڑا اپتہ وہ اسلام کی اساعت اور نیک نامی بھی کا سبب بنتے، وہ یہاں تک ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا جو کسی معدرت کے بغیر پوری بے با کی اور طھٹھائی کے ساتھ ان لوگوں کو نادان کہہ رہے ہیں جو احادیث رسول کی روشنی میں مرزا صاحب کے دعووں کو دیکھنے کے خادی

بہت زیادہ تکمیل فریب سے کامیق ہے اس لئے ہم کی قدر تفصیل ضروری سمجھتے ہیں۔

مرزا جو کیسے بنی ہے، اس کی نوعیت اور ترتیب مرزا جو کی مذکورہ بالاعمارت سے واضح ہو جاتی ہے۔— تین مرزا جو کے لئے اپنی بیوت پر قیض دایم ان کا دروس اطرافیہ یعنی ہو سکتا تھا کہ مرزا جو کو اہم تر اسی نوعیت کے ہوا کرتے کہ گویا وہ حضرت علیؑ سے خود کو برتر سمجھیں، ہر دن سو بار افتخار کی پناہ مانگتا رہتے، پھر کسی دن ملن کا کرنا ایسا ہوتا کہ انہیں اچانک کسی آیت کا مفہوم کسی عجیب تفسیر میں مجھے اس طرح کامل جاتا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم انبیاء میں ہونے کے باوجود اس کے بعد بھی بھی اسکے تین یا سو ہفتم کی کوئی صحیح حدیث ان کوں جاتی اور پھر اس تفسیر یا حدیث کی تائید یا کارہ پئے اہم کو وجہ ایسی کارہ جو دیرتے اور اس کو تحقیقت پر محبوں کو کے خود کو بھی اور اپنی ذات کو حضرت علیؑ علیہ السلام سے افضل و برتر سمجھ دیتے۔ اگر معاملہ کی نوعیت فی الواقع یہ رہی ہوتی تو پھر مرزا جو کی طرف سے صفائی دینے والوں کے کہنے کے لئے یہ بات رہ جاتی کہ انہوں نے تفسیر یا حدیث کا مفہوم یہی سمجھا تھا اور کسی صدیق بھی کے آنے کی بخشائش ہے اور اس کے انہوں نے اپنے الہاموں کو وجہ کا درجہ درجہ دیا یا تھا۔ اور پھر یہ غلط بحوث دوچار قدم چل سکتی کہ مرزا جو بذیت نہیں تھے، بلکہ اُن سے تاریخی علمی بھرپور تاریخی اور تاریخی اس علمی کے سبب انہوں نے نیزت کا دعویٰ کیا تھا۔— لیکن مرزا صاحب اس سب بھیڑے میں نہیں ہے۔ وہ سید ہے سید ہے اپنی بیوت و رسالت اور حضرت علیؑ علیہ السلام پر اپنا کامل فضیلت کی بنیاد قرآن و حدیث کے بجائے اس خود پر بارش کی طرح برنسے والی وحی کو بتلاتے ہیں۔ اب مرزا جو کے اس صریح اعلان کے بعد اُن کے بھی خواہ ان کی صفائی میں چاہے جو تاویلیں کرتے پھریں، مرزا جو بہر حال اُن کی ان تاریخیوں سے بالکل بے نیاز ہیں۔ مرزا جو کی مذکورہ بالاعمارت سے یہ تجویز ہم لئے اختذیکا ہے کہ مرزا جو وحی محمدی سے بالکل بے نیاز ہو کر کاملاً اپنی وحی کو حرف آخر سمجھتے تھے اور یہی بھئنے کا مطالیب وہ ساری دنیا سے بھی کرتے تھے ممکن ہے کہ کوئی اس کو سہاری نا انسانی یا زیادتی پر محبوں کرے اس لئے ہم اپنے نکالے ہوئے نیجہ کی توثیق و تصدیق کر لئے والا

محض قصہ کہا انی ہے اور اس کے ماننے والے قصتوں کے پچاری ہیں وحی کے سلسلہ کو قیامت تک کے لئے بذریت انے والے ذمہ بستے مرا صاحب پوری دنیا میں سب سے زیادہ بیزار ہیں پھر اسی صفت کو مرا صاحب اسی کتاب میں درستی جگہ، اس مذہب اور فرضیہ و بلیغ عبارت میں ادا فرماتے ہیں کہ۔

”بلکہ صرخ معلم تھا کہ اُن کی طفختے وحی کے دعوں پتکفیر کا فاعل ملے گا اور سب علماء متفق ہو کر درپیٹے ایذا وحی کنی ہو جائیں گے ایکونکہ اُن کے نزدیک بعد سیدنا جناب ختمی پیاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی پر قیامت تک مہر لگتی رہی ہے اور بالکل غیر ممکن ہے کہ اب کسی سے مکالمہ و مخاطبہ امہیہ ہو۔ اور اب قیامت تک انتہی مرحوم اس فتم کے رحم سے بارضیب کی گئی ہے کہ حندا تعالیٰ اُن کو اپنا ہم کلام کر کے اُن کی معرفت میں ترقی کشی اور بر اہ راست اپنی ہستی پران کو مطلع فرمائے یا کہ وہ صرف تقلیدی طور پر لگے پڑا ڈھون بجا رہے ہیں اور شہودی طور پر ایک ذرہ معرفت اُن کو لفظیب نہیں۔“

(براہین احمدیہ ج ۵ ص ۵۲)

رسول پاک پر نازل ہونے والی مقدس وحی الہی جو فرمان وحدیث کی سکل میں آج امتحان کے ہاتھوں میں موجود ہے اور جو اُن کا واحد سر رائی حیات ہے اُس کو مرا صاحب پڑی بے باکی اُو پوری بے حیاتی کے ساتھ ”لگے پڑا ڈھون“ جیسے مہذب لفاظ سے یاد فرمائے ہیں اور یہ تمام کارروائی مخصوص اس شخص سے ہو رہی ہے کہ کسی طرح اسکو چھوڑ کر اُمّت مرا جی اور اُن کی مصنوعی وحی و نبوت پر سوجان سے قریان ہو جائے۔

اب رہایہ سوال کہ جب یہ بات ہے تو مرا جی اپنی کتابوں کے سیکڑوں صفحات میں اپنی وحی و نبوت اور رسالت کے ثبوت میں بہت سی آیات اور احادیث کیوں پیش کرتے ہیں اس کی ضرورت ان کو کیوں جسموں ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں گذارش ہے کہ یہ جملات و میلات، لمحات بعد اوقوع کے قبل سے ہیں، جن کا ڈھونگ مرا جی نے بڑی دھوم دھام سے رجایا ہے، اور انصاف یہ ہے کہ جھوٹی نبوت کے مدعا کا اتنا حق توبہ حال مانسنا ہی

ہی۔ اب تو یہ بات سمجھ میں آجائی چاہیئے کہ مرا جی نے بھروسے ن پاک مسجد مسجدی کی پاپر دھوی نبوت نہیں کیا تھا، بلکہ پوری طرح وحی بھکر نبوت جدید کی خریک چلانی تھی۔ یقیناً اُنہی انتشار سے مرا جی کی یہ انتہائی خوش تھمتی ہے کہ ان صرخ اعلانوں اور راجحتوں کے باوجود مرا جی کو اُن قلم اشخاص کی ایک اچھی خاصی میں بیشتر آتی رہی ہے جو اُنکی طرف سے اپنے اور پرائے سے بھڑکانے لئے ہر وقت تیار رہتی ہے۔ بہنکے کے لئے ہر وقت تیار رہنے والوں کے سامنے خود پر سبھہ وقت وحی الہی کے نزول کی احتیاج ترورت مرا صاحب اس طرح بیان فشر ماتے ہیں:-

”یہ سفر لغوار اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خالہ کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی الہی کا دروازہ بھیشہ کے لئے بند ہو گیا ہے اور آئندہ قیامت تک اسی کوئی بھی امید نہیں، صرف قصتوں کی بو جا کرد پس کیا ایسا مذہب کچو مذہب ہو سکتا ہے جس میں یہ رہا راست خدا تعالیٰ کا کچھ بھی پتہ نہیں لکھا، جو کچھ قصہ ہیں اور کوئی اگرچہ اس کی راہ میں اپنی جان بھی فدا کرے، اس کی رضا جوئی میں فنا ہو جائے، اور ہر ایک چیز پر اس کو اخستیار کرے تب بھی اس پر اپنی مشنا خشت کا دروازہ نہیں کھولتا اور مکالمات و مخاطبات سے مشرف نہیں کرتا۔— میں خدا تعالیٰ کی فتم کھا کر کھتا ہوں کہ اس زمانے میں جو حصے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہ ہو گا۔ میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں زکر رحمات اور میں قیم رکھتا ہوں کہ ایسا مذہب جہنم کی طفشدے جاتا ہے اور اندر حاہی رکھتا اور اندر حاہی مارتا اور اندر حاہی قبر میں لے جاتا ہے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۱۸۳)

آپ نے ملاحظہ فریا کہ مرا جی فرمائے ہیں کہ اگر صدقہ پر اور خدا کی مشنا خشت اور معرفت کے اس جدید ذریعہ یہاں نہیں لایا گیا تو یہ سارے انہماں پنے ہے اور وہ مذہب جی کے سلسلہ کو اپنے بعد قیامت تک مخصوص قرار دیتا ہے وہ مانی مذہب نہیں ہے بلکہ شیطانی مذہب یہ کہ ایسا مذہب

بہنا تائیستا ہے۔  
 (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ضمیمہ برائین احمد یہ ص ۲۳۱ تا ۲۳۳ ص ۲۳۳)“  
 (۴)، ”پنجا خداوی ہے جس نے قاویاں میں اپنا رسول بھیجا۔  
 (دفعہ اسلام ۲)

اب ایک اقتباس برائین احمد یہ کی جلدی چم سے اور باخط فسر مالیجھے جو اگر پڑویل ہے مگر معاملہ کی نو عیت کو زیادہ صاف کرتا ہے اور ساقھی مرزا صاحب کے شریفانہ طرزِ کلام کا بھی اعلیٰ نمونہ پیش کرتا ہے۔ لکھتے ہیں : -

(۵)، خلاصہ یہ کہ میں حق پر ہوں اور نصوصِ قرآنیم اور حدیث کے موافق میرا دعویٰ ہے اور ہزار نشان میری سچائی کے گواہ ہیں، اور آر سزدہ سبی طالق حق کیلئے زنانوں کا دروازہ بن نہیں اور جو کچھ خالفوں کی طرفتے ہیں جاتا ہے کہ فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی یہ ان کی نابینائی ہے، درن سب پیشگوئیاں پوری ہو جی ہیں اور بعض پوری ہونے والی ہیں۔ ہاں پونک ان کی نظر تقدیر کے گروغبار کی وجہ سے موافق ہے اس لئے وہ پیشگوئیاں جو ہبہت کھلی کھلی ہیں ان کو مانی پر تی ہیں اور جو پیشگوئیاں کسی قد رفت نظر کی محتاج ہیں وہ ان کے نزدیک گویا پوری نہیں ہوئیں، لیکن ایسی پیشگوئی شاید وہ ہزار میں سے ایک ہوئیں، ہر ایسی کس قدر لعنت کار داغ اس دل پر ہے کہ دس ہزار پیش کوئی سے کچھ فائدہ نہیں اٹھتا اور یا بار ایکسیکت کے طرح عو quo کرتا ہے کہ فلاں پیش کوئی پوری نہیں ہوئی اور نہ صدراں قدر بکری سخوت بے حیائی کے ساقھے کا لیاں بھی دیتا ہے، ایسا انسان اگر پہلے نبیوں کے وقت میں بھی ہوتا تو کیا ان کو قبول کر لیتا ہرگز نہیں کیونکہ ہر بھی کوئی نہ کوئی پیشگوئی کا فروں پر مشتمل رہتا ہے۔

لہ نشان مرزا صاحب کے کلام میں بجزہ کہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ ایسے اتسیازی امر کا نام بجزہ یادو سکر لفظوں میں نشان ہے۔  
 (برائین احمد یہ: ہجہ صفحہ ۳)

پڑے گا کہ وہ اپنی نبوت کے پارے میں عجیب غریب تادیلات کی ایسی بھول بھیانکی تعمیر کرے جو اچھے آپھوں کو جرمیں ڈال دے کیونکہ اگر وہ اتنا بھی نہیں کرتا ہے تو اس کا دعویٰ نبوت و رسالت تین دن بھی بیشہ جیتا نہیں رہ سکتا ہے۔

یہاں تک توم نے یہ دکھایا ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ قرآن و سنت میں تاریخی کی علمی کی بتا، پر نہیں کیا تھا بلکہ براہ راست اپنی ذاتی دعیٰ کی بنیاد پر یہ عمارت کھڑی کی تھی اور اس کا واحد قصد تھا نبوتِ محمری کو کاٹٹ آف ڈبٹ ھٹھا کر سماون کو اسلام سے ہٹانا۔ اسی لئے انہوں نے قرآن و سنت کو فرسودہ قھیتے اور بلکہ پڑا ڈھول تک لکھ ڈالا۔ پس جو لوگ اپنے اس غلطِ دعیٰ میں تھے کہ مرزا جبی نے بھولے پن سے دعویٰ نبوت کر دیا تھا اور جدید دعیٰ نبوت کے امکانات ان کو قرآن و سنت کی صحیح مraud کوئی سمجھ سکتے کی وجہ سے نظر آئے تھے، وہ اب اپنی غلطِ دعیٰ کو دو فرمائیں، کیونکہ سب اب اسی پوری دعوا میں مرزا صاحب کی عبارتوں میں اس خیال کی کوئی پنجاں نہیں بھالی جاسکتی۔

اس تقیدی بحث کے بعد اب اپنی نبوت کے باب میں مرزا صاحب کے دعوے ملاحظہ فرمائیے۔

(۱)، ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔“

(اخبار بدھ ربارج ختنوام)

اخبار بدھ کی یہ عبارت ہم نے مرزا صاحب کے فرزند اور خلیفہ کی کتاب ”حقیقتہ النبوة“ سے نقل کی ہے۔ واضح رہے کہ مرزا جبی کا نبوت کا پیر اعلان ان کی دفاتر سے صرف تین ماہ قبل کا ہے کیونکہ مرزا صاحب کی دفاتر ۲۶ مئی ۱۹۷۶ء کو ہوئی ہے۔

(۲)، ”بیں خدل کے حجم کے موافق نبی ہوں۔“ (مرزا صاحب کا آخری خط مدد رجہ اخبار ۲۶ مئی ۱۹۷۶ء)

یہ خطِ تھیک اس دن شائع ہوا جس دن مرزا صاحب دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔

(۳)، میں اُس خدا کی قسم تھا کہ بتا ہوں جس کے ہاتھ میں سیری

جان ہے کہ اُس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی لئے سیر انام

نبی رکھا ہے۔“ (تہر حقیقت الوجی صفحہ ۶)

نبی نام رکھنے کا مطلب مرزا صاحب کی اصطلاح میں نبی

صہبہ رہا این احمدیہ جلد ۵ ص ۱۳ مطبوعہ ۱۹۷۸ء)

یہ عبارت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔ عبارت اعلان کرنے ہے کہ مرزا صاحب اپنے زمین میں ایک غیر طیب اشان اور مسلسلہ نبی ہیں اسی لئے فرماتے ہیں کہ اگر ہزاروں پیش لوگوں میں سے ایک آدھہ پوری نہیں بھی ہوئی تو کون حشر برپا ہو گیا، کوئی نبی نہیں گزار جس کی کوئی نہ کوئی پیش کوئی کافروں پر شتمہ نہ رہی ہو۔

اور اپنی کتاب "چشم" معرفت میں فرماتے ہیں۔ کہ

(۱۶) لپس یقیناً بمحض کہ یہ دبی دن ہیں جو خدا کے کھلاتے ہیں۔ اگر مجھ سے ٹھٹھا کیا کیا تو یہ سی بات نہیں دنیا میں کوئی رسول نہیں آیا جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا، اشتغالی فرماتے ہے یا حسرۃ علی العباد ما یا یتمہر من رسول الالا کانوا بعما یستہن وُن (یعنی پندوں یہ افسوس کہ کوئی رسول ان کے پاس ایسا نہیں آیا جس سے انہوں نے ٹھٹھا نہیں کیا)"

(کتاب مذکور صفحہ ۳۱۸، ۳۱۹)

مرزا صاحب کی ایک وحی جس کے معنی مرزا صاحب نے غلطی سے "طاون" بتائے تھے طاعون کی شکل میں پوری نہیں ہوئی تو خوب میں برپا ہوتے والے زلزلہ کو مرزا صاحب نے اپنی اس وحی کا مصداق قرار دیدیا اب کوئی مرزا صاحب کے مرید و معتقد رہے ہوں گے انہوں نے مرزا صاحب سے اس مصدقہ کی تبدیلی کے بارے میں یہ سوال کیا اور مرزا صاحب نے بجواب دیا اس کا ردعاً ثبوت ملاحظہ ہو۔

(۷) قوله (یعنی سوال)، اگر الہم عفت لہ الدیار الخ کی نسبت قطعی طور پر علم نہیں دیا گیا تھا کہ زلزلہ کے متعلق ہے تو پھر ایسے الہم سے کیا قائد تھا"

"اقول (یعنی جواب از مرزا جی)، افسوس آسے کو مدت اسٹری کی کچھ خیر نہیں نبی کے لئے کسی پیش کوئی کے قسی حص اس پہلو کا قطعی علم ہونا کہ ضرور اسی پہلو پر ظاہر ہو گی، ضروری نہیں۔"

(برائیں احمدیہ ج ۵ ص ۸۹)

ایک سوال اور اس کا جواب۔  
”قوله۔ حضرت کی عمر شریف کس قدر ہے اور حضرت جو بشارت دیتے ہیں کہ حضرت کے ذریعہ اسلام نہایت ترقی کرے گا کہ یہ ترقی حضرت کی حیثیت میں دفعہ ہیں آئے کی یا کیا؟ اسکی نتائج کا امیدوار۔“

(۸) ”اقول“ غیر کا اصل اندازہ قرآن تعالیٰ کو معلوم ہے مگر جہاں تک تجھے معلوم ہے اب اس وقت تک سن ہجری ۱۴۲۳ میری عرضہ تر بر سر کے قریب ہے۔ وامہ اسلام۔

اور میں نہیں کہہ سکتا کہ پورے طور پر ترقی اسلام کی میری زندگی میں ہو گی یا میرے بعد میں ہاں میں خیال کرتا ہوں کہ پوری ترقی دین کی کسی نبی کی حیات میں نہیں ہوئی۔

..... سو میں خیال کرتا ہوں کہ میری نسبت بھی ایسا ہی ہو گا جسے خدا تعالیٰ کی طرف سے بار بار زیارت کرتا رہی ہو گی۔ ”واهانو بیت و بعض الذی نفہم او نتو فیتہ“ اس نے تجھے سی بھی امید ہے کہ کوئی حضرت کا میابی کا سی بھی زندگی میں نہ پھور میں آئے گا۔

(برائیں ج ۵ ص ۱۹۳)

(۹) ”اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں بیری نسبت بر ابریان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور ہے خدا کا این اور خدا کی طرف سے کیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایسا ایمان لا اور اس کا دشن جسمی ہے۔“

(انجیل آئٹیم بارود ۵ ص ۶۳)

یہاں تک مرزا جی کے دعویٰ ثبوت کے ثبوت میں خود مرزا جی کی چند عبارتیں پیش کی ہیں جو اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہیں اور کسی شرح کی مخلص نہیں اگر ان سے بھی مرزا جی کا دعویٰ ثبوت ثابت نہیں ہوتا تو کوئی نہیں بتائے کہ ان میں کیا بات کی گئی ہے اور ان سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ اب مرزا جی کی ثبوت کا ثبوت ان کے صاحبزادہ مرزا بشیر الدین کی زبانی میں، اور دیکھئے کہ ان کو اپنے

لئے واضح رہے کہ مرزا صاحب کو اکثر الہام یعنی وحی دوسروں کی عمارتوں کی شکل میں بعض حدیثیں غلطی تبدیل ہوئے ساتھیا احادیث کی عبارات میں یا شعار کے صورتوں اور شعروں میں چنانچہ عفت الدیار حضرت مدینہ عرب کے مشور شاعر ہیں جن کو صحابت کا شرف بھی بھریں حاصل ہوا تھا یہ اکیلہ مشو قصیدہ کا۔

شائع ہونے والا درس را اپنیں ہے اس کتاب میں خلیفہ ودم نے جس چیز کو حقیقی اسلام ثابت کرتے ہوئے لندن کی آبادی کو اس پر ایمان لائے گی پورے زور دعوت دی ہے وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا قرآن والا اسلام نہیں بکد وہ، وہ "اسلام" ہے جس کو نیک مرغ غلام احمد صاحب قادریاں میں تشریف لائے تھے۔ اس کتاب کی بھی دو ایک عبارت مرزا جی کی بُوت متعلق ملاحظہ فرمائی جائیں۔

"یہ تو ایک ایشانی خالق کی تحریر ہے اس رائے کے علاوہ بھی ہر ایک شخص جو آپ کا جانتے ڈالا ہے وہ آپ کی شکی کافائل اور معترض ہے۔ قادریاں میں مختلف مذاہب کے لوگ ابھتے ہیں، سہندر بھی، آری بھی، سکھ بھی، اور غیر احمدی مسلمان بھی، تا دیان کے دروازہ میں ٹالیں ہیں جیوں کا ایک بہت پردا امر کر ہے، یہ سب لوگ آپ کے ذمہ ہیں، بلکہ جس قدر دستمنی ان لوگوں کو ہے اور کسی کو شاید نہ ہو گی تو نہ بھی اپنے شہر اور علاقہ میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔

(کتاب مذکور ص ۱۰۵)

ایک دوسری عبارت ملاحظہ ہے:-

"اے بھائیو! میں تم کو بث رت دیتا ہوں کہ خدا کی محنت آج اسی طرح جوش میں آئی ہوئی ہے جس طرح سے آج سے سیکڑوں سال پہلے جوش میں آئی تھی۔ داؤ د کے وقت میں جوش میں آئی تھی، موسیٰ کے وقت میں جوش میں آئی تھی اسحاق کے وقت میں جوش میں آئی تھی، ابراہیم کے وقت میں جوش میں آئی تھی، نوح کے وقت میں جوش میں آئی تھی اور اسکی معرفت کا سورج اسی طرح آج بھی چڑھا چہ بس طرح پہنچنے والوں کے زمانہ میں چڑھا تھا،

(کتاب مذکور ص ۲۶)

اور بھی مرزا بشیر الدین صاحب اپنی ایک دوسری کتاب میں فرماتے ہیں:-

"بھر دلی تینیں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق ایں تیار کیا تھا وہ "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" کے نام سے کتابی شکل میں اسی وقت شائع ہو چکا ہے۔ ہمارے سامنے اپریل ۱۹۷۴ء میں

والد کی نبوت پر کیسا رائے تینیں اور کیسا ایمان ہے اور درسروں سے اسکو منولے پر ان کو کتنا اصرار ہے۔

مرزا محمود احمد صاحب نے ایمان ان شفیعیان شاہ افغانستان کو مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لے آئے کی دعوت دیتے ہوئے ایک بڑا تفصیلی خط لکھا جو تابی شکل میں دو سو ترا سمی صفات میں شائع ہوا ہے۔ اس میں ایم مر حوم کو دعوت ایمان دیتے ہوئے خلیفہ صاحب لکھتے ہیں۔

"لبیں باوجود ان شواہ کے آپ کے دعوے کو قبول نہ کرنا اور آپ ایمان نہ لانا کسی طرح درست اور انہر تعالیٰ کی نظر میں اپنیدہ نہیں ہو سکتا، اور دحقیقت وہ شفیعی جو اسلام سے محبت رکھتا ہوا اور رسول کریمؐ کا عاشق ہوا اور اپنے ذاتی مفاد پر اسلام کے فائدہ کو مقدم رکھتا ہوا اس سے یہ امیت ہیں کی جلیکتی کی اس قدر وضاحت کے بعد خاموش رہے اور حق کے قبول کرنے میں درد نکلے اور یہ دلائل جو اور پر بیان ہوئے، آپ کی صداقت کو ثابت نہیں کرتے تو پھر اور کوئی نہ دلائل ہیں جن کے ذریعہ پہلے انبیاء کی صداقت ثابت ہوئی ہے اور جن کی بناء پر ایمان لایا جاتا ہے۔ اگر ان سے بڑھ کر بلکہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باقی سب نبیوں کے متعلق اتنے دلائل بھی نہیں ملتے جو بیان ہوئے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہن پر ایمان لایا جاتا ہے۔ اگر ایمان صداقت یا پاپ سے سنتی سنانی باقوں کو دھرا دینے کا نام نہیں بلکہ تحقیق و تدقیق کر کے نئی بات کو مانتے کا نام ہے تو پھر دو باقوں میں سے ایک کو فخر و اختیار کرنا پڑے گا یا تو سب نبیوں کا نکار کرنا پڑے گا یا اختیار اپنے تسبیح علیہ اسلام کے دعویٰ کو تسلیم کرنا ہوگا۔ اور میں اے بادشاہ آپ جیسے ہیں اور ذکر فہرست دعویٰ سے بھی ایمیڈ کرتا ہوں کہ آپ مُخْرِانَدَرَ طریقہ کو اختیار کریں

(دعویٰ الامین حل ۲، ۲۶)

ان بھی مرزا بشیر الدین صاحب نے مذاہب عالم کے نام سلمن میں شعقد ہوتے داں کا نظر میں پڑھنے کے لئے بوجھ تیار کیا تھا وہ "احمدیت یعنی حقیقی اسلام" کے نام سے کتابی شکل میں اسی وقت شائع ہو چکا ہے۔ ہمارے سامنے اپریل ۱۹۷۴ء میں

کمرزا صاحب صفت مدائی نبوت ہی نہیں تھے بلکہ وہ خود کو بہت سے اولو العزم رسولوں سے افضل و برتر بھی سمجھتے تھے چند عبارتیں ملاحظہ ہوئیں۔

ستید نایو سفت عالم اسلام پر اپنی فرقیت اور برتری جستلاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ ۱۔

"اور نیرا بھی ایسی کلکھ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے آج سے پہلے میں برس پہنچ براہین احمدیہ میں لامحمد یا فرق یہ ہے کہ یوسف بن یعقوب اپنی آس دعائی وحیتے قید ہو گیا، مگر خدا نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۱۵ میں میری نسبت فخر رہا۔ "یعنی خدا تعالیٰ تجھے خود پہلے گا اگرچہ لوگ تیکے پھنسلتے پر آمادہ ہوں ۲۔ سو ایسا ہی ہوا کہ سمجھی کردار میں کو وجود اری مقدار میں ایک سہنڈ و محنتی تھے کاراڑہ تھا کہ تجھے قید کی سزادی مکر خدا تعالیٰ نے کسی بھی سان سے اُس کے دل کے اس ارادہ کو روک دیا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ وہ آخر کار سزادی نے کے ارادہ سے قطعاً ناکام رہے کاپس امت کا یو سفت یعنی یہ عاجز اسرائیل یو سفت سے پڑھ کر ہے کیونکہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچا یا کیا، مگر یو سفت ابن یعقوب قید میں ڈالا گیا اور اس امرت کے یو سفت کی بریت کئے تھے پھر برس پہنچ ہی خدا نے کو ایسی دیری اور بھی نشان و حکایتے، مگر یو سفت اپنی بریت کے اثاثی کو ایسی کاحتاج ہوا۔"

دبراہن احمدیہ ص ۵۷

ناظرین اندازہ رکھ سکتے ہیں کہ ائمہ کے سچے اور سیارے نبی ستید نایو سفت عالم اسلام کے بارے میں مرز ایگی ان ہیوں گھویوں کو نقل کرتے ہوئے ہمارے دل کی کیا کیفیت ہو گئی اگر مرز ایک بد تہذیب یوں کو مسلمانوں کے سامنے پیش کرنے پر یہیں جو بزرگ نہیں بنا رہا تو پیشیت عبارت کبھی قلم کی زبان پر لانے کے قابل نہیں تھی۔ یہ یہاں مولا نا عبید الماجد دریابادی سے خدا کا دامتہ دے کر انصداد اب عرض کرتے ہیں کہ مولا نا تجھ تو خیال فرما میں اور دیکھیں کہ اس بید تہذیب بے ادب اور انبیا علیهم السلام کی جناب ہیں گناہیں گے

رسول اللہ میں کرتے ہیں کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مرز ا صاحب کی نبوت اخضارت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی طلی اور اسکی تابع ہے اور اس کی شاخ ہے اس کی نبوت کی طلی اور اسکی نبوت اور اسی نبوت اخضور نکلے موجز ہے تک نہیں بلکہ آپ کے افاضہ روحاں کا کمال ثابت کرتی ہے اور دنیا پر یہ ظاہر کرتی ہے کہ آپ صرف نبی ہیں نہیں بلکہ بھی جو بھی ہیں اور آپ ایسا عالمی مرتبہ رکھتے ہیں کہ آپ کے خالد بھی آپ کے فیض سے نبوت کا درجہ پاسکتے ہیں۔ (بیانیہ مرز الشیر الدین صاحب ایک جگہ مرز ابی کے پارے میں بابیں انداز اٹھا رخیاں فرماتے ہیں کہ۔

"شاید آپ لوگوں میں سے اکثر اس امر سے غافل ہوں کہ آپ سہنڈستان کا اس گوشہ کے رہنے والے تھے جس پر سکھ حکران تھے جن کے زیر حکومت علم کا نام نہ تھا، آپ کسی مدرسے میں نہیں پڑھتے۔ درس دن کے لئے بھی آپ نے کسی درسگاہ و میں تعلیم نہیں حاصل کی۔ آپ کے والد صاحب نے عمومی مدرسوں کے ذریعہ سے چند اہدافی کتب آپ کو پڑھوادی تھیں، مگر حب آپ کو انش تعالیٰ نے مقام نبوت سے متاثر کیا تو ایک بھی رات میں آپ کو علم اس شان کے ساتھ سکھا دیا کہ عرب اور مصیکے علماء اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز رہا گے، آپ نے عربی میں ہر ٹھی تحریک کے ساتھ کتب لکھی ہیں اور مخالفوں کو یا باز ہمارا جملج نہ دیا ہے کہ اگر وہ آپ کی تصنیفات کو انسانی علم کا نتیجہ تھا تھے ہیں قوانین کے مقابلہ میں ایسی ہی کتب لکھ کر دکھادیں۔ مگر باد جو ریا بار بار جملج دینے اور مقابلہ کی دعوت دینے کے ایک شخص بھی مقابلہ میں نہیں آیا۔" (احمدیت یا حقیقی (اسلام ص ۸۳ و ۸۴)

یہاں تک مرز اصاحب اور ان کے صاحبزادہ مرز ا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی جو عبارتیں پیش کی گئیں ان کے بعد کسی سوچ سمجھنے والے اددمی کے لئے مرز ابی کے دعویٰ نبوت میں کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہتا اس کے بعد اب ہم دکھائیں گے



# مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

کی فوئی تصنیفات

**”جب ایمان کی بہار آئی“**

حاکم کیمیر سید احمد شہید اور آپ کے عالی تہمت رفقاء کے ایمان افسوس حالات۔ شروع میں سید صاحب کی سیرت کا مکمل خلاصہ ہے اور اسکے بعد عقائد اور اثرا بھیز واقعات مولانا ندوی کے مؤثر خانہ، ادیمانہ اور حب امہا ناظم سے۔  
قیمت سب بارہ روپے

**چکرانے پر اخ**

یہ کتاب علی الحسینی سید مولانا علی ندوی، مولانا حسین احمد بدیقی، مولانا حسین احمد فخری، مولانا احمد لاہوری، ڈاکٹر فریدی، ڈاکٹر سید جوہر احمد مولانا شاہ معین الدین ندوی جیسے مشاہیر و اہل کتاب کے تذکرے پر مشتمل ہے۔ پہترین ادبی اسلوب کا نمونہ ہے جو دچکپی ضمید اور اثر انگیز ہے۔ آخری جزوی تک منظر عام پر آرہی ہے۔

**دکھنے پر** مولانا ندوی کی والدہ ماجدہ کے مؤثر حالات نزدیکی دو عمارتیں جن میں ان کی قطبی تربیتی خصوصیات ذکر و عبارت دو عمارتیں جن میں ان کی قطبی تربیتی خصوصیات ذکر و عبارت مردوں، بیلیوں اور بچوں سب کے لئے بیکام مقید و سبق آموز قیمت صافت سب تین روپے ۳٪

**مسنک تعلیم از دولج** [عبد العزیز القناوی کی بحث قرآن حجج اد عقل سلیم کی روشنی میں۔

قیمت صفتر سب ایک روپہ پچھیں پیسے اگر بڑی اعلیٰ طباعت سب درود پے

**مکتبہ دروس مکارم نگر (برویا، لکھنؤ)**

تفسیر ابن حمید [ارد و معن عربی مکمل غیر مجلد] ۱۲۰/- درود

تفسیر حقائق [ارد و معن عربی مکمل غیر مجلد] ۱۰۰/- درود

تفسیر بیان القرآن [مکمل در تین جلد] ۱۱/- ارد و معن عربی مکمل غیر مجلد ۱۰۰/- درود

تفسیر بیان القرآن [عکسی کتاب سائز مکمل بلا جلد] ۱۳/- درود

محدث حبیبی [مکمل در دو جلد] ۱۴/- درود

تفسیر مختصری [صفحہ عربی (اسیں ارد و دوہیں) مکمل در دو جلد] ۱۵/- درود

محدث در دو جلد ۱۶/- درود

**مجموعہ وظائف مکمل مترجم عکسی** [۳۲۰ صفحہ] ۱۷/-

وظائف دعاویں کا مجموعہ ۱۸/-

یازده سورہ پاکٹ سائز عکسی [پاکٹ سائز ہر حاظہ سے مصیاری مکمل پلاسٹک] ۱۹/-

یازده سورہ عکسی کتاب [۱۱۰ صفحہ سائز ہر حاظہ سے مصیاری] ۲۰/-

دکھل والا ۲۱/-

**حرب الاعظم** [عکسی ۲۰ صفحہ سائز ہر حاظہ سے مصیاری] ۲۲/-

مناجات مقبول مترجم کوئی [عکسی، کتابت طباعت سب

عده۔ غیر مجلد ۲۴/-

مناجات مترجم عکسی، ہر حاظہ سے مصیاری] ۲۵/-

دائلی اخبارات [معیاری] ۲۶/-

مسلمون و عائیں هندی [۳۰ صفحہ سائز ہر حاظہ سے ملک] ۲۷/-

**مکتبہ تحلیٰ۔ (دیوبند (یوپی،**

# مسئلہ ۳

# الحمد لله رب العالمين

بجز اس کے کہ آئندہ کوئی بھی ہو۔“

پہلے فالاط انگریزی تو موصوف کی یہ ہے کہ انہوں نے ایک بھی حدیث کر دو جو حدیثوں کی جیشت سے پیش کیا تاکہ دلائل و شواہد کی لکھتی طریقہ ہے۔ تم جانتے ہیں کہ حدیث کی اصطلاح میں احادیث کی گفتگی سندوں پر منحصر ہے یعنی ایک بھی حدیث اگر دس مختلف سندوں سے مردی ہوگی تو وہ اسے دس حدیثیں کہیں گے۔ اسی اعتبار سے یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں حدیث کے پاس پانچ لاکھ حدیثیں تھیں اور فلاں کے پاس تین لاکھ معلوم ہے کہ یہ لکھتی اصل سندوں کی لکھتی ہے نہ کہ حدیثوں کی۔ حدیثیں تو کل بھی ایک لاکھ نہیں ہیں جو جایکر کی لاکھ۔

جو حدیث قادیانی صاحب پیش فرار ہے ہیں وہ چونکہ دو سندوں سے مردی ہے اس لئے محدثین کی خصوص اصطلاح کے اعتبار سے تو اس پر دو حدیثوں کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن جن موقع پر وہ عوام انسان کے آگے اپنے دنائل کی فہرست رکھ رہے ہیں وہاں ایک ہی

## دوسری حدیث

قادیانی صاحب فرماتے ہیں :-

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکرا فضل هناء الامامة الادان یکون بھی رکن وزیر اخلاقی فی حدیث خیز الخلاق (حضرت ابو بکر رضی امتنیں سے افضل ہیں) سوائے اس کے کہ بعدہ کوئی بھی (امت میں) ہو تو اس سے افضل نہیں ہوں گے۔“

اے بعدر تمطراز ہیں :-

ایک تیسرا حدیث میں وارد ہے :- ابو بکر خیر انس بعدی الادان یکون بھی رکن زمان جلد ۹ صفحہ ۴ و طبرانی وابن علی فی ارسالی بحوالہ جامع الصغیر یوٹی سٹر کہ حضرت ابو بکر میرے دور سب انسانوں سے بہترین

کا درج ہے تو کیا یہ طلب ہوتا ہے کہ یہ فتنگو اُس وقت کے لئے ہو رہی ہے جب بادشاہ کا انتقال ہو جائے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ پہلے اور بعد کا تعلق بھی زمانے سے ہوتا ہے تو بھی رتبے سے بھائی کاش بھانجے سے زیادہ ہے۔ اتنا دل پہلے ہے اور دوسرے بعد میں اس طرح کے تقویں میں وہ تقدیرم و تاخیر پیش نظر نہیں ہوتا جس کا تعلق زمانے سے ہے بلکہ درجے اور رتبے کا بیان ہوتا ہے۔ یہی صورت حدیث کے فقرے میں ہے۔ حضورؐ نہیں فرمایا ہے ہیں کہ جب میں دنیا سے چلا جاؤں گا تسلیم ہوں گے۔ رتبے افضل ہوں گے بلکہ یہ فرمایا ہے ہیں کہ رتبے کے اعتبار سے میں پہلے ہوں اور ابو بکرؐ بھے بعد۔ جب یہ مطلب ہو گیا تو اسکے فقرے الآن یکون نبی کا تعلق بھی زمانے سے نہیں بلکہ فقط رتبے اور درجے سے ہو گا۔ مفہوم یہ یہ نکلے گا کہ ابو بکرؐ میرے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں البتہ انہیاں سے افضل نہیں ہیں۔ اس سے کوئی بحث نہیں کہ وہ انبیاء مکب کس زمانے میں آئے۔ جو بھی نبی خواہ کسی زمانے میں آیا ہو ابو بکرؐ اس سے افضل نہیں شہریں گے ہاں غیر انبیاء میں وہ ہر انسان سے افضل مانے جائیں گے۔

رواً یکون "کام عالم الدوائے بھی بھل لجئے۔ عوام کی تفہیم مقصود ہے۔ کان یکون سخو کی اصطلاح میں فعال ناصلہ اہل اہلتے ہیں۔ کان ااضی کا صیفہ ہے اور یکون مصباح کار کان کا لفظی ترجمہ ہے۔ "ہوا" یا "تھا" یعنی جو فعل پہلے واقع ہو جاتا ہے اور یکون کا لفظی ترجمہ ہے۔ "بھل گا" یعنی وہ فعل جو آتھے ہو گا یا زمانہ حال میں ہو رہا ہے۔

الآن یکون نبی میں چونکہ یکون آیا ہے اس لئے قادیانی صاحب طریقہ اطمینان سے یہ ترجمہ کر دیے ہیں کہ "بھل گا" کے کر آئندہ کوئی بھی ہو۔

آئندہ کا لفظ وہ یکون ہی کے اعتبار سے لائے اور ثابت بنالی جو صریحًا ان کے خیال کی تائید کرتی ہے۔

حدیث کو دو حصیں باور کرنا بلاشبہ مخالف الطریقہ ہے۔ حقہ جبکہ تسلیم میں اپنی رائے کی حمایت میں کوئی حدیث مشکلتے ہیں تو ان کا یطیری صحی نہیں ہوتا کوئی حدیث اُس دس سنوں سے مردی ہوتا وہ یوں کہیں کہ بھاری رائے کے حق میں دس حدیثیں موجود ہیں مثیریں خواہ تسلیم ہی ہوں مقام استدلال میں ایک حدیث ایک ہی کہلائے ہی۔ دو صحاہیت سے آجیکی اسلوب چلا آ رہا ہے مگر شباب اسے ہے قادر یا نبی مبلغ کو کہ مقام استدلال میں بھی وہ ایک حدیث کو دو مختلف حصیں کہہ کر الگ الگ نسبت دے رہے ہیں۔ یہ طریقہ بازی کروں اور خودہ بازوں کا ہو سکتا ہے اہل علم اور ارباب دیانت کا ہرگز نہیں۔

دوسری مغاظہ انگریزی یہ ہے کہ انہوں نے اردو ترجمہ غلط کیا ہے متن کا صحیح ترجمہ یہ ہے:-  
اپنے بکار امت میں مربٹے افضل ہیں لیکن یہ بت نہیں کہ وہ نبی ہوں۔  
اور دوسرے متن کا صحیح ترجمہ یہ ہے:-  
ابو بکرؐ میرے بعد مربٹے بہتر ہیں مگر انہیاں سے بیرون نہیں۔

اس دو مرتبے متن میں بعد اسی (میرے بعد) کا لفظ آیا ہے میں سے موصوف نے یہ نکتہ تکالا کہ ابو بکرؐ جن لوگوں سے افضل نہ ہوں گے وہ حضورؐ بعد آئے والے لوگ میں ہے لذاتابت ہوں البتہ میں انہیاں آئیں گے۔ ذرا اہل رخصاف سوچیں کہ ہر جاہے اگر لفظ بعد کا یہی مطلب تکالی یا جائے تو اس شہر پر تین مصروع کے کیا معنی ہوں گے۔

بعد از خدا بربر گت توی تصریح مخصوص اور آردو میں بھی ٹووا بولا جاتا ہے کہ اللہ کے بعد رسولؐ کا درجہ ہے۔ کیا اس کا مطلب ہو زوال اللہ بریجا سکتا ہے کہ لذاتے اللہ میان کا انتقال ہو چکھنہ وہ کو بڑا مانا جائے۔ یا جب تم کہتے ہیں کہ بادشاہ کے بعد وزیر

بس اسی طرح الا ان یکوں نبی کا یہ مطلب یعنی  
کوئی چیز باخ نہیں کر۔ ”ابو بکر ان انسانوں سے افضل و  
بہتر نہیں جو بنی ہوں چکے ہیں۔“ اور اس میں بھی کوئی باخ نہیں کر  
ابو بکر کو یکوں کی قدر مخدود کا مردح قرار دے کر یہ معنی  
کئے جاتیں کر۔ ”ابو بکر تمام انسانوں سے تو بہتر نہیں تھے بنی  
نہیں ہیں۔“ اس صورت میں آپ سے اپنے علمون ہو جائے گا  
کہ وہ انبیاء میں کوئی مستشار کر کے باقی انسانوں سے افضل ہیں۔

### منظیر عبدت

ابن ہم زرید تھیں کی طرف بڑھتے ہیں۔ تیجھے آپ دیکھ  
چکے کہ موصوف نے پہلے متن حدیث کے لئے کنز الحفائن  
کا حوالہ دیا ہے۔

کتاب کا صرف نام لکھ دینا اور نہ تو جلد اور صفحہ لکھنا  
نہ یہ بتانا کہ یہ کس مصنف کی ہے تھا زیر کر رہا ہے کہ موصوف  
نے کہیں اداہ دھر سے نقل اُڑا لی ہے خود کتاب نہیں بلکہ  
درستہ جس طرح اخنوں نے دوسرا متن کے لئے کتابوں کا نقصان  
حوالہ جمع جلد اور صفحہ یا اس کا بھی دیتے۔ یہ وظیرہ وہی  
لوگ اختیار کرتے ہیں جن کی نیت پتھوتی ہے کہ جو کھلی بات  
کہیں سے اپنے خرد مطلب ملے کھڑ سے لے لو۔ اسکی پرو  
منت کر کر وہ حقیقت کیا درجہ رکھتی ہے۔ حق پسند ایسا  
نہیں کرتے بلکہ وہ اصل مأخذ کی طرف رجوع کر کے سچائی  
کا سراغ لگاتے ہیں۔

ہم سے سننے کہ کنز الخلاائق علامہ عبد الرزاق  
المنادی کی تصنیف ہے اور کہی وہ بنی گوارہ میں جھنوں نے  
سیوطی کی الجامع الصغیر کی شرح فیض القدایر کے  
نام سے حوالہ فلم کی ہے۔

ورق المٹ کر دیجئے۔ قادیانی حساب نے حدیث کے  
متن شانی کے لئے کنز العمال کے علاوہ سیوطی کی جامع الصغیر  
کا بھی حوالہ دیا ہے۔ کنز العمال پر گفتگو ہم بعد میں کریں گے  
پہلے یہ سن لیجئے کہ اسی جامع الصغیر کی شرح فیض القدایر میں  
کنز الخلاائق کے مصنف علامہ منادی اس حدیث کے

مگر یہ شعبدہ بازی کے سوا کچھ نہیں۔ عربی کا باتی کی  
بھی جانتا ہے کہ یہ افعال عربی میں طرح طرح سے استعمال کئے  
جاتے ہیں۔ دوسرے جائیے قرآن ہی کو کھول لیجئے۔ سورہ بقرہ  
میں احکام حجج بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

فَمَنْ كَانَ مُنْكِمْ مُرِيضاً لِّلَّا يَرَى زَكْرَهُ تَرْمِمٌ  
میں سے جو ملیں ہو تو اس کے لئے فلاں فلاں  
تمم ہے۔

یہاں کان موجود ہے مگر زمانہ ما ضمی کا مفہوم نہیں دے  
رہا ہے بلکہ آجے قیامت تک کے احکام اس کے ذریعہ بیان  
پڑا ہے ہیں۔

وَإِنْ لَكَنْتُمْ مُّهَاجِلَةً سَقِيرًا (اور اگر پوتھی مفریں) یہ  
کنتم بھی ما ضمی ہی کا صیغہ ہے۔ کان سے جمع حاضر تھا  
گیا ہے مگر دیکھ لیجئے احکام آئندہ کے لئے دیئے جا رہے  
نہ کہ ما ضمی کئے۔

قرآن میں ایسا چاں نظریں ہے آسانی مل جائیں گی  
کہ صیغہ ظاہراً ما ضمی کا ہے مگر بات حال اور استقبل کے لئے  
کہی جا رہی ہے۔

اسی طرح یکوں میں ہر جگہ پیغمبر و ری نہیں ہوتا کہ  
زمانہ مستقبل مراد ہو۔ مثلاً سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ یوم  
قیامت کے تعلق سے فرمایا ہے کہ جب اللہ علیٰ ابن مريم سے  
کہے گا کہ اے علیٰ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری  
ماں کو دو معیود بنالو قلیلی جواب دیں گے۔

سُبْحَنَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ لِمَا يَعْلَمُ لِمَا لَمْ يَعْلَمْ  
لِمَا يَحْتَقِنُ۔ اے اللہ تو پاک ہے بجل جھیلی کہاں یا  
تھا کہ ایسی بات کہتا جس کا مجھے ہی نہیں۔

اب یہاں ملاظہ کیا جائے کہ یکوں بھی اور اقول بھی مضبوط  
کے صیغہ ہیں مگر ان کا تعلق نہ حال ہے ہے مستقبل سے بلکہ  
ہزاروں برس پہلے کے ما ضمی سے ہے۔ حشر کا دن ہے۔ حضرت  
علیؑ ایک ایسے سوال کے جواب میں جوان کی بچپنی دنیا وی  
زندگی سے متعلق ہے جواب نہیں ہے بلکہ اسے پروردگار  
بھلا مجھے کہاں زیبا تھا کہ ایسی بات کہتا۔

حضرت علیؑ کی طرح حضرت خضرؑ بھی دنیا میں ظاہر ہوں اور انھیں نبی فرض کر دیا جائے تو ابو بکرؓ ان سے رفض نہیں تصور میسیں گے۔

فلادیہ کہ اُس جامع صنیف کی شرح میں جس سے قاویان حسب ہے حدیث کا دوسرا متن نقل کیا وہی علامہ منادی جو کونو زالحقائق کے معنف ہیں حدیث کے دو مکن مفہوم بیان کر رہے ہیں اور یہ دونوں مفہوم عین ہمارے عقائد کے مطابق ہیں اور قادریانی صاحب کے عقیدہ و خیال کی توجہ کرنے والے ہیں۔ اس کے باوجود بے چارے علم عوام کو خوب خوب دھوکا دیا جاتا ہے۔

### حدیث کی فنی جیشیت

مزید یہ بھی سینے۔ علامہ منادی نبیں یہ بتانے کے بعد کہ اس روایت کو طبرانی اور ابن عَدَی اور خظیب نے بیان کیا ہے فرماتے ہیں:-

”اس حدیث کی تحریج کرنے والے ابن عَدَی تشریح کی ہے کہ اس حدیث مُنْكَر ہے۔ اس کے مطابق عکربر پر اس حدیث کے تعلق سے نکارت کا الزام لگایا گیا ہے۔ ممکنہ اسے ضرائق سے منسوب کرنے کے بعد یہ کہا ہے کہ اس کی مندیں اسماعیل بن زیاد الْخُلَی ہے جو ضیافت ہے۔“

سن رہے ہیں آپ۔ اور المیزان میں حافظ ذہبی کی وضاحت یہ ہے۔

تفرادِ بہ اسماعیلِ هذا افان لم یکت  
ھروضنه فالآفة ممن دونہ۔

یعنی استادِ فن اما کمزی کے نزدیک یہ تو طبق ہے کہ یہ حدیث من گھڑت ہے لیکن یہ وہ تقویں کے ساتھ نہیں آئتے کہ یہ کس نے گھڑی ہے۔ اسماعیل بن زیاد الالیمی کے سوا اس کا ایک بھی بنیادی رادی نہیں۔ حافظ ذہبی کا اشارہ ہے کہ یا تو یہ اسی کی گھڑت ہے یا پھر کسی اور نے گھڑی ہوگی۔

ذیل میں کیا ارشاد فرار ہے ہیں۔  
ہمارے آجے فیض القدر کا دہا ڈیٹشین سے جو مصر کے الحکتبہ التجاریہ نے ۱۹۳۵ء مطابق ۱۴۰۴ھ کی شرح میں علامہ منادی نے ارشاد فرمایا:-  
هو افضل الناس الا نبي والمواد جنس  
گويا وہ کہہ رہے ہیں کہ بیان پہلے اور بعد کی کوئی بحث نہیں بلکہ مقصود کلام یہ ہے کہ انسانوں میں جو انسان اپنیا کی جنش میں ہیں ان سے تو ابو بکرؓ افضل نہیں ہیں باقی سب انسانوں سے افضل ہیں۔

اس کے بعد علامہ جملہ کی خوبی ترتیب کی وضاحت کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں دھن دھن العدایہ سنتیتیہ یعنی یہاں جو بیکار افقط آیا اس سے زمانے کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ سنتیہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس طرح مطلب یہ بناؤ کہ — ”حضورؓ کے مرتبہ علیا کے بعد ابو بکرؓ کا درج ہے البتہ اپنیار سے ان کا درجہ زیادہ نہیں ہے۔ بھی بتتے جویں ہیں سب غیر اپنیار سے زیادہ درجے والے ہیں۔“  
کیا یہ تقریباً عربت ناک نہیں ہے کہ کونو زالحقائق سے قادریانی صاحب نے حدیث و نقل کر دی تکن اس حدیث کی جو راد کونو زالحقائق کے معنف بیان فرمائے ہیں اسے غائب کر دیا اور اس سے مختلف مراد اپنے لفظوں میں پیش کر دی تکن۔

مزید دیکھئے۔ علامہ منادی نے ہمیں یہ بھی کہا ہے کہ اگر بعد سے مراد زمانے والی بعدستی جیسا توجہیت کی مراد یہ ہو گی کہ بعد میں جو حضرت علیؑ یا حضرت خضرؑ آئے والے ہیں ان سے ابو بکرؓ افضل نہیں۔  
حضرت خضر کا آنا بھی بعض روایات سے ملتا ہے اور اگرچہ حضرت خضرؑ کا بھی ہونا مسلم نہیں پھر بھی جہور کی رائے یہی ہے کہ وہ نبی میں۔ نیکن یہ الگ بحث ہے حضرت خضرؑ کا آنا اس طرح ثابت نہیں جس طرح حضرت علیؑ کا نزول۔ علامہ منادی کا مقصود یہ ہے کہ اگر

کیونکہ مقصد انہوں ہوتے ہیں بلکہ درسروں کو مخالفتیں  
ڈالنے ہے۔

طول سے بچنے کیلئے ہم کنز العمال سے ایک ہی حدیث  
نقل کریں گے جو ہر سہیل سے کافی شافی ہے۔

قادیانی صاحبینے اپنی نقل کردہ حدیث کے لئے  
کنز العمال جلد ۹ کا حوالہ دیا ہے۔ ہو سکتا ہے ان کے سامنے  
کوئی اور ایڈیشن ہو۔ ہمارے آگے دائرۃ المعارف حیدر آباد  
والا ایڈیشن ہے جس کی چھٹی جلدیں یہ حدیث آئی ہے اسی  
جلد کے صفحے ۱۰۵ اور صفحہ ۲۳۳ پر ذیل کی حدیث ملاحظہ  
کی جاسکتی ہے۔ گویا ذیل کی حدیث ٹھیک اسی جلدیں  
 موجود ہے جسے موصوف کھو لے ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

**مَثْلُ وَمَثْلُ الْأَنْبِيَاٰ** میری اور دیگر انبیاء کی مثال اسی ہے  
جیسے ایک محل کو وہ نہایت عمدگی سے  
**كَمَثْلٍ تَصْعِيرٌ حِسْنَ بَنْيَةٍ** جیسے ایک موضع نہیں  
تو اک منہ موضع نہیں بنا یا کیا مگر اسیں ایک بیانیں کی جگہ  
**نَطَاطَةٌ بِالنَّظَارَ** چھٹوڑی کی چھٹماشائیں اس کے  
یَتَعْجِبُونَ مِنْ حُسْنٍ گرد گھوم پھر کر کھاناوس کے حسن تعبیر سے  
**بَنْيَانِهِ الَّذِي مَوْضِعُهُ لَمَّا** بہت محظوظ ہوئے مگر یہیں یہی تحریر  
کر آخر ایک بیانیں کی جگہ غالباً یہیں ہے  
**اللَّبَنَةُ فَكَذَبَ إِنَّا** سے زیاد تر کا سلسلہ  
پس میں اپنی ذات سے اس خلا کر کیا  
**سَلَدُّ ثُمَّ مَوْضِعُ الْلَّبَنَةُ** اس پر حدیثیں مکمل ہوئی  
**قَسْمَهُ فِي الْبُنَيَاتِ** اور یہ کرنے سے تعبیر یوری طرح مکمل ہوئی  
وَخَتَّمَهُ بِالرَّسُولِ۔ اور یہی ذریعہ رسول نما اختمام کر دیا گیا  
صاحب کنز العمال نے یقین این عساکر سے نقل کیا  
ہے۔ حال یہ ہے کہ یہی روایت الفاظ کے ذرا اذرست فرق  
سے بخاری مسلم۔ تساندی۔ ابن ماجہ اور سند احمد میں بھی  
آئی ہے۔ بخاری میں دو سندوں سے مسلم میں چھندوں  
سے سند احمد میں کم از کم چار سندوں سے کسی اسی سندوں  
مثل مسلم کی ایک سند میں خاتمے پر یہ الفاظ بھی ہیں۔ فانا  
اللَّبَنَةُ وَأَنَا خاتَمُ النَّبِيِّينَ دیغی وہ آخری ایک میں  
ہیں اور میں انبیاء کی بعثت کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں۔

ابن عتیقی اور ذیلی بھی اور ذیلی کی آثار کی تصدیق اس  
ترینے سے بھی یوری سے کہ بخاری مسلم "ابوداؤد، ترمذی"  
ابن ماجہ، نسائی، سند امام شافعی، سند امام موثق امام  
اک اور سند امام محمد وغیرہ بھی بنے الگ بر صدیقی کے  
فضائل بیان کئے تھے مگر یہ حدیث کی نہیں ہی۔

اب لے عوام و خاص اک اپ انصاف کریں یہ  
پوزیشن جس روایت کی ہو اسے قادیانی صاحب بڑے  
اطیبان سے حروف آخر کے اندازیں پیش فرار ہے ہیں اور  
ترجمہ بھی من مانکر رہے ہیں جب کہ حضور ﷺ کے بعد کسی  
بھی نبی کی بعثت محل ہونا ایک دو تین چار حدیثوں سے  
نہیں بلکہ بیشیوں تھے حدیثوں سے اور متعدد آیات قرآنیہ  
سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔

## کنز العمال

قادیانی صاحب نے درسرے متن حدیث کے لئے  
کنز العمال کا حوالہ بھی دیا ہے۔ اہل علم جانتے ہیں کنز العمال  
میں اس کے مصنف علی متفق نے خود حیثیں جمع ہیں ان کے  
ساتھ انہوں نے اپنی علیحدہ سند میں نہیں دی ہیں بلکہ درسری  
کتب حدیث سے نقل کا اعتمام کیا ہے۔ ابھی آپ سے ماہرین  
فنکری زبان سے سنا کہ زیر بحث حدیث کی ہر سند کا سلسلہ  
اسا عیل بن زیاد تک ضرور پہنچتا ہے اور یہ راوی اس حد  
تک ضعیف ہے کہ اس پر حدیثیں مکمل ہوئے کا الزام عائد ہوا  
ہے۔ اہذا یہ حدیث خواہ کنز العمال میں آتے خواہ طبرانی  
اور انکا مل اور جامع صیغہ میں اس کا ساقط الا عتسار ہونا  
مسلم رہتا ہے۔ کوئی بے نیاد بات چاہے سو جملہ نقل ہو  
جائے وہ بے نیاد ہی رہے گی جب کہ اس کا اصل عجب  
اساندہ نہ ہو ولیا۔

پھر ذرا یہ بھی دیکھئے کہ کنز العمال ہی میں درسری  
متعدد حدیثیں ایسی موجود ہیں جو حضور ﷺ پر سلسلہ نبوت  
ختم ہو جانے کی خبر دے رہی ہیں اور سنده کے اعتبار سے  
اصلی درجے کی ہیں۔ قادیانی صاحب بھیں نہیں دیکھتے

کے بعد پیدا ہو۔

الخربشید۔ کتابچے کے گوس تام مواد کا شانی کافی تحریر ہو گیا جو قرآن و حدیث سے متعلق تھا۔ اب بزرگوں دین کے اقوال کا نبرآتا ہے جو خبر کندیچے ہیں سجا بنا کر میش کیا گیا ہے۔ اور خود کے لئے انہیں دھوکا لھا جانے کا واپس آن موجود ہے۔ انشا اللہ اکبر! ہم اس طلب سے فریب کا بھی پردہ چک کرتے ہیں۔ وھوالمستعان۔

### ادب تقافت

**ایک نزل کی قافی**      حج کا ایک پرسون، وحیب اور ریان از وہ سفر نامہ یقoub سر دشتر کے علم سے۔ قیمتِ معاشر نہ ہے۔

**کیسر ارد**      ایک رو سخن نازل اور دو لباس میں۔ ایک منف تیمت سینا دے چکے۔ حسدِ دم چاڑ کر دے۔

**پتھر کے دوپٹا**      چو عترت اکیت پیشان۔ غیرلکی ادب کا

**چین کا پارنسا ماح**      دو بالغ نظرِ منفین کی تصنیف

پہننا کر ترجمین نے ایک قابلِ مطالعہ ذخیرہ معلومات مہیا کر دیا ہے۔ قیمت۔ صرف ایک لاپیسہ

**آن کا چین**      اس لکتاب کے مترجم روزنامہ الجعیۃ کے ناگیر ملے گا۔ قیمت۔ ایک روپیہ۔

**کروسمی سائنس اکیت تحریات**      سرخ چین نہیں مقامیں ایک میں مدرس اکیت تحریات کا ایک ایڈیشن کیغیتوں فویعت اور ایک ایڈیشن فرمایا گیا تو عین منظوق کلام اور عین قصد

مکتبہ تحریت دیوبندیا پنا

یہ بھی ملکو خدا ہے کہ تمام مندیر افقط ایک مسجد پر ختم نہیں ہوتی ہیں بلکہ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت ابی آن بن کعبؓ چار صحابہ روایت کرنے والے ہیں۔ جملہ اسناد کی ضمبوطی کا اندازہ اسی سے کر لیجئے کہ ماہرین داسانہ میں سے کسی نکسے بھی اس حدیث کی صحت پر بھی انکلی نہیں اٹھائی ہے۔

ہم یہاں تم بہوت کی خبر دینے والی جملہ احادیث دیاں بیان نہیں کر رہے ہیں بلکہ صرف ان محدودے سے چند کاذک کر رہے ہیں جو قادیانی تبلیس اور مخالف ائمہؑ کے اشتباہ میں ضروری ہیں۔ بر شخص دیکھنے کے لیے ایک بھی تجوید قوی حدیث کیا طبعی طور پر یہ نہیں بتا رہی ہے کہ رسول اللہؐ کے بعد امتی یا غیر امتی، تشریعی یا غیر تشریعی کیسا بھی نبی یا مہوش ہونے والا نہیں۔ حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے تو اسی بہوت کے ساتھ جو اخیں حضور سے پہلے مل چکی ہے۔ ان کی نبوت تسلیم ہو گئی کے اعتبار سے وہ امیر ہے جو قصرِ نبوت میں حضورؐ کی بعثت سے قبل فتح ہو چکی۔

اور آیت خاتم النبیین سے بھی قطعی طور پر ہر طرح کی نبوت کا دروازہ بند ہو رہا ہے۔ اگر قادی خلفاء پھر بھی یہ گردان کئے ہلے جاتیں کہ دروازہ صرف تشریعی نبوت کا بند ہوا ہے غیر تشریعی امتی نبی اب بھی مسحوت ہو سکتا ہے تو ہر ذی عقل دیکھنے کے اسے سوائے ہر زہر ای اور فضول گوئی کے کیا نام دیا جا سکے گا۔ یہ بھی اہل ہم کو معلوم ہے کہ جو انبیا مستقل شریعت لے کر آتے رہے ایکھیر اصطلاحاً رسول کہا گیا۔ قرآن اگر حضورؐ کو صرف خاتم الرسل کہتا تب تو سی درجے میں یہ حرب زبانی کی بھی جاگئی تھی کہ صدراً شریعت انبیاء اب نہیں آئیں گے مگر امتی اور غیر صاحب شریعت اسکیں کے جنہیں رسول نہیں تھی کہا جاتا ہے لیکن جب خاتم النبیین فرمایا گیا تو عین منظوق کلام اور عین قصد و مدعایہ یہ تخلیک کہ صاحب شریعت انبیاء تو درکنارا اب کوئی غیر صاحب شریعت تھی بھی آئے والا نہیں۔ کسی بھی ایسے بندے کو نبوت تعلقیں نہیں جائے گی جو رسول اللہؐ

الحمد لله رب العالمين

# سیدنا مصطفیٰ

”آواب عرض کرتا ہوں ملا جھانی۔ کہاں ہیں آپ کئی بنا سے۔ زیارت ہی نہیں ہو رہی ہے“  
 ”مت پوچھیتے قبل۔ اپنے لفڑ کا انتظام کرتا پھرڑا ہوں۔ حالات بڑے ہی ناگفتہ ہر جا ہے ہیں“  
 ”اللہ بہتر کرنے۔ اور یہ مہماں کہاں کے بلا یہ ہیں پے؟“  
 ”کیسے مہماں“ بیس چونکا۔  
 ”مہماں ہی ہونگے، نہیں تو اتنا پان چھالیہ کیوں جاری ہے؟“

”کتنا کیا مطلب؟“  
 ”دیسی پانوں کا چار روپے والا پچاس روپے رہا ہے۔  
 چھالیہ ڈیرھم کو جا چکی۔ کتنا“  
 ”دل تھام کے شیخ صاحب۔ آپ خواب تو نہیں دیکھ رہے ہیں؟“  
 ”تیسا خواب۔ آپ بھی کمال کرتے ہیں“  
 ”کون نے جارہا ہے؟“

مگر یہ ظالم دنیا مجھے ہیں بابس بھی نہیں لینے دے گی۔ بن بابس پیش کی دو ہی صورتیں قابل عمل ہو سکتی تھیں۔ یا تو زوجہ کو اس کے بھانی کی تحول میں دے کر فھر میں قفل لٹکایا جانا یا پھر زوجہ سے گذارش کرتا کہ بھاگوان آپ بھی ساتھ ہلیے۔ افریقہ کے چھکلوں میں آپ بن کی چڑیا بن کر اور میں بن کا چڑا بن کر چھکا کریں گے لیکن موجودہ احوال میں دونوں ہی صورتیں خارج از بحث تھیں کیونکہ مسٹر حافظ بجا اپنے چلنج کے مطابق میری چھانتی پر سوا تھیں اور سوار بھی ایسی ویسی نہیں۔ دیسی پانوں کا ایک پچاس سو روپاں صاف۔ حالانکہ میں اور میری زوجہ پان بس تبرکاتی کھائیں ہیں۔ مسنونجا کی پان خوری کا سرسرا اندازہ تو ان کے اگالوں نما منہ سے ہر شخص ہی کر سکتا تھا مگر نوبت ایک پچاس سو تک پہنچے گی یہ مجھے اس وقت معلوم ہوا جب غنائم منزل سے لوستے ہوئے شیخ عبدالرحمان کی دکان کے آگے سے گزرے۔ انہوں نے آواندے لی۔ پان چھالیہ کے بڑے تاجر ہیں۔ بیڑے پر لئے مشفقيں میں ہیں۔

تو وہی اسیتے جائیں اور وہ سرو طی پر لگھیاں چلاتے ہوئے میرا  
طرف اس طرح ٹھوڑی تھیں جیسے جوابی جملے کے نیت بالکل تیار  
بنتی ہیں۔

”میں کہتا ہوں ایک پیاسار زکھاں جا رہا ہے“ میں نے  
لہجے میں حتی المقدور شوہرانہ دبدب پیدا کرتے ہوئے نیجے کو مخاطب  
کیا۔ اس نے جواباً پڑے اطہنیاں سے میرے سراپا پر نظر ڈالی پھر  
استول پر لٹک کر میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی

”تو اچ آپ کو عنایت منزل نے جلدی کیسے چھوڑ دیا؟“

”موقعد محل تھا کرو۔ میں پان چھالیہ کی بات کر رہا ہوں“

”ان گھر بلو باتوں سے آپ کا بھدا کیا واسطہ۔ دس پیکے  
بھی روڑ خرچ ہو سکتے ہیں۔“

”میری بلاسے۔ دام دلو ان اپنے بھائی صاحب سے“  
”وکیا تکرار افرانی ہے۔ گویا بُنک تو بازار کا سارا حساب  
آپ ہی چکاتے رہے ہیں؟“

”ارے تو بھائی صاحب کے نام پر پیشش کیوں ہو جاتی ہو  
میں نے ان صاحب بہادر کو گانی تو نہیں دی؟“

”کل بہت بگڑ رہے تھے کہ میں کب تک فضول خرچاں پر دفات  
کیے جاؤں گا۔ حد ہوئی جا ہیے فضول خرچی کی؟“

”اس طرح کی گیڑہ بکھیاں وہ سال میں بیس پیسیں مرتبہ ضرور  
وے لیتے ہیں۔ ماشار اسٹرد صن کے پانڈتیں۔ خیرماں سوت ڈار لند  
اب تو تم جانو یا وہ جانیں۔ میں حضرت نصیب بن پاس کافی مدد کر چکا  
ہوں۔ آس پاس کے سارے جنگل توکھست بن گئے جو ہوا افریقہ  
جانا پڑے گا۔ اللہ کے فضل سے محلے میں شہنشی جماعت آئی ہوئی ہے۔  
بسم اللہ اسی سے کروں گا۔ ایک چلہ پھر دوسرا چلہ پھر تیرا چلہ۔ اسی  
طرح چلہ بچلہ لمبی یا لکھنہ تک پیش ہی جاؤں گا۔ پھر ان شاہزادوں کی  
جهاز اپنی دُم میں لٹکا ہی لے جائے گا۔“

”دُم میں کیوں لٹکیں گے۔ خیر سے شہنشی جماعت والوں کو  
تو یا سیورٹ آسانی سے مل جانا ہے۔ مزے سے گدے داریٹ  
پر بیٹھ کر جائے گا؟“

”پاسیورٹ کے علاوہ بھی ایک ضروری چیز ہوتی ہے جان  
حیات اجسے تکڑ کہتے ہیں اور مکمل خریدنے کے لیے جو چیز

”اُرے صاحب وہی آپ کا ملازم لڑکا چھنو۔“  
”مُل کتنا حساب ہوا؟“

”چالیس روپے ستر سیسے“ انھوں نے کھاتا دیکھ کر تباہی  
”لبس تو آٹھ آنے چھینہ دوں گا۔ جب تک پوری ادائی  
نہ ہو جاتے کوئی سودا ہرگز نہ دیجے گا۔“  
ان کا جواب جو بھی رہا ہوا سے سننے کی تاب کسے تھی۔

انگاروں پر چلتا گھنہ بیجا۔ شامت دیکھتے رہو جو نظر نہ آئی  
مسنیز بجا ما کا سارک مکھڑا عین صحی میں مثل آفتاب جہاں تاب  
نظر آیا۔ یعنی اس سے شعاعیں بچوں اور میری کھوٹی میں  
بچی چیز کی طرح اتریں۔ وہ یاں کا بیڑا منو میں دبائے چھا لیے کتر  
رہی تھیں، کاملے بلکہ جامنی سورج سے شعاعیں جو یہ شاعر  
میں بچوٹی ہیں مگر ان کے موٹے میوٹے ہونٹوں پر ٹھیکیں ترقی  
ہوئی۔ پان کی لائی جدید اور قدیم ہر قسم کی شاعری کی ایسی نیئی  
کیتے دے رہی تھی۔

میں ان سے الجھ بغير زوجہ سے دودو بالئی کرنا چاہتا  
تھا۔ مگر زوجہ کہاں پائی جا رہی ہے۔ یہ ملکشہ ہونے سے پہلے ہی  
مسنیز بجا مانے مجھے للاکارا۔

”بھیارے صاف صاف سن لی ہو جمع جمعہ ہم بریانی ضرور  
کھاتاں۔ تھہارے اس گھروں میں تو بھلے کو چاول بھی نصیب ناہوں“  
”اُس پر بچھے کھا جا بیس بڑا تھیں۔ کل ہی تو اُس نے زردہ نوش  
کیا تھا۔ دو دن پہلے مسالے کے چاول کھائے تھے۔“

”بھیتا بربیانی کی بات تو کھوار رہی ہو ہوں۔ اب تو تھہارے  
کنسٹراؤ میں چاول بھی خلاص ہو گئیں“

”بچھے بھی خلاص سی سمجھو فتنہ عالم۔ نسیم کہاں ہے؟“  
”لائے دیتا۔ کیسے ہتفا بحق نام بیوت ہو جروکا۔ ہمہ  
حافی جی ایسا کرن تو زبان ہی لڑکی سے کھینچ لیوں۔“

”تھہارے حاجی جی جنت الفراد وسیع ہوں گے کھوروں سے کلیں  
کر رہے ہیں۔ تم بھی خدا کے لیے راستہ ناپو۔“

استئنے میں سیدہ مرے سے مکمل کر جائے دار دات پر آئی۔  
وار دات ابھی ہوئی تھی مگر تو سکتی تھی میں اسی دل میں گھونسہ  
ہنا کر سوچ رہا تھا کہ مسنیز بجا کے کم سے کم سامنے ولے دانت تو

لہذا کسی رقیب رو سیاہ کا آنکھ مارنا وہ کیسے برداشت کر لیتے۔ مگر رقیب رو سیاہ ان سے زیادہ جاندار ثابت ہوا اس کے ساتھ کچھ حماجی بھی تھے۔ بس پھر مر جم کی اچھی خاصیت تو اوضع ہو گئی۔ وہ تو کہیں میں نے منت خوش شامدر کے معاملہ رفع دفع کرایا ورنہ ملک ہی تھا کہ ان کے ہاتھ پر سلامت رہ جاتے۔

یہ تھا ہمارے تعلقات کا نقطہ آغاز۔ پھر یہ نقطہ حصار تعلقاً ہڑھے۔ شدہ شدہ وہ مجھے لپے گاؤں کھڑک پور بھی لے گئے۔ یہاں ان کے بال بچے تھے۔ زمین تھی۔ ہل بیل تھے۔ زعفران علیٰ نکسیران کے بڑے صاحبزادے تھے۔ باپ ہی کی طرح والشو اور متوضع۔ مجھ سے بہت بے تکلف ہو گئے۔ بڑی خاطردار تھا کی۔ میں وقتاً فرقتاً دہلی جاتا رہتا تھا۔ پھر میرزاں علیٰ کا انتقال ہو گیا تو میں جاتا دبٹ گئی۔ حالات بدل کئے۔ تکھیر میاں نے شاعری چھوڑ کر چوپاں ہی میں بچوں کا مکتب قائم کر لیا۔ میں اب بھی گاہے گاہے ان کے بیہاں ہو آتا ہوں مگر اب عرصہ سے جانا نہیں ہوا تھا۔

بہر حال سلام دعا کے بعد انھیں بیٹھاک میں بٹھایا اور تشریف آوری کا دعا پوچھا تو کہنے لئے ”مجھے سور وی ادھار چاہیں۔ بڑی مجبوری پڑ گئی ہے“

”فدا نخواستہ کیا معاملہ ہے؟“

”ہماری بجا بھی سعیدہ خاتون کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔“

اس پر کچھے سال سے آسیں کا اثر حل رہا ہے۔ بہت علاج معافی کرائے مگر آسیب نہیں گیا۔ اب اتفاق سے لوگوں میں ایک شاہ صاحب اُترے ہوتے ہوئے ہیں۔“

”واؤزے ہوتے ہیں۔ کوہ ہمالیہ سے یا براہ راست آسمان سے؟“

”یہ تو پتا نہیں“ انھوں نے معصومیت سے جواب دیا ”ہر طرح کا علاج معالج کرتے ہیں۔ بہت لوگوں کو فائدہ ہوا“

”و کیا نام“

”بلغم شاہ سروردی“

”دلغ خراب ہوا ہے۔ یاد کر کے بتاؤ“

”جاجی گلاب سے تو یہی نام سناتھا۔“

ضروری ہے اس کا نام ہے بیسر۔ لا کوم ولادود و چار ہزار۔“ ”قاری قمر المهدی کے پاس کونسا پیسے تھا۔ رویٰ کے بھی لائے تھے پھر کیوں تو تبلیغی جماعت والوں کے ساتھ دو مرتبہ عرب حملہ ہوا تھے۔“

”یہ حضرت شیخ کے فیضان خاص کا اثر ہے۔ مجھو مردود پر شیخ کی توصیہ کیوں مبذول ہوئے۔ لیکن تو ہمارے بھیتا صاحب نے تو نے جائے کیا کیا لکھ کر سارے اولیاء اللہ کو ناراض کر دیا ہے صوفی بہرام شاہ سے تھے کہ خواجہ عنین الدین اجمیری اور شاہ عبدالحق جیلانی تک ان سے بیزار ہیں۔ پھر تاؤ۔“

”میں کیا بتاؤں، میری تو سمجھو میں یہ آتا ہے کہ آپ اب واقعی تبلیغی جماعت کے ساتھ لگ جائیے۔ بن باس سے جو فائدہ آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہی استیوں میں رہ کر بھی حاصل ہو جائے گا۔“

”خیراب میری استانی بننے کی کوشش مت کرو۔ غالباً میں یہ کہہ رہا تھا کہ ایک بچا ساروز میری برداشت سے باہر ہے۔“

”ہمارے ہائے تو ہمارے مردوں کو ڈھونڈ کر لائے دوں۔ پڑھے آئے برداشت والے۔ ہونہ ہماری بڑی دلائل ہے بچروں کو۔“

”میخینگ سے۔ ہم بھی ایک سے لاکھ تک تھا رائجھانا ہی چھوڑنے پان تو ہمیں جان سے کیسے ناکھاون۔“

اسی وقت دروازے کی کندھی کھٹکی۔ جا کر دیکھتا ہوں تو حافظ نکسیر کھڑے ہیں دانت نکالے۔ مارڈالا یہ نظام اس وقت کھاہ آمرا۔

نکسیر ان کا نام نہیں ہے تخلص ہے۔ نام تو زعفران علیٰ ہے۔ ولد میرزاں علیٰ۔ میرزاں علیٰ مر جم سے میری شناسی پہنچ

کلیر شریف کے عرس میں ہوئی تھی۔ نرگس بیگم کے جھے میں وہ بھی تھے اور میں بھی۔ کسی من چلنے نے نہ سب سبکم کو آنکھ ماری

وہ تو جواب میں بڑی خذہ پیشان سے مسکرانی! مگر میرزاں علیٰ آنکھ مارنے والے سے لپٹ پڑے۔ دراصل وہ بہت دونوں سے نہ سب

بیگم کو دل کی عراب پر سجا کچکے تھے۔ اسی داخلی عمل کو شاعر لوگ عشق بھی کہدیتے ہیں مگر ترقی یافتہ تصوف میں اس کا نام ہے خوش عقیدگی۔ نام کچھ بھی سکھتے رقبات اس میں نوشتہ تقدیر ہے

ہوں۔ ان کے شوہر جب تک نہیں لوٹیں گے پھر سب جھیلنا پڑتا  
”ارنے کیوں جھیلنا پڑتے گا۔ ہم کوئی ظھریکیدار ہیں زمانے

بھر کے۔ وہ مرد و کہیں مگل چھترے اڑاہیا ہو گا۔ مل جائے تو ماں  
مار کے ایسا بھرتہ بناؤں کہ صورت بھی نہ پہچانا جاتے خبٹ کی“  
”کہاں سے مل جائے۔ آپ کوزوپی وغیرہ سے فرصت ملے  
تو کہیں ڈھونڈ دیں۔ نہیں میں طمع نہیں دے رہی ہوں۔ آپ  
ڈھونڈ دھنٹے نکلتے تو اٹاٹا لگ ہی جاتا۔“

”اُسی لیے تو اور کبھی شیخی جماعت کی سوچ رہا ہوں یعنی  
بھتی پھر ہوں گا کہیں نہ کہیں سرانگ لک ہی جاتے گا۔“

”تو اج لوہانے جانے کی کیا ضرورت پڑ گئی تجب ہے نکر  
سیسے گدھوں سے آپ کی کیسے بنتی ہے۔“

”تم کیا جانواں کی جنس۔“

”داؤ از ہی سے گدھا معلوم ہوتا ہے۔ پھر نکست خلص جس کا  
ہو گا وہ آدمیوں کی جنس سے تو ہو یہی نہیں سکتا۔“

”کیا عیب ہے اس شخص میں؟ میں نے ایسا برا منہ بنا�ا  
جسے اپنے عزیز فاس کی لفظیک رہا گذری ہو۔“

”کیا عیب ہوتا۔ زکام رکھ لو۔ کینسر و کھلو۔ میریا رکھ لو۔  
آپ کیوں نہیں رکھ لیتے اپنا خلص جاڑا بخار۔“

”دیں شناختی ہوں ہوں ورنہ اپنا خلص دُم دار ستارہ رکھتا  
تم تو شعر کتی ہوں۔ سب کیا خلص پو۔ شفقت، چاندنی، ہمہ کار و خوبی  
کچھ تو ہو۔ اللہ قسم دہن رکھ لو۔ اس میں ایک فائدہ یہ ہے کہ  
جناب دلہن نہ ہے۔ دلعن فٹ کرو جیسے غالب نے کہیں کہیں  
اسند بھی فٹ کیا ہے۔“

”کیا ہم اس کمرے میں شعر و ادب پر جھاک مارنے جمع ہوئے  
ہیں۔ چلیے باہر چلے۔ وہ کیا سوچ رہی ہوں گی۔“

”روسیا کی ناز برداریاں کر کر کے تم نے اور سر پر چڑھایا۔  
ہم سیاں بیوی ہیں کوئی اٹھانی گیرے تو نہیں سوچا کہ یہ جس کا جو  
جنی چاہے۔“

”مجھے ہانڈی بھی چڑھانی ہے۔ یہ کہکشہ کمرے سے بھل چکا گئی۔“

چھپرے کے بس اسٹاپ پر نکسیر میاں ملے مگر نہیں۔ فرمائے لگے

”اُرے ہاں۔ بلغم شاہ سہروردی۔ میں نے مجھی کسی سے  
سنا تھا۔ خیر بھر“

”ہم وہاں سعیدہ کوئے کر گئے تھے۔ انہوں نے اچھی طرح دیکھ  
بھال کرتا ہے کہ بڑا جتنی آسیب ہے۔ پڑنا ہو گیا ہے۔ آسانی  
سے نہیں جاتے گا۔ ہم نے بہت اتنا کی تو انہوں نے کہا کہ خیر بم  
علج تو پکار دیں گے مگر ایک سوائیں روپے باسٹھ پیسے  
خرچ ہوں گے۔“

”وہ تو ان کے لیے چاہیں تھیں سور و پے۔“

”ہاں جی۔ اور پر کے پیسوں کا تو تنظام ہمارے پاس ہے۔  
سور دیپے آپ دے دیں۔ اسدر نے چاہا فصل پر آتا رہوں گا۔“  
”خیر غریزم آمارے قتلارے کا تکریب نہیں۔ مگر۔ مگر۔  
میں ذرا مطمئن ہوں چاہتا ہوں۔ مجھے بھی کسی دن بلغم شاہ کی  
زیارت کردا ہو۔“

”کیوں نہیں۔ کچھ ہی چلیے۔ آپ ساٹھ ہوں گے تو مجھے  
بھی شیری رہے گی۔ شاہ صاحب بڑے جلالی معاوم ہوتے ہیں  
انکھیں لاں لاں۔ ڈار علی یہ بڑی۔ ڈار علی، پڑا تھا بھرپر۔“  
”دھیک ہے آج ہی چلیں گے۔ تم ایسا کر دا بھی لوٹ  
جاو۔ گھر سے سعیدہ کو ساٹھے کریں کے فریب چھپرے  
چکھ جاؤ۔ میں وہیں آ رہا ہوں۔ پھر لوہانے ساٹھ چلیں گے۔“

”انکھیں خصت کر کے میں گھر میں لوٹا۔ وہی حسن عالمتاب  
کا جلوہ جوں کاٹوں رو برو تھا میں کمرے کے اندر گھسنا چلا گیا  
اور وہیں زوج کو بُلایا۔“

”میں تو اج لوہانے جا رہا ہوں۔ تم خدا کے لیے کسی طرح  
اس مصیبت کو گھر سے نکالو۔“

”کہاں نکالوں۔ اس کا کون بیٹھا ہے شہر میں؟“

”زہر دے دو شب تاریک کی بھی کو۔ میرا مطلب ہے  
کچھ کرو تو۔ اس کے متھو بڑے کو دیکھتے دیکھتے میرا ہاتھی شعری  
تباه ہوا جا رہا ہے۔ کڑوے کڑوے خواب آتے ہیں۔ بخت الشتو  
لاشتور کے سینے سے لمبٹ کر آہ و بکار کرنا ہے۔“

”جناب گھر میں قشچے ہی کتنی دیر میں۔ مجھے دیکھتے دن رات  
کھاتاں اور لاتن بھی سنتی ہوں اور پانڈاں کا قتنی عام بھی دیکھتی

جو ان سال کا چہرہ اتر ہوا سامنھا۔ مکونوی کے اثرات صاف نظر آئیں تھے۔ وہ کبھی بھی اپنا چلا ہونٹ دانتوں سے چھاتی بھیے عادۃ ایسا کر سکی ہے۔ ان کی باتیں میرے کانوں میں ٹریں۔

”بھیا فرقان نے تو بیک کہا تھا کہ شاہ صاحب پڑے پہنچ ہوئے ہیں۔“ یہ ادھیری بوڑھی سے کہا تھا۔

”پہنچتے ہوئے تو بول کر بعض اجات تھیں ہوتے ہیں۔ یاد نہیں تھیں تین کے آسیب نے خدا عذاب کیا حال بنایا تھا۔“

”مگر لوحا فلاحی نے ما تو نہیں مانی تھی۔ دیکھ تو تین زبان اپنی خاصی سے۔“

”ارے وہ آموالی اگر گل کے فلتوں سے اچھی ہوئی۔“  
” غالباً جان میرا تو جی نہیں ٹھکلتا۔“ بودن سان بولی ”تم مجھے دتی والے ڈاکٹر کو کھلا دو۔ مرض بھی تو ایسے ہوئے ہیں کہ آسیب کا دھوکہ ہوتا ہے۔“

”اری چپ رہ۔ تیر اڑائیں وجد سے سخا ب کر دیا۔“  
اللہ کا نرسول کا۔ دو بول انگریزی کے کیا پڑھ لیے سمجھنا ہے لاث صاب بن گیا ہوں۔“

اس گفتگو میں مجھے مزانہں آ رہا تھا۔ بہر حال آدھ گھنٹے گزار اور ملامی کے تو سط سے شاہ صاحب کی اجازت حاصل ہوئی۔ مکہ مخفر سامنھا۔ ایک سخت پر شاہ صاحب پڑھتے تھے۔ برادریں دو تین مونڈھے پڑے تھے جس وقت ہم اندر پہنچ شاہ صاحب گرد ٹھکلتے تسبیح کے انلوں پر انگلیاں چلا رہے تھے۔ بوڑھی شاندار چہرہ پُر نور۔ مکہ اگر تینوں کی خوبیوں سے ہیک رہا تھا۔ انھوں نے ہماری طرف دیکھ بیخیرا تھوڑے اشارے سے ہیں بیٹھ جانے کو کہا اور گردن جھکی ہی رہی۔ شاید انکھیں بھی بند تھیں۔ ہم موڑھوں پر ملک گئے۔

چند منٹ بعد انھوں نے تسبیح مصلی پر کھدائی اور ہماری طرف ٹڑے۔

”کہو میاں زعفران علی۔ سعیدہ خاتون کو بھی لاے ہو؟“ یہ کہتے کہتے ان کی نظریں میری نظروں سے بھی طیں اور دفعتاً ان کے چہرے پر اضطراب کے اثر جملے۔ خود میرے کاسٹہ سریں بھی ایک

”بھاجی تو بہت خوش ہوئیں یہ سن کر کہ آپ شاہ صاحب کے پاس چاہیے ہیں۔ انھوں نے کہلوا یا سے کہ آپ جب مطمئن ہو جائیں تو سعیدہ کو لے جائیے گا۔ آج توبے فضول ہوتا نہ۔“  
”ٹھیک کہا یا جی نے۔ بیرون مانع آجھکی خناس کھا رہا ہے لو وہ بس بھی آگئی۔“

لو آتے پہنچنے میں میں منٹ سے زیادہ نہیں لگتا۔ یہ کافی ڈرائیور ہے۔ ٹھکتے ہیں لوگ یہستے ہیں۔ یہ کہتے اور پر اگری اسکوں بھی ہیں۔ شاہ صاحب مکھیا کے پے مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ مکان کے ارد گرد بہت سی خالی زمین تھی، جہاں اچھا خاصاً جمع نظر آیا۔ چند خواتین بھی تھیں۔ زیادہ تر تو دیواری ہی معلوم ہو رہے تھے ملک تھہری شہری بھی تھے۔ تین خواتین تو یقیناً شہری تھیں۔

جس مکرے میں شاہ صاحب کا قیام تھا، اس کا اصل سکان کے غلاوہ بھی ایک دروازہ تھا جس کے آگے خستہ حال سے تخت تراپیک ملا جی تشریف رکھتے تھے۔ بوڑھی ڈاڑھی، شہری لباس۔ نکسیر میاں نے بتایا کہ یہ شاہ صاحب کے دربان ہیں۔ پہنچنیں نام بتایا جاتا ہے۔ یہ اندر ہاکر شاہ صاحب سے اجازت لاتے ہیں تب کوئی اندر نہ چاہاتا ہے۔

”تو چلو تم اپنا نام بتاؤ، تم تو میں کیچک ہو فوراً بلوالیے جاؤ گے۔“  
”میں بھی ساتھ ٹھسنا چلا جاؤں گا۔“

”یوں نہیں ہونے کا۔ وہ تو جسے اجازت دیں گے وہی اکینا جائے گا۔“

”اچھا تو میرے لیے بھی اجازت لے لو۔ کہو کہ میرے رشتے کے بھائی مشتاق احمد بھی قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔“  
”آگے بڑھ کر نکسیر میاں نے ملا جی سے اسی طرح کہدیا۔ وہ ناک میں منٹا کے بولے۔

”ابھی تو شاہ صاحب عبادت کر رہے ہیں۔ آدھ گھنٹے لگ گا۔ آپ وہاں بیٹھئے۔“ ملا جی نے اس شکستہ حال چوتے کی طرف اشارہ کیا جس پر گھنیرے برگد کا سایہ تھا۔ اور بھی لوگ اس پر بیٹھتے با توں سے دل بہل رہے تھے۔ وہ تینوں شہری خواتین بھی وہیں تھیں۔ ایک ان میں بوڑھی تھی ایک ادھیری ایک جو ان سال

”مرجانے دو سسری کو۔ ذرا آہستہ بولو۔ قسم قرآن کی دن کفن میں جتنا خرچ ہو گا دُلنا وصول کر لینا بلکہ بھی لے جاؤ۔“  
”پیشگی کے نچے۔ وہ تو تمہیں بھی مار کر مر نے والی نہیں۔ ایک بچا سار وزیر ہی ہے۔ جمجمہ بربانی مانگتی ہے۔ میرا سلف اڑاکر رکھ دیا۔“

”تو دیکھو ایسا کرو۔ تم اب جاؤ۔ مل میں پیچ جاؤں گا۔“  
یار دھندا تواب ہی چلا ہے۔ سمجھا کرو۔“ وہ زیرِ لب نشکنی کے نچے ”جان من۔ یہ ترطی کسی اور کو دیتا۔ تمہیں لیتے بغیر تو میں سے سرکوں گا بھی نہیں۔ تمہارا کیا اعتبار میں اُو صرگیا تم ادھر سکتے؟“

”کیا بات کرتے ہو۔ تمہاری جان کی قسم بلکہ ٹلوپ پرستگیر مولا علی کی قسم۔ کیا اب بھی یقین نہیں کرو۔ گے؟“

”تمہاری قسموں میں اور مینڈک کی ٹرٹیوں کوئی فرق نہیں۔ شاہ جنات کی قسم تمہیں ساتھ لیتے بغیر نہیں جاؤں گا۔ اپنی کبوتری خامم کو میرے دربے سے نکالو۔ پھر جو چاہے کرتے پھرنا۔“  
وہ چند ثانیتے چپ رہے۔ ڈاڑھی مجھ سے جھیٹ کر انہوں نے پھر آؤ ریز ان کوئی تھی، پھر میرے کان کے قریب منھ لائکر گوشہ کی ”کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں طلاق دے دوں۔ تم کہیں اُوں کا نکلاخ کر دو۔“

”طلاق تو تمہارا باب پھی اسے نہیں دے سکتا۔ وہ کب مانسے والی ہے؟“

”ارے تو میں لکھ کر دیتے دیتا ہوں۔ مانے گی کیسے نہیں تم سے طاقتور تھوڑی ہے؟“

”میرے فرشتے بھی اس سے کشتی نہیں اڑ سکتے۔“  
دیدار قم نے تو جانے کتنی بار کہا ہے کہ اس کے ہونٹ ٹرے پیارے ہیں۔ چال قیامت کی ہے۔ بولی الحمد للہ۔ تو تم ہی جو کو لو اس سے نکلاج نہیں۔ شریعت میں تو حیار نیک کی اجازت ہے“  
”زیادہ بکواس مت کرو ڈارلنگ پچاہا۔ مونگ تو نندگی بھرو۔“  
تمہاری کیسی تھکا بولی ہوتی ہے؟“

”بھی جیسے یادداشت کے کسی کو نہ میں کیرا لکھ لایا ہو۔“  
”حضور سے تو پھر لاوں گا۔ یہیے بھائی صاحب آپ کی زیارت کرنا چاہتے تھے؟“ مکسیریاں بولے۔  
”جاو۔ اس وقت تم دونوں چلے جاؤ۔ میں جاؤ۔“ انھوں نے رُخ بدلتے ہوئے کہا، لہجہ ٹراخرا متحا جیسے کوئی بھکاری کو ڈھنڈتا ہے۔ نسکیریاں تو چہرہ کا ٹھکرے ہوتے تھے میں اس روئی پر کچھ دیعرش عشق کرنا چاہتا تھا۔ ذہنی افتن پر ایک بعلی سی کوندر ہی تھی۔

”تم جاؤ۔ عزیزم باہر بیٹھو۔ میں بھی آتا ہوں۔“ میں نے نسکیریاں کو ماہتو سے دھکیلا۔ وہ بلا تامل باہر نکل گئے شاید خوف زدہ ہو گئے تھے۔

”تم بھی جاؤ۔ فوراً جاؤ۔ شاہ جنات بعلم بنوں کا نزول ہو، ہا ہے۔ مجسم ہو جاؤ گے؟“ شاہ صاحب رُخ پھیرے پھیرے کہہ رہے تھے۔

”وہ حضور۔ بس دو منٹ۔ بہت دُور سے دیدار کی پیاس بھانے آیا ہوں کیا ایک بخاں سعادت آنوار مجھ غریب الدیار پر نہیں ڈالیں گے؟“ یہ کہتے ہوئے میں نے خود جھٹ کر مان کے روئے زیبا کا خاص انعام دیدار کیا اور دفعتاً میرا تھان کی ڈاڑھی پر جا پہنچا۔

”مردو۔ چار سو میں۔ دھوکے باز۔“ یہ انھوں نے نہیں میں نے کہا تھا کیونکہ ڈاڑھی امید کے مطابق میرے ہاتھ میں آنکھی تھی یہ الگ بات ہے کہ اس کے سرے کا ایک تار ابھی ان کے کان میں انجما ہوا ہو۔

”مارے۔ ارے۔ او بھائی۔ ابے چھوڑ۔“ انھوں نے جھٹکا دیا۔ تار بھی الگ ہو گیا۔

”پھر میں۔ تم بہت ہی خبیث الزمان ہو۔ اب دیکھو تمہاری کیسی تھکا بولی ہوتی ہے؟“

”قسم قرآن کی ملا بھائی جس رہو۔ لاو ڈاڑھی مجھے دے دو۔ تمہارے سر کی قسم تھیش تھیں بھی روپی گا۔“  
”مجھے مکیش نہیں چاہیے۔ تم لکھ چلو۔ وہ تمہاری گل بجاوی بلکہ سرے یہاں مری پڑی ہیں۔“

ماری گئی تھی؟"

"اچھا بس اٹھ جاؤ"

"ہاتھیں۔ یعنی ابھی تو اتنے گاہک باہر کھڑے ہیں۔ زعفران

علی بھی روپے لایا ہوگا، قسم فرقہ آن کی آج کی آمدی میں آدمیتیاں۔"

دو آمدی تو میں کراویں گا تمہاری؟" یہ کہتے ہوئے میں نے ان

کے گریبان میں ہاتھ طوال دیا۔

"اے۔ اے۔ یار کیسے دوست ہو۔ گریبان چھوڑو۔  
میں منع تو نہیں کر رہا جلتے سے"

"ہاں بس خیر ہے اسی میں ہے چلے چلو"

"تو سانس تو لے لو۔ جھائی میں تمہارے پیر پکڑوں۔ گاہک

کا بھگتاں کر لینے دو۔ بس دو تین گھنٹے میں ساتھ چلیں گے"

"میری موجودگی میں تم کسی کو نہیں ٹھنگ سکتے۔ مردود زبانے

بھر کے خدا کا بھی کچھ خوف کرلو"

"اب یار ایسے ولی اللہ تو تم بھی نہیں۔ خدا بھی گرانی کو دیکھ

رہا ہے۔ اسی نے تحویل میں اثر رکھا ہے"

"تم کسی نے مجھے بھی سمجھا ہے کہ تمہارے جڑوں پر ایک درج

گھونسے رسید کر دوں۔ کان گھوول کر سنو۔ میں باہر بیٹھا ہوں۔

پندرہ منٹ میں تھیں میرے ساتھ چلنے ہے۔ سولہوائی منٹ

ہو تو سب کے سامنے تمہاری ڈاڑھی الکھیں گا۔ پھر سوچوتی

مرمت ہوگی۔ لوگ کیا ہی چبا جائیں گے"

"ٹھیک ہے۔ تم جیتے ہم ہارے۔ جاؤ میں سامان سمجھ

لوں"

دس منٹ بعد دربانی کرنے والے ملا جی نے اعلان کیا کہ

شاہ صاحب آج کسی اور سے نہیں بلیں گے۔ وہ کل تک کے

لیے سالار گنج جا رہے ہیں۔ دہان قلی کی بُرجی میں ارواحوں کا

ختم شریف ہے۔ شاہ صاحب صدارت کریں گے۔

روح کی جمع ارواح تو علم میں تھی۔ جمع الجم ارواحوں کے

طبعیت خوش ہو گئی۔ بارہویں منٹ پر نکسہ میان آگے میں

سچھے شاہ لے غم بیج میں قطار بنائے بس اڈے کی طرف چلے

جا رہے تھے۔ کچھ معتقدین نے بھی ساتھ چلنا چاہا مگر شاہ صاحب

نے سختی سے منع کر دیا۔ نکسہ میان جزان پریشان تھے کہ ہو کیا

## اشرنی بہشتی زیور کسی

بہشتی زیر مختلف اداروں  
نے چھاپا ہے لیکن جواہی  
اور کتابت و طباعت وغیرہ کے اعتبار سے اشنی بہشتی زیور ایک  
امتیازی شان رکھتا ہے۔ یہ آپ ہم سے طلب کر سکتے ہیں تھکنے  
دو جلدیں کی قیمت

رہنماییں رہ پے  
رہ مجدد اڑتاںیں رہ پے  
ذہب اور سامنس

فلسفہ، کلام اور سانس کے  
نہیں تعلق اور اثرات پر علی  
نقاطہ نظر سے بحث اور فلسفہ سامنس کی جدید تحقیقات

کی روشنی میں قرآن حقائق کا اثبات۔ مجلد بارہ روپے  
مولانا اشرف علی صاحب

الانتباہات المفیدہ

کے خاتمہ زندگاری سے بعض  
ایسے خبیثات و اعراض کے جوابات جو نئے دور کی

پیداوار ہیں۔ قیمت تین روپے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

تاریخ اسلام کامل

دوسرا بارہ کے سے بہت بعد  
تک کی یہ فصل اور دچھپ اور مستند تاریخ مولانا اکبر شاہ  
نجیب آبادی کا وہ مقبول کارنامہ ہے جس نے ان کے نام کو

زندہ جاوید بنا دیا ہے۔ ہنگاموں سے لبرزی شمار سالوں کی  
یہ طویل داستان صرف داستان نہیں بلکہ تجذیب عربت بھی ہے  
وہ مسلمان ہو کر بھی یہ نہ جانیں کہ ہمارا ماضی کیا رہا ہے تو  
محرومی کی بات ہے۔ عمدتاً بات و طباعت اور اچھے کا فیض یہ  
شاندار کتاب تین جلدیں ہیں جھاپی گئی ہے مکمل و موجع ساتھ رہ پے

مکتبہ جلی دیوبند (ریپ)

## فضا ابن فیضی

اداس ویکھ کے درجہ ملال پوچھے گا  
جو اب دے نہ سکو گے پلٹ کے ماننی کو  
دلوں کے زخم دین میں زبان نہیں رکھتے  
ہر اک صیفہ بے اچھی کی ہے، کون یہاں  
نصیریں ان کا ہے خون لشکی و دل ریشی  
قرحہ عشق و بصیرت ہے، ابن سی لینا  
چھے گراسٹر کے رکھو کہ آئے والادت  
سائلِ رخ و کسیو ہیں اب بھی بحث طلب  
یہاں تین اقتدار بھی ضروری ہے  
یہ ایک پل، جو ہے جہوں شخصی کی صورت  
یہ کیا بخوبی کہ سینے کے داع نو دیں گے  
کوئی بخوبی محدث فن کا مآل پوچھے گا

## ابن حسن بنزی

کیسے تجھے سمجھاؤ اے ذوق جبیں سائی  
ہنگامہ کا ہنگامہ تنهایی کی تنهایی  
پھران کا خیال آیا پھر جان پر بن آئی  
یہ بات زمانے تک میں نے نہیں پہنچائی  
ہر شکل میں کرتے ہیں وہ حوصلہ افتخاری  
اب اور نہیں لے جل اے ذوق شناسی  
آنکھوں میں بخشی غم کی تصویر اترائی  
دنیاۓ محبت سے کیا کچھ نہ ملا بزری  
ما یوسفی درنا کا ہی بربادی و رسوانی

## محمد عبدالعزیز حافظ

منزل دار درسن سے منتسب گذرے  
غم دراں گوشنز میں جو سمو سکتے ہوں  
کیسے یہ لوگ تھے کیا ثان و فار رکھتے تھے  
لادہ کا ری ہے مرے خون کی گلشن لکاش  
نشر طہیرت سے ہے انگشت بندان حافظ

اللہ اللہ یہ چرأت ترے دیوانوں کی  
اپ ضرورت ہے ہمیں ایسے غزنخوانوں کی  
ہر زبان یہ رہے کہاں ترے دیوانوں کی  
آپر دیں نے بڑھادی ہے گلتانوں کی  
جدیں دیکھ کے اردو کے غزنخوانوں کی

مولانا صادق الفاقہی اپنے قابل قدر مصنفوں میں اس کی  
متاثلین پیش کرتے ہیں کرنے اکتشافات بعض آلات قرائیہ  
کی عقلی و دو اعماقی تصدیق کر تھے جا رہے ہیں۔ دعویٰ درست ہے  
مگر نمبر کو دے کر جو بات کی گئی ہے وہ مفاظت سے خالی ہے  
حضرت علیہ السلام مارٹن مارٹن سے بغیر یا پ کے پیدا ہوئے اے عقل  
ادر قوانین فطرت ہم آہنگی دینے کے لئے عمر جدید کے ایک حصہ د  
فلسفی کہلے کا یہ بیان انہوں نے نقل کیا۔

”رہا مریم کے کنوں اب میں مجھ کا پیدا ہو جانا  
تو یہ نہ صرف ملکن التصور ہے بلکہ علم احیات  
کی تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ بعض ہمنا  
جیوانات میں یہ روزانہ کا واقعہ ہے“ (حتہ)  
اس بیان پر فاضل مفسون زنگار کا پریا کر یہ ہے۔  
”یچھے اب حضرت مجھ کی اذکری پیدائش پر کسی عقلی  
دلیل کی ضرورت نہ رہی۔“

ہماری دانست میں بھلے کا بیان پیدائشیہ کے لئے  
دلیل کی حیثیت ہرگز نہیں رکھتا۔ عقل سیم رکھنے والوں کے لئے تھہر  
مجھ کی پیدائش کبھی بھی خلاف عقل نہ رکھی نہ ہے۔ ماوراء عقل  
بھی نہیں کہ سکتے۔ بس نادر و نایا پ یقیناً ہے۔ لمبے نہیں کم عقل  
وائے قوان کے لئے یہ حقیقت ناقابل تھیں پہلے بھی اتنی بھی بھلے کی دلیل  
کے بعد بھی رہے گی۔

بھلے کا ”فلسفہ“ حقیقت میں بھی نقطہ نظر کی تائید  
نہیں ترید و تحریک کر رکھے۔ بھی نقطہ نظر یہ ہے کہ پیدائش  
انجاز قدرت کا مرہب تھی ہے سمجھ رکھنے سے بھی تحریر کردیتے ہیں۔ سمجھو  
عام قوانین فطرت کے مطابق نہیں ہوا کرتا۔ اگر اس کی توجیہ جاری  
و ساری قوانین فطرت سے کی جا سکے تو توجیہ بھی کہاں رہے گا۔ بھلے  
کا فلسفہ یہ بادر کرنا اجاہت ہے کہ پیدائش کی جو نکتہ عقلاً جو اُو  
میں یعنی لا یا بخشت پائی جاتی ہے وہی پیدائش مجھے میں بھی تصور ہو گئی  
ہے۔ اس طرح اس نصفے تین خایاں پیدا کیں۔

ایک یہ کہ اتنے غلیم انسان کی پیدائش کو جیوانی سطح پر لا  
کھڑا کیا۔ دوسرا یہ کہ جو دو اعماق مخصوص حیاتیات قدرت اور  
سمجھات میں سے تھا اس کی انتیازی حیثیت گھٹادی۔ تیسرا یہ کہ



## نداء فرقان

فرقانیہ الکیڈی کا سہ ماہی چریڈہ۔

مدید: محمد شہاب الدین ندوی۔ سماں: وس رجب  
پتھر فرقانیہ الکیڈی جگ یانور بھگورناٹ

جانب شہاب الدین صاحب بالکل ہی غیر معروف نہیں ہے  
ہیں۔ انہیں کام کرنے کی لگن ہے اور عزم و مہمت کے کامی ہیں جنما پڑھ  
اعلم مقاصد کی تھیں کے لئے سٹکلوریں فرقانیہ الکیڈی قائم کی ہے  
اور یہ ہی پرچہ اسی کا اگر گن ہے۔ پہلا ہی شمارہ ہمارے  
سلسلے سے جو اب تک مضافاتیں سے ہے۔ ان کی زیارت کا  
اندازہ عوامات سے ہو سکے گا۔

قرآن مجید کا تعارف و تراکن کی زبان سے ۔ قرآن مجید  
اور سائنس و فہم و تراکن کے علم علوم چریڈہ کی اہمیت ۔ قرآن  
مجید اور علم ہمین تحقیقات چریڈہ کی روشنی میں ۔ قرآن اور عصری  
تحقیقات ۔ قرآن اور بینیادی حقوق ۔ وحی و تعلیم ۔  
ہم نے تمام مضافات پڑھے۔ ما شارائی خوبی ہیں۔ صفا  
فکر اور سفید معلومات سے آمد اسٹھ۔ قارئین کے لئے تابع اور  
دھچک پ شاہت ہوں گے۔ ضرورت ہے کہ حساسی و رذی  
استطاعت حضرات اس پرچہ کے خریدارین کو فاضل مدیر  
کی خدمت افزائی کریں اور پرچہ جلد سے جلد خود کھلیں ہو جائے۔  
مضافاتیں ہیں ہیں انہیں انہیں اٹھانی کی ضرورت محکوم ہو گئی۔  
نشان دی کرتے ہیں تاگ فائدہ اٹھایا جائے۔

کے بھی ادھیر کو اسے ایک معمولی واقعہ دکھلا دینا چاہتا ہے تجھب  
ہے فاضل مضمون شگار نے اس پیلوپر تو جنہیں فرمائی۔ وہ بکھے  
کا بیان اس مقصد سے تقلی کر گئے کہ دیکھنے اتنا ہے متی کے عیسوی  
محجزے کی عقليہ نیادی بھی فرامہ ہو گئی۔ اب مردے کا زندہ ہرنا محال  
عقلی نہ رہا۔

ہم کہتے ہیں کہ وہ حالی عقليہ تھا ہی کہ۔ عقولات کا کوئا  
صغریٰ بکھی ہے جو اس تجھے تک پہنچانا ہے کہ جو خان انسان کو عدم  
عفن سے وجد میں لایا وہ اس پر قادر نہیں ہو سکتا اور اپنے کمی خاص  
بندے کے قوتو سے مردوں کو زندہ کر دے۔ تازہ مفہومیں اس کے  
سو ایک بھی آقی ہے کہ روح عکلیٰ جسم تو موجود ہے۔ روح کو پھرے  
جسم میں لوٹا دیتا اُس بالاترستی کے لئے کمال کیسے ہو گا جس نے  
جسم کو بھی غلعت و وجود عطا کیا تھا اور روح کو بھی۔

کھمل جیسے حاوردین کی مثال میں تجھے عیسوی کو موجود  
تو اپنی فطرت کے قالب میں عملنے کی کوشش نہ معموقی تو ہے ہی مذاق  
سلیم اور وجہ ان عجھ کے لئے بھی مکرہ دگران ہے۔ ان جاودوں  
کا دوبارہ ہی اٹھنا اور اسے اسے اپنے علی کی جس تکمیل کا تین منستے  
اس کا ہرگز کوئی عقليہ و تقلیٰ تعلق تجھے عیسوی سے ہیں یہ اور اس  
طرح کی فلسفہ آرائیوں کو ہمیں بہت ثرف نگاہی اور اصطیاط کے  
جا پھنا پرھنا چاہتے ہیں۔

ہم دیکھتے ہیں آج کل بعض وکل خلائی مسوروں کو معراج رسول  
کے جواز عقليہ کا مقدمہ دار ہے ہیں۔ یہ بھی ایک شاعری ہی ہے  
خلائی مسزو کا ہیرے۔ روشنی کی رفتار تو شہرہ عام کے سطح اپنے  
ایک لاکھ اسی ہزار میل فی سکنڈ ہے مگر جن لوگوں نے اس  
روختار کی شخصیں کی وہی یہ بھی بتاتے ہیں کہ خلائی ایسے بھی پیش  
ستارے موجود ہیں جن کی روشنی اسی رفتار سے چل کر کردار  
سال ہیں ہم تک پہنچتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ قرآنی عقیدے کے  
منظانی یہ سارا خدا تو انسان اول سے تیجے ہی ہے۔ ھنور صوب  
معراج میں اس سے کہیں آگے گئے۔ پھر کیسے جواز عقليہ مہیا ہو گیا  
اس مسزو کا جیکہ روشنی کی رفتار سے چل کر ہی صرف پہلے انسان  
تک پہنچنا لاکھوں یوسوں کا کام ہو۔ خوب جھوپیا جائے کہ مجرمات  
کی عقليہ توجیہات طبعی قوانین کی روشنی میں کرتا ایک فضول اور

یہی انسان کے لئے اس دعوے کا راستہ کھول دیا کہ وہ  
نیراب کے حضرت مسیح کی طرح پیدا ہو گیا ہے۔ آخر جب  
ید ارش مسیح کی توجیہ عقليہ کسی موجود و جاری قانون فطرت  
نہ ہو گئی ہے تو قیامت تک ہزاروں ایسی پیدا اشون کو ناممکن  
خلاف عقل کیسے کہا جا سکتا ہے۔

یہ خرابیاں نزہب کے لئے اور شترک تصور کے رخ نہ  
ہیں۔ خصوصاً اسلام کے رخ سے یہ خرابی بھی پیدا ہوئی گقرآن  
ابیان مشتبہ ہو گیا۔ قرآن ہر تر الفاظ میں پیدا ارش مسیح کی  
و تفصیلات پیش کرتا ہے اسیں ایک نیشنری بھی موجود ہے اور  
یہے الفاظ بھی موجود ہیں جو یہ بتاتے ہیں کہ یہ عجور قوانین فطرت  
و موجود اسباب و عمل کے تحت پیش نہیں آیا بلکہ قدرتے اپنی  
قدرت کامل کا نظاہرہ کیا جو کسی سبب و عمل کی پابند نہیں  
جو ہر آن نیا قانون اور نیا تکنیک پیش کرنے پر بکل تباہی اافتہ ہے۔  
قرآن کا ایک ایسا سیم العقل طالب علم پکھنے کی مذکورہ فلسفیہ  
تجھیس کی قباحتوں کا احساس نہ کرے اور اسے کوئی معموق دلیل  
تصویر کر ڈالے یہ شائع اور چوک ہے۔

ایسی ہی چوک فاضل دوست سے مثال ۵ میں ہوئی ہے  
مردے زندہ کر دینے کے دصف عیسوی کے سلسلہ میں پھٹے  
نے کہا۔

”یہی حال احیا کے متی کا ہے بعض جائز امثال  
کھمل بن مرزا مینیات کی طرح بالکل خشک  
ہو جاتے ہیں اور عرصہ تک اسی حالت میں رہتے  
ہیں لیکن جب انھیں (ان کے) مناسب حالات  
میں رکھ دیا جاتا ہے قرآن میں پھر سے جان آجائی  
ہے۔“

یہی وی مادہ پرستانہ زمحان ہے جو خدا کی گئی نیکوئی قدرت  
پر اعتماد کرنے کے بجائے ہر دفعے کو جاری قوانین فطرت کے چکڑے  
میں نٹ کرنا چاہتا ہے۔ وہ نہیں مانتا کہ کسی خاص بندے کے لئے  
امتنے کوئی نیبعتی خصوص و مفرد قانون وضع کیا جس سے  
دوسرے ہر دم رکھے گے۔ وہ نہیں مانتا کہ خدا سبب و سبب  
سالمن سے نیکسرا لاتر ہو کر جو چاہے کر سکتا ہے وہ سمجھے۔

اس اصول کی بیان و حدیث میں ہے۔ نبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کمل مسکو و مفتور (حضرت) نے ہر فرش لانے والی اور فتوح عقل پیدا کرنے والی شے کی خالافت ثابت موجہات کا ہے۔ کل اگر کوئی آدمی قلب خی کی جگہ کی کرتے ہوئے یہ چنے لگے کہ فلاں فلاں لکڑی بعض طبقی موڑارت کے سخت جانزار سانپ بن جاتی ہے تو ہم خوش ہو کر یہ نہیں کہیں کے کو عصلائے موسویٰ کے لئے جو از عقلی فراہم ہو گیا ہے بلکہ یہ کہیں کے فلسفی صاحب بحکم مار رہے ہیں۔

غیر منطقی حرکت ہے۔ سرعاج کسی جاری موجود قانون طبعی اور اصول فلسطر کے تحت نہیں ہوتی۔ وہ مخصوص ترین انجاز قدرت ہے اور اسی نے اس پر معجزہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ یہی حال تمام ثابت موجہات کا ہے۔ کل اگر کوئی آدمی قلب خی کی جگہ کی کرتے ہوئے یہ چنے لگے کہ فلاں فلاں لکڑی بعض طبقی موڑارت کے سخت جانزار سانپ بن جاتی ہے تو ہم خوش ہو کر یہ نہیں کہیں کے کو عصلائے موسویٰ کے لئے جو از عقلی فراہم ہو گیا ہے بلکہ یہ کہیں کے فلسفی صاحب بحکم مار رہے ہیں۔

مولانا حکیم عبدالواہاب طہوری کے فرمائی صفحون میں چند سطحیں بہت طفیلیں۔

” تمام بچلوں اور اجنبیاں سے بینے دالی شرائی میں نہشہ آور جز ابھائیں الکوحل ہے وہ خمر کے ذریعہ اسے چیزیں دوسری منشیات میں نہشہ آور جز ار الکوحل نہیں ہوتا ان کا مسئلہ مختلف ہو گا۔ مثلاً بچنگ افیم وغیرہ کی تجوہی سی مقدار یا اس کے مثل ایعنی غیر نہشہ اور مقدار حرام نہ ہو گی بلکہ حرمت اور صورت نہ کی صورت میں راحب ہو گی۔ لیکن الکوحل کے ایک قطیکر کا استعمال بھی ناجائز ہے خواہ وہ علاوہ نہشہ کاری نہ کر سکے۔ یہ ایک مشاہد ایسی ہے جس میں سائنس کی ایک تحقیقی اہل فتحت کے لئے معاون ثابت ہوئی ۔“ (ص ۹)

اس سے پتا چلا کہ حکیم صاحب منشیات کے بارے میں قانون شرعاً میں واقع نہیں ہیں یہ آنٹاشاٹ اہل حلم قارئین کے دلوں سے صفحون کی وقت خداوے گا۔ کیا آنکہ کایا اصول موجود کو نہیں ہنچا کہ کل ما استو کمیتوہ ققیلیہ، حواہ میں ای نوع کائن۔ (جس شے کی زیاد مقتدار نہشہ آور ہو اس کی قابلیت سے قابل مقدار بھی حرام ہے خواہ وہ شے کی بھی نوع ہے ہو۔ یعنی کھانے کی ہو پہنچنے کی ہو۔) تباہات میں سے ہو۔ مفسنوعات میں سے ہو۔

الکوحل کے تعلق سے ہوفار مولاختم نے پیش کیا اس کے نقا اسلامی سے سچے تعلق نہیں۔ فقر میں حلت و حرمت کاملاً، کسی شے کے اجزاء اتر یا کیمی یا اتنی خاصی جزو طبعی پر نہیں ہے بلکہ اسکے اثرات پر ہے جلت و حرمت کی معلوم مصالع کا تعلق اس سے ہے یہ نہیں کہی شے کا بھوکری بھر نہشہ پیدا کرتا ہے اس کے نام الکوحل ہے یا الجواہر یا البریان۔ یہ قریحی نام ہیں۔ مصالع ناموں سے نہیں اثرات و مصالع سے والبتہ ہیں۔ نہیں کی مصالع سے لیجھے۔ جن مالتوں میں وہ نہشہ آوری کی صلاحیت سے متعلق خالی ہوتی ہے ان مالتوں میں خود حضورؐ نے اسے شوق سے استعمال کیا ہے لیکن اجزاء طبعی کے انہیں وحوش کے ان مرامل سے گذرنے کے بعد جو اس میں نہشہ آوری کی صلاحیت پیدا کردیتے ہیں حرام ہو جاتی ہے اور اس وقت اس کا ایک قظرہ بھی حلت کے دائرہ میں نہیں رہتا۔ شرعاً یہ کو اس سے کوئی بحث نہیں کر تنفسید و تبدل نے اس میں کوئا حرم یا نیا عصر پیدا کر دیا اور اس کا نام کیا ہے۔

الکوحل گہروں، انگور اور بھیلوں وغیرہ میں قدرۃ بایا جاتا ہے مگر یہ اشیاء کسی بھی مقدار میں نہشہ آور نہیں کیوں نکر ان کے اندر پایا جاتے والا، الکوحل ان کیمیائی اور داخلی مرامل سے نہیں گذرا جو نہشہ لانے کی صلاحیت پر دان بڑھ لتے ہیں۔ جب بھی، ان مرامل سے گذر جائے گا حرمت آپاٹے گی۔ اس معاملہ میں سائنسی

سے ہیں اور صحیح عذر ہے پھر بھی کی جگہ خرافی پیدا ہو گئی جیسے صد  
پر ایک آسمت دو سطروں میں نہیں ہو کر یہ نہیں ہو گئی۔

## وامر تلا

## عدل پیشکام

زیر زبر نہ ہوتا تو نفس تھا ہی۔ بُر انفصال یہ رہا کہ ایک  
ہی لفظ کے دو طور پر ہو گئے۔ اب سوائے حفاظات یا علماء کے  
ہر قاری یہاں کا پڑھتے ہیں۔ یعنی لائے بغیر جیسیں۔ حالانکہ یہاں  
لاؤ تو بالکل ہی غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ امروٹ کا عدل بیشکام  
گویا انفصال کا بنتے آئندہ کافیں کا لفظ الگ کر کے پہلی سطریں  
لام سے جوڑ دیا۔

ٹلکے پر لا انفصال کے عرض لاؤ نظر ظاہر چوبی گیا۔  
ہمیں اس سید ہے کہ شہاب الدین صاحب صدیق سس  
طرح کی فروگناشتون پر قابو پالیں گے اور نہ اسے فرقان مفسید  
ترین حسیریدہ بن جائے گا۔ اسلام رومت بھائیوں کو ہم پھر  
ایک بار اس کی قدر افرادی پر قبضہ دلاتے ہیں۔

## مکمل توبات علیہ

• مذاہرہ العلوم سہا زبر کے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا  
کے کچھ خطوط کا جائزہ۔  
• مرتبہ۔ جناب مولوی شاہ سہا زبری۔ صفحات ۲۶۸  
لکھائی پچھائی معمولی۔ قیمت مجلد پھر روپیے ۰/۰

صاحب بکتو بات کی تواریخ کو حق تاج نہیں۔ شیخ الحدیث  
ہونے کے حلاوہ وہ مشہور صحیح طریقت بھی ہیں اور میں جماعت کے  
سر پرست بھی یہ محروم ان کے ایک سو شیخ خطوط پر مشتمل ہے جسے  
مولوی شاہ صاحب نے ترتیب دیا ہے اور نظر ثانی حضرت  
شیخ الحدیث کے داماد اور مذاہرہ العلوم کے صدر المدرسین جناب  
محمد عاقل صاحب نے فرمائی ہے۔

مرتب کے حرف اولیں کے بعد مولانا سید ابوالحسن علی شدید  
کے قلم سے ایک محترمین فاضلائے مقدمہ ہے جو خطوط فی حدیث  
کی مکتبی بجٹوں اور نصایبی نکتہ سنجوں پر مشتمل ہیں جن سے صرف

رسیرج اہل فتنہ کے لئے ذرا بھی معادن نہیں نہ اعانت کی  
کوئی ضرورت ہے۔ عاماً مشاہدہ، دلجرہ جب یہ بتارہ ہو کر فلاں  
شے فتو عقل اور سکر پر اکٹے کی صلاحیت رکھتی ہے تو سائنسی  
تجزیہ اپنی اصطلاحات میں اس کے کچھ بھی وجہ بیان کرے فھر،  
کی قوت فیصلہ اوقاف قانون شرعی کی قوت اہلہ اس کی ذرا بھی ملک  
نہیں رکھتی۔

موٹی سی بات ہے کہ ہمگیر اسلامی شریعت کا کوئی بھی  
قانون پیچیدہ آلات اور انسانی تکنیکوں پر مخصوص نہیں ہوتا چاہیے۔  
کن اشتیار میں اپنہاں الکوئل پایا جاتا ہے یا نہیں اور اس  
مقدار میں پایا جاتا ہے اسے جانتے اور جا پہنچ کے لئے بخوبی گاہ  
کی ضرورت ہے۔ آلات دادویات کی ضرورت ہے۔ حالانکہ  
دین فطرت کے شرعی قوانین فقط ایسا معیار رکھتا ہے ہیں جو ہر دو  
اور ہر مقام پر انسان کی قدرتی صلاحیتوں کے لیے ہیں رہے۔  
کوئی چیز کسی مقدار میں نہ شہادت اور ہوتی ہے یا نہیں ہوتی یہ شصیہ  
ہر آدمی کا مشاہدہ اور تجزیہ کر دیتا ہے۔ اس کے لئے آدمی کے  
حراس اور قوت ذہنی بازکل کافی ہیں۔ کسی اکٹے اور انسانی  
فارموزے کی ضرورت نہیں اسی لئے حصہ میں معيار حرمت کسی  
شے کا مکروہ مفت، ہوناٹے فرادیا فردا جانے ناصل مفہوم  
نگاری اصول کہاں سے نکال لائے گئے اسی میں اپنہاں الکوئل  
پایا جائے وہی اپنے اعتبار حرمت خرکے فریل میں آئیں گی اور دوسری  
نشیات اس سے مستثنی نہیں ہوں گی۔

کیا ہم یہ بھیں کہ اس رائے سے مر جوستم شہاب الدین  
صاحب بھی تلقین ہیں۔ اگر ہیں تو ہمیں اس کے دلائل چاہئیں۔ ہم تو  
آج تک قانون شریعت کی روشنی میں بھی تجھے آئے ہیں کہ بھیک  
المیم، پھر اس کا بخادغیرہ کی بھی قیل سے قلیل مقدار حرام ہے  
خواہ دہ بالفعل نہ شہادت ہو۔

اس مضمون میں ایک جگہ لفظ "تحقیقات" استعمال ہوا ہے  
یہ غالباً مناسب نہیں۔ تصریحاتیں، تادیلیاتیں، سکلیقاتیں اگر  
غلط ہے تو اسے بھی غلط ہونا چاہیے۔  
کتابی اغلاط سے کسی نو فرنہیں۔ مصنایں میں آیات کثر

نہیں۔ حضرت پیر رحی کے صاحب مکتب کی زبان و اشارہ میں کچھ اس ہوتا۔ شکستگی و رعنائی ہر قی ایک خطوط خالہ اللہ تعالیٰ فرع کے جوں میں اس اشارہ بھی بعین کرتا ہیں مانند رکھے بغیر سمجھ لکھن۔ لذکر زبان بے مزا اور ممکن ہیں بالکل بھس۔ پھر کتابی اخلاق ادب نباتات لذکر بچارہ ڈی۔ بے شمار اخلاق ادب میں سے چند نوٹے۔

۱۔ پر الخطاب قیہہ الواسم ابن حبان۔ حالانکہ یہ

رواسع ہونا چاہیے

صلحا پر کوہہ کی جگہ کوہہ۔ چھپ گیا۔

۲۔ پر ۳۔ فاعل کے بجائے قابل اور زیری کے بجائے

زیری اور احد ہم کے بجائے امن ہم اور بقور کی جگہ

یقورہ ط حصہ پڑا۔

اجماعت کے عرض جھما گا۔ اولیٰ کے عرض الائی

برخواختیاں کے عرض غیر بحالعتاں

راس المال کے عرض راس الماس۔ فی نہ وال کے

عرض فی نہ وال۔ قاصر کے عرض قاہر۔ تیزید کا

کے عرض یزید کا۔ تغیر کے عرض تغیر۔ الدینیا

کے عرض الانبیا۔ سمن کے عرض سمن۔ فتا

قرأتُ انقران کے عرض فتدھرۃ العزان۔

یہ نہیں ہیں۔ غلطیاں اس قدر ہیں کہ ہم نے اکتا کرشنا

ہی لگانا چھپ رہا۔ قاہر ہے۔ کاتب اور پرنس کے کشے ہیں میکن

زمد داری تاشر پر بھی ہے جو اس مجموعہ کے مرتب ہیں۔

شریف کے متعلق ورث خطبوں کی ترتیب میں مرتب سے چوک ہوئی ہے

نبیر اکسوال د جواب حقیقتہ نمبر ۱ پر ہونا چاہیے اور ۲ کا مبرہ ۲ پر

مرتب نے محکم نہیں کیا کہ نمبر ۲ اکے جواب میں حضرت شمس نے کہا

ہے۔ مطلب ہے خیال ہیں دیہی ہے جو بچھے عرض کر رکھا

اور اشارہ اس مضمون کا طرف ہے جو نمبر ۱ میں ہے۔ اس طرح

مرتب المٹ گئی۔

فاضل مرتب نے اکی چکر توکالی کر دیا۔ مضمون کی مناسبت

سے انہوں نے یعنی ایک فہرست دی ہے۔ اس میں ایک عنوان ہے

”مولانا مورودی کاظمیہ اور اس کی تردیدیہ“

لیکن حضرت شیخ کا مکتوب پر مکر دیکھتے تو یہ مضمون ملے کا کہا

مدرسین اور طلباء عربی ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ترتیب صحاح رستہ کی روایت سے ہے یعنی پہلے د خطوط بن کا تعقیل بخاری سے ہے۔ پھر بھرا بودا کا پھر ترمذی اپھر فرمائی اپھر ابن ماجہ تفصیل یوں سمجھئے۔

۲۵۔ مسلم سے متعلق مکتوبات

۸۔ ابو داؤد سے متعلق

۱۲۔ ترمذی سے متعلق

۱۷۔ نافی سے متعلق

۲۰۔ ابن ماجہ سے متعلق

یہ کل ۲۰ ہوئے باقی ۵۸ متفرق نوع کے ہیں۔ یہی تبیہ رنگ سے خالی نہیں۔ ۲۰ میں تین کو بھجوڑکر تیجے ۹۹ جانب عبد الجبار صاحب کھنڈلیوی کو لکھنے گئے ہیں جو صاحب درس و تدریس بزرگ ہیں۔ ان کے زیادہ تر اشکالات تو تکمیل اعتبر سے معقول ہیں مگر کچھ چکلانے اور نہیں پڑ رہی بھی ہیں جن پر خود حضرت شیخ الحدیث نے بھی اظہار حسیث کیا ہے۔

حضرت شیخ کے خطوط منہ سے بول رہے ہیں کہ ان کا کھنڈ دالاں حدیث سے گھری مناسبت رکھتا ہے اور اس کے نکاست د معارف پر اس کی اچھی نظر ہے ایسا ہونا بھی چاہیے تھا۔ حضرت شیخ کو سرداز خلیل احمد سہار نیوری جیسے حضرت کی طبلی صحیت درفتار کی نعمت حاصل رہی۔ پھر ان کے والد ماجد خود ایک ممتاز عالم تھے جوں میں ولانا رسیدا محمد علّوئی جیسے فقیر و محدث بزرگ کی شاگردی کا خلز ماصل رہا۔ انہوں نے حضرت گنگوہی کے گرانا یا علی افادات یہی محنت سے جمع کئے تھے جن میں ان کے لائی چشم و پر لاغ مولا نا محمد ز کو یا مسلم پہت کچھ استفادہ کیا ہے اور بفضلہ تعالیٰ وہ اب اس مرتب پر پہنچ ہوئے ہیں کہ بے شمار طبیار خود ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں اللهم زد فزد۔

محترم مکتب نگار کی کسی بھی تحقیق سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے لیکن یہ اعتراض پر حال کرنا ہو گا کہ بر جگہ ان کی علمی دیانت یکسان طور پر قائم رہی ہے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں عموماً سنداً اور حوالے سے کہتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی مسند یا دلیل کے نہیں ان سے نادالست چوک ہو گئی ہو۔ ایسی بھول چوک کسی بھی استاد کی عظمت کے منافی

دوسری ایجھن تحریر کے قبل ہے۔ ایک سال مولانا ابوالکلام آزاد کی مشہور تفسیر توحید القرآن جلد دوم صفحہ فدلاں دفلان کی صراحت سے ایک سوال پوچھتا ہے حضرت شیخ نے اس کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی دلانت میں ترجیح ان الفتر کی پرچہ کا نام ہے جوان کی نظر سے نہیں گزرا اس پر مستیز یوں ہوئی کہ خود سائل کے افاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ترجیح ان القرآن کو کی پرچہ "نہیں ایک سے زائد بڑوں کی کتاب ہے۔ مرتب اس مقالہ پر حاشیہ میں تنبیہ توکی کرتے خود وہ بھی اشارہ میں صدا پر ترجیح القرآن کا نام دے کر اس کے کے پر کہیں بیش رسانہ تحریر کو گئے ہیں۔ نظر ثانی کرنے والے بزرگ بھی اسی پر مطعن نظر آتے ہیں۔ ٹیم کی ٹیم کی یہ شان سے خبری جایا تھی ہیں تاریخی چاہیئے۔

حضرت شیخ الحدیث میں یہاں اور بے شمار خوبیاں ہیں وہیں تو واضح اور انکساری کی خوبی بھی تحریروں سے نمایا ہے۔ مگر ہمیں کہیں یہ چونکا بھی کی مثلاً اسکے پر ایک خط کا جواب دیتے ہوئے آخر میں انہوں نے لستہ میا۔

"میں ایک جاہل اُدمی ان علاموں کے اقوال میں ترجیح کا وامہر میں نہیں کر سکتا"۔

اس پر حضرت کے دلائل مولانا عاقل صاحب نے عربی حاشیہ بھی عیا حسین کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرت نے تو واضحًا فرمایا اور ایسی تو واضح کی مثالیں اس زمانہ میں بڑی نادر ہیں اور یہ تو واضح اس حدیث رسولؐ کے مطابق ہے کہ جس نے تو واضح اختیار کی ارادت اسے اونچا اٹھلے گا۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس تحریر سے اتفاق نہ کر سکیں گے ہر شے کے کچھ حد دن قیود ہوتے ہیں اذکر اتفاقیہ برخلاف میں ناپہنڈیہ ہیں۔ حضور نے بے شک تو واضح، احتمال، فردیت کی ترغیب دی سیکن یہ بھی ہدایتہ فرمائی کہ کفران بعثت اور تصنیع اور دریا سے بچو۔

پہلا اشکان توہین یہ ہے کہ حضرت محترم اپنی شریود حوشی میں حکم حکم عمل کے سلف کی مختلف آراء میں ترجیح کا عمل اختیار کرتے رہے ہیں۔ حالانکہ اگر یہ فعل ان کے نزدیک ایسا

کے جو اپنے انہوں نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ مجھے مولانا مودودی کی تحریر میں بڑھتے کامورق نہیں بلہ امداد اس سب ہو کے مولانا مناظر احسن سیلانی سے مراجعت فرمائیں۔

اس کے بعد پہاڑی پر ترمذیاں می پڑا اند رو مقامات خاصے انجمن کے ہیں۔ ص ۱۲۱ و ۱۲۲ دو حجہ "شیخ المہند" کا الفاظ یا ہے پہلے خط میں صارخ تھا لکھتے ہیں۔

"حضرت مولانا شیخ المہند" کا اشارے سے یہ خط حضرت عالیٰ میں ارسال ہے۔ درستہ میں لکھتے ہیں کہ فلاں فلاں فلان سے اور شیخ المہند سے نیاز حاصل ہوا۔

کہنے کی ضرورت نہیں کہ پورہ بند کے مشہور بزرگ اور استاد مولانا محمد راجح کا خصا ادب مثبت ہے اس میں تھا اور غیر منقصہ ہر دو روند میں سیاسی حوار یا ہمایا کے ہمیگی خود اس کی بنیاد پر یہ خطاب پڑتے ہیں کہ زبان پر اسی طرح چڑھ گی جیسے مولانا آزاد کے لئے ابوالکلام کی گنتیت۔ لاکھوں آدمی ایسے ہوں گے جنہم نہیں جانتے مگر اس خطاب کو جانتے ہیں۔ ایسی صورت میں مکتوب اسی تقاریب کا کوئی بھی تواریخی اس سے کہو کچھ نہیں بچھے گا کہ ان دو فویں بزرگ اسی شہرت یافتہ شیخ کا ذکر ہے۔ لیکن حقائق یہ ہیں کہ دونوں ہی خط شیخ المہند کے بعد کے ہیں جیکہ حضرت شیخ المہند کا انتقال ۱۹۳۴ء میں ہو چکا ہے۔ گویا پہلے خط سے ۱۹۳۶ء میں پہلے اور درستہ خط سے ۱۹۴۳ء میں پہلے۔ اب یہ موقع تو ہم نہیں کہ سکتے کہ مکتب بزرگ حضرت شیخ المہند کی قبر میں ہسپ اُن سے ملا قاتری شرما تے ہوں گے۔ یہی سمجھو میں آتا ہے کہ کوئی اور شیخ المہند ہیں — مگر کون؟ یہ تمہارا ہام جناب ہرتب کم سے کم حاشیہ پر یہ تصریح کر دیتے کہ یہ درستہ شیخ المہند کوں ہیں حضرت شیخ الحدیث کے جواب سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ انھیں خوب چانتے رہے ہوں گے ورنہ مکتب شکار میں ضرور پوچھتے کہ مر جوم و مغور شیخ المہند کے بعد یہ نئے بزرگ اس نام کے ہمایا سے پہلے ہو گئے یہ انہوں نے متعلق تصریح نہیں کیا تو یہ ملائتے پہنچاتے ہی کی دلیل ہے۔ پھر کیا دشواری تھی کہ مرتب ان سے دریافت کرنے کے درصاحت کر دیتے۔ کماں ہے کہ مولانا عاقل صاحب کی بھی توجہ اس اتحاد کی طرف نہیں کی۔

تھا کہ ایک جاہل آجی ہو کر میرا شیخ الحدیث بن بیٹھنا آخر دن ایسے  
اور انفصال کے کس خانے میں آتا ہے۔ جاہل کے سچے طالع علم  
یا بے بصاعت یا ناجیز یا کم فہم جیسا کوئی لفظ ہوتا تو تواضع کا شیع  
حق ادا کرتا۔ مگر وہ اور ناموزوں الفاظ تو اور اور رسول کو بھی پسند  
نہیں اور اسے علم کی نعمت دی اور اس نعمت کی تحدیث کے عرض  
یکھڑتے ہیں اپنے آپ کو کوڑا جاہل کہدیں تو شاید یہ ناشکی اور  
تھیں تھیں اسی کے زمرے میں آتے گا۔ ہمیں تو یہ لفظ حضرت شیخ الحدیث  
کے قلم سے دوست ایک جنگ محسوس ہوا اور وہ کاتا تجوہی ہو۔ یہ  
تواضع کا تقریباً ایسا ہی غونہ ہے جیسے کوئی عالم خود کو کم فہم یا بے  
بصاعت یا طالع علم کہنے کے بجائے پاگل کہنے لگے۔

تبصہ کر کا خلاصہ ہے کہ کتاب عوام کے مطلب کی  
بانکل نہیں خاص ہی صفت ہو اس سے قائد اعلما سکتے ہیں جو  
مددگار ہوں۔ ولیسے علمی بحاظ سے بڑی وقیع ہے۔

ہی خطروناک اور قابل پرہیز تھا کہ اس کا دامہ تنک افسوس نہ  
گزر سکے تو پھر اس کا ارتکاب حجد ہجۃ ان سے ہو کیہے گہر دوسرے  
اصول ایسا بات خطروناک ہے کہ ان جیسا عالم جو "شیخ، حدیث" کی  
جیشیت میں اوپنی تھا بیوں کا درس دے رہا ہوئی مکر یہ تاثر دے کہ  
علماء کے سلف اور مجتہدین وفقاً لمحضت کا ایجاد ہو رکھنے میں کہ  
یہ ہمیں یہ استاد کا بھی ان کی متفہمنی آراہی کسی رائے کو ترجیح  
رنیا ان کی قبیل کے مراد فرمائے تو یہ مضمون کا یہ ہے "اکابر پرستی"  
کا مفاظ پیدا کرتا ہے جیکہ پرستش تو سوالے خدا کے گھی کی ہے  
ہی نہیں۔ اپنی عقل و دراست کو مغلوب کر دلتے کی ترغیب بالصلوٰت ہو  
یا ذیل کوئی نصیہ بات نہیں کہی جاسکتی۔

دوسری اشکل یہ ہے کہ لفظ "جاہل" کوئی خوبصورت  
لفظ نہیں۔ ان جیسے بلور تبریز شیخ الحدیث کے تعلق سے تو یہ کافی ہی  
محسوس ہوتا ہے۔ اگر یہ لفظ بناوٹ کے نہیں بلکہ صاف گوئی کے  
جزب سے نکلا ہو تو خود صوف کو شدید طور پر محسوس ہونا چاہیے۔

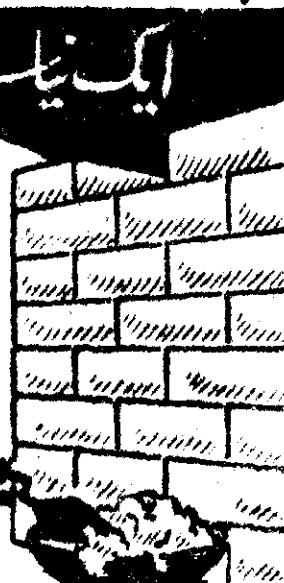
ٹھیک اس وقت جب یہ آخری کاپی پر اس جاہر ہی تھی، زیارت سے یہ المذاک خبر نہ ہوئی کہ کسی نے حجاز  
کے شاہ قبیل کو گولی مار کر مشہور کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ایک کوہ غشم ہے جو امت سلط  
پر اپنانک آپٹا ہے۔ اللہ جسم فمائے — (عامر عنانی)

## ایک نیلانگ بنیاد رکھے!

### مامِ الْحَمْ خَاصٌ

قبل از وقت بُرُّ ملوں اور غیثہ صحت سند  
نوجوانوں کے لئے بہترین تخفہ ہے: تازہ پھلوں  
قیمتی دلوں اور بہترین لذاؤں سے جب دید  
طاقت پر تینار کیا جاتا ہے

دواخانہ طبیب کا نیا مسلم نیویورکی علی گڈڑہ



**اصلاح الرسم** مسلمانوں میں جو فضول رسمی رہا ج پاگی اس شرف علی کی مشہور کتاب -

قیمت مجلد سے دور و بے پچاس پیسے  
**مکمل لغات القرآن** اقتداء کے نام سی الفاظ کی سلف و خلف نے اب تک جو لکھا ہے اس کی روشنی میں بڑی عرق ریزی سے تیار کی ہوئی یہ رفیع الشان کتاب اپنے موضع پر جوت آڑ کا درجہ رکھتی ہے ہر لفظ کی تعریف میں وہ سب کچھ صحیح کر دیا گیا ہے جس سے زیادہ کی بجا اشیٰ ہیں ہیں ہے لکھائی پھرپائی کاغذ سب معیاری، ہر جلد کے الفاظ کی مفصل فہرست ہر رشتہ۔

جلد اول	یوراسیٹ غیر مجد
جلد دوم	ستاؤن روپے پچاس پیسے
جلد سوم	
جلد چہارم	

بیہودہ جلد دوں میں مجلد  
**بلکل شمش** اکھتر روپے پچاس پیسے  
**ترجمہ للعالمین** حضور گیرت پر فاضی محمد سیدنا نصیر پوری  
 سمجھی ہے۔ تحقیقی مستند اور لا جواب مصنایں سے مالا مال بعد کے سارے ہی سیرت نگاروں نے اسے ایک ثقہ مأخذ کی حیثیت سے اپنارہتا بینا یا ہے۔ اس کا درج ورق مضید مطالب کا تجھیہ — تین جلدوں میں مکمل کاغذ سفید، کتابت و طباعت روشن قیمت چھیس روپے ۳/۶۔

### فتران حکم

آیات کے نفع پر ایک علی دلچسپ بحث۔ قیمت مجلد۔ تین پچھے

**تقریر امام غزالی** قیمت تجہید تین روپے ۷/-  
**معارف الحدیث** مولانا منظور نعماقی کی مشہور تالیف نتیجہ احادیث نبوی اردو ترجمہ ترشیح کے ساتھ۔ مکمل غیر مجلد سے آکیا دن روپے  
 حصہ اول سے آٹھ روپے وس روپے  
 حصہ دوم سے بارہ روپے پچاس پیسے  
 حصہ چہارم سے نو روپے  
 حصہ پنجم سے گیارہ روپے  
 مکمل مجلد ۲۳ روپے پیکاں پیسے  
**اسلام کیا ہے؟** مولانا منظور نعماقی کی وہ مشہور کتاب

جن میں اسلام کا تفصیلی تعارف اس انداز سے کرایا گیا ہے کہ ہر استعداد کا آدمی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ قیمت مجلد سے ساڑھے تین روپے ۳/۵۔  
**نفس مناظرہ** اسی شیعہ مباحثت میں ایک بے بہا کتاب جو عقائد اہل سنت کی صحت اور عقائد شیعہ کے سبق و ضعف کو روشن دلائل کے ذریعے ذہنوں میں اثارتی ہے۔ طرز تحریر سلیس اور درجہ اور لب اور جوش ایمان شان۔ اتدال علی یعنی ترجیح فہم جلد اول غلاف و امامت اور قدرہ فتنہ طاس کی جھوٹیں برداشت۔

**قیمت** سات روپے  
 جلد دوم، فرک تعریف النساء اور غوث پاک سے متعلق  
 قیمت مجلد سے چھ روپے۔ مکمل تیرہ روپے  
 قابل دریافت ہے شاھین فائدہ اٹھائیں  
**اسلام کا نظام امن** "جہاد" کی آڑ لیکر اسلام کے دشمنوں نے بڑا بھی فتنہ انگریزی خون آشائی اور انسقاپنڈی کے جواہزادات اسلام کے خلاف گھر طے ہیں، ان کا تسلی بخش جواب قرآن و سنت اور واقعات کی روشنی میں۔

قیمت مجلد۔ بارہ روپے  
**مکتبہ تخلی** دیوبند (ایواپی)